رسول اکرم ﷺ کے اخلاق حسنہ
پر ایک نظر

یہ کتاب برقی شکل میں نشر ہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسنین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں اس کی فنی طور پر تصحیح اور تنظیم ہوئی ہے:

رسول اکرم ﷺ کے اخلاق حسنہ پر ایک نظر

تالیف : مرکز تحقیقات علوم اسلامی

ترجمہ : معارف اسلام پبلشرز

پہلا سبق:

(ادب و سنت)

رسول اسلام ﷺ کے آداب و سنن کو پیش کرنے سے قبل مناسب ہے کہ ادب اور سنت کی حقیقت کے بارے میں گفتگو ہوجائے ۔

ادب: علمائے علم لغت نے لفظ ادب کے چند معانی بیان کئے ہیں ، اٹھنے بیٹھنے میں تہذیب اور حسن اخلاق کی رعایت اور پسندیدہ خصال کا اجتماع ادب ہے[1]

مندرجہ بالا معنی کے پیش نظر در حقیقت ادب ایسا بہترین طریقہ ہے جسے کوئی شخص اپنے معمول کے مطابق اعمال کی انجام دہی میں اس طرح اختیار کرے کہ عقل مندوں کی نظر

میں داد و تحسین کا مستحق قرار پائے ، یہ بھی کہا جاسکتاہے کہ " ادب وہ ظرافت عمل اور خوبصورت چال چلن ہے جس کا سرچشمہ لطافت روح اور پاکیزگی طینت ہے " مندرجہ ذیل دو نکتوں پر غور کرنے سے اسلامی ثقافت میں ادب کا مفہوم بہت واضح ہوجاتاہے۔

---

1) (لغت نامہ دہخدا مادہ ادب)۔

پہلا نکتہ :

عمل اسوقت ظریف اور بہترین قرار پاتاہے جب شریعت سے اس کی اجازت ہو اور حرمت کے عنوان سے اس سے منع نہ کیا گیا ہو_

لہذا ظلم ، جھوٹ، خیانت ، برے اور ناپسندیدہ کام کیلئے لفظ ادب کا استعمال نہیں ہو سکتا دوسری بات یہ ہے کہ عمل اختیاری ہو یعنی اسکو کئی صورتوں میں اپنے اختیار سے انجام دینا ممکن ہو پھر انسان اسے اسی طرح انجام دے کہ مصداق ادب بن جائے _[1]

دوسرا نکتہ :

حسن کے اس معنی میں کہ عمل زندگی کی آبرو کے مطابق ہو، کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن اس معنی کے اپنے حقائق سے مطابقت میں بڑے معاشروں مثلاً مختلف اقوام ، ملل ، ادیان اور مذاہب کی نظر میں اسی طرح چھوٹے معاشروں جیسے خاندانوں کی نظر میں بہت ہی مختلف ہے _چونکہ نیک کام کو اچھے کام سے جدا کرنے کے سلسلہ میں لوگوں میں مختلف نظریات ہیں مثلاً بہت سی چیزیں جو ایک قوم کے درمیان آداب میں سے شمار کی جاتی ہیں، جبکہ دوسری اقوام کے نزدیک ان کو ادب نہیں کہا جاتا اور بہت سے کام ایسے ہیں جو ایک قوم کی نظر میں پسندیدہ ہیں لیکن دوسری قوموں کی نظر میں برے ہیں[2]

---

1)(المیزان جلد 2 ص 105)_

2)(المیزان جلد 2 ص 105)_

اس دوسرے نکتہ کو نگاہ میں رکھنے کی بعد آداب رسول اکرم ﷺ کی قدر و قیمت اس وجہ سے ہے کہ آپ کی تربیت خدا نے کی ہے اور خدا ہی نے آپ کو ادب کی دولت سے نوازا ہے نیز آپ کے آداب ، زندگی کے حقیقی مقاصد سے ہم آہنگ ہیں اور حسن کے واقعی اور حقیقی مصداق ہیں _

امام جعفر صادق عليه السلام نے فرمایا:

"ان الله عزوجل ادب نبيه ﷺ على محبته فقال : انک لعلى خلق عظيم"

خدا نے اپنی محبت و عنایت سے اپنے پیغمبر ﷺ کی تربیت کی ہے اس کے بعد فرمایاہے کہ: آپ ﷺ خلق عظیم پر فائز ہیں [1]

آنحضرت ﷺ کے جو آداب بطور یادگار موجود ہیں ان کی رعایت کرنا در حقیقت خدا کے بتائے ہوئے راستے " صراط مستقیم " کو طے کرنا اور کائنات کی سنت جاریہ اور قوانین سے ہم آہنگی ہے_

---

1)(اصول کافی جلد 2 ص 2 ترجمہ سید جواد مصطفوی)_

ادب اور اخلاق میں فرق

باوجودی کہ بادی النظر میں دونوں لفظوں کے معنی میں فرق نظر نہیں آتاہے لیکن تحقیق کے اعتبار سے ادب اور اخلاق کے معنی میں فرق ہے ـ

علامہ طباطبائی ان دونوں لفظوں کے فرق کو اجاگر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

ہر معاشرہ کے آداب و رسوم اس معاشرہ کے افکار اور اخلاقی خصوصیات کے آئینہ دار ہوتے ہیں اس لیئے کہ معاشرتی آداب کا سرچشمہ مقاصد ہیں اور مقاصد اجتماعی، فطری اور تاریخی عوامل سے وجود میں آتے ہیں ممکن ہے بعض لوگ یہ خیال کریں کہ آداب و اخلاق ایک ہی چیز کے دو نام ہیں لیکن ایسا نہیں ہے اسلئے کہ روح کے راسخ ملکہ کا نام اخلاق ہے در حقیقت روح کے اوصاف کا نام اخلاق ہے لیکن ادب وہ بہترین اور حسین صورتیں ہیں کہ جس سے انسان کے انجام پانے والے اعمال متصف ہوتے ہیں [1]

ادب اور اخلاق کے درمیان اس فرق پر غور کرنے کے بعد کہا جاسکتاہے کہ خلق میں اچھی اور بری صفت ہوتی ہے لیکن ادب میں فعل و عمل کی خوبی کی علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا، دوسرے لفظوں میں یوں کہاجائے کہ اخلاق اچھا یا برا ہوسکتاہے لیکن ادب اچھا یا برا نہیں ہوسکتا_

---

1)المیزان جلد 12 ص 106_

رسول اکرم ﷺ کے ادب کی خصوصیت

روزمرہ کی زندگی کے اعمال میں رسول خدا ﷺ نے جن آداب سے کام لیاہے ان سے آپ نے اعمال کو خوبصورت و لطیف اور خوشنما بنادیا اور ان کو اخلاقی قدر وقیمت بخش دی ـ

آپ کی سیرت کا یہ حسن و زیبائی آپ کی روح لطیف ، قلب نازک اور طبع ظریف کی دین تھی جن کو بیان کرنے سے ذوق سلیم اورحسن پرست روح کو نشاط حاصل ہوتی ہے اور اس بیان کو سن کر طبع عالی کو مزید بلندی ملتی ہے ـ رسول خدا ﷺ کی سیرت کے مجموعہ میں مندرجہ ذیل اوصاف نمایاں طور پر نظر آتے ہیں ـ

الف: حسن وزیبائی ب: نرمی و لطافت ج: وقار و متانت

ان آداب اور پسندیدہ اوصاف کے سبب آپ ﷺ نے جاہل عرب کی بدخوئی ، سخت کلامی و بدزبانی اور سنگدلی کو نرمی ، حسن اور عطوفت و مہربانی میں بدل دیا، آپ ﷺ نے ان کے دل میں برادری کا بیج بویا اور امت مسلمہ کے درمیان آپ ﷺ نے اتحاد کی داغ بیل ڈالی ـ

رسول خدا ﷺ کے آداب

اپنے مدمقابل کے ساتھ آپ ﷺ کا جو سلوک تھا اس کے اعتبار سے آپ ﷺ کے آداب تین حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں _

1_ خداوند عالم کے روبرو آپ ﷺ کے آداب

2_ لوگوں کے ساتھ معاشرت کے آداب

3 _ انفرادی اور ذاتی آداب

انہیں سے ہر ایک کی مختلف قسمیں ہیں جن کو آئندہ بیان کیا جائے گا _

خدا کے حضور میں

بارگاہ خداوندی میں رسول خدا ﷺ کی دعائیں بڑے ہی مخصوص آداب کے ساتھ ہوتی تھیں یہ دعائیں خدا سے آپ ﷺ کے عمیق ربط کا پتہ دیتی ہیں_

وقت نماز

نماز آپ ﷺ کی آنکھوں کا نور تھی ،آپ ﷺ نماز کو بہت عزیز رکھتے تھے چنانچہ آپ ﷺ ہر نماز کو وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرتے تھے ، بہت زیادہ نمازیں پڑھتے اور نماز کے وقت اپنے آپ ﷺ کو مکمل طور پر خدا کے سامنے محسوس کرتے تھے_

نماز کے وقت آنحضرت ﷺ کے اہتمام کے متعلق آپ ﷺ کی ایک زوجہ کا بیان ہے کہ "رسول خدا ﷺ ہم سے باتیں کرتے اور ہم ان سے محو گفتگو ہوتے ، لیکن جب نماز کا وقت آتا تو آپ ﷺ کی ایسی حالت ہوجاتی تھی گویا کہ آپ ﷺ نہ ہم کو پہچان رہے ہیں اور نہ ہم

آپ ﷺ کو پہچان رہے ہیں[1]

منقول ہے کہ آپ ﷺ پورے ا شتیاق کے ساتھ نماز کے وقت کا انتظار کرتے اور اسی کی طرف متوجہ رہتے تھے اور جیسے ہی نماز کا وقت آجاتا آپ ﷺ مؤذن سے فرماتے "اے بلال مجھے اذان نماز کے ذریعہ شاد کردو" [2]

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے " نماز مغرب کے وقت آپ ﷺ کسی بھی کام کو نماز پر مقدم نہیں کرتے تھے اوراول وقت ، نماز مغرب ادا کرتے تھے [3] منقول ہے کہ "رسول خدا ﷺ نماز واجب سے دو گنا زیادہ مستحب نمازیں پڑھا کرتے تھے اور واجب روزے سے دوگنے مستحب روزے رکھتے تھے_[4]

روحانی عروج میں آپ ﷺ کو ایسا حضور قلب حاصل تھا کہ جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا، منقول ہے کہ جب رسول خدا ﷺ نماز کیلئے کھڑے ہوتے تھے تو خوف خدا سے آپ ﷺ کا رنگ متغیر ہوجاتا تھا اور آپ ﷺ کی بڑی دردناک آواز سنی جاتی تھی[5]

---

1) سنن النبی ص 251_

2) سنن النبی ص 268_

3) سنن النبی ص_

4) سنن النبی ص 234_

5) سنن النبی ص251_

جب آپ ﷺ نماز زپڑھتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ جیسے کوئی کپڑا ہے جو زمین پر پڑا ہوا ہے[1] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے رسول خدا ﷺ کی نماز شب کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرمایاہے :

"رات کو جب آپ ﷺ سونا چاہتے تھے تو ، ایک برتن میں اپنے سرہانے پانی رکھ دیتے تھے آپ ﷺ مسواک بھی بستر کے نیچے رکھ کر سوتے تھے،آپ ﷺ اتنا سوتے تھے جتنا خدا چاہتا تھا، جب بیدار ہوتے تو بیٹھ جاتے اور آسمان کی طرف نظر کرکے سورہ آل عمران کی آیات (ان فی خلق السموات والارض الخ) پڑھتے اس کے بعد مسواک کرتے ، وضو فرماتے اور مقام نماز پر پہونچ کر نماز شب میں سے چار رکعت نماز ادا کرتے، ہر رکعت میں قراءت کے بقدر ، رکوع اور رکوع کے بقدر ، سجدہ فرماتے تھے اس قدر رکوع طولانی کرتے کہ کہا جاتا کہ کب رکوع کو تمام کریں گے اور سجدہ میں جائیں گے اسی طرح ان کا سجدہ اتنا طویل ہوتا کہ کہا جاتا کب سر اٹھائیں گے اس کے بعد آپ ﷺ پھر بستر پر تشریف لے جاتے اوراتنا ہی سوتے تھے جتنا خدا چاہتا تھا_اس کے بعد پھر بیدار ہوتے اور بیٹھ جاتے ، نگاہیں اسمان کی طرف اٹھاکر انہیں آیتوں کی تلاوت فرماتے پھر مسواک کرتے ، وضو فرماتے ، مسجد میں تشریف لے جاتے اور نماز شب میں سے پھر چار رکعت نماز پڑھتے یہ نماز بھی اسی انداز سے ادا ہوتی جس انداز سے اس سے پہلے چار رکعت ادا ہوئی تھی ، پھر

---

1) سنن النبی ص 268_

تھوڑی دیر سونے کے بعد بیدار ہوتے اور آسمان کی طرف نگاہ کرکے انہیں آیتوں کی تلاوت فرماتے ، مسواک اور وضو سے فارغ ہوکر تین رکعت نماز شفع و وتر اور دو رکعت نماز نافلہ صبح پڑھتے پھر نماز صبح ادا کرنے کیلئے مسجد میں تشریف لے جاتے"[1]

آنحضرت نے ابوذر سے ایک گفتگو کے ذیل میں نماز کی اس کوشش اور ادائیگی کے فلسفہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:" اے ابوذر میری آنکھوں کا نور خدا نے نماز میں رکھاہے اوراس نے جس طرح کھانے کو بھوکے کیلئے اور پانی کو پیاسے کیلئے محبوب قرار دیا ہے اسی طرح نماز کو میرے لئے محبوب قرار دیا ہے، بھوکا کھانا کھانے کے بعد سیر اور پیاساپانی پینے کے بعد سیراب ہوجاتاہے لیکن میں نماز پڑھنے سے سیراب نہیں ہوتا" [2]

دعا کے وقت تسبیح و تقدیس

آپ کے شب و روز کا زیادہ تر حصہ دعا و مناجات میں گذرجاتا تھا آپ سے بہت ساری دعائیں نقل ہوئی ہیں آپ کی دعائیں خداوند عالم کی تسبیح و تقدیس سے مزین ہیں ، آپ نے توحید کا سبق، معارف الہی کی گہرائی، خود شناسی اور خودسازی کے تعمیری اور تخلیقی

---

1) سنن النبی ص 241_

2)سنن النبی ص 269_

علوم ان دعاؤں میں بیان فرمادیئے ہیں ان دعاؤں میں سے ایک دعا وہ بھی ہے کہ جب آپ ﷺ کی خدمت میں کھانا لایا جاتا تھا تو آپ ﷺ پڑھا کرتے تھے:

(سبحانک اللھم ما احسن ما تبتلینا سبحانک اللھم ما اکثر ما تعطینا سبحانک اللھم ما اکثر ما تعافینا اللھم اوسع علینا و علی فقراء المومنین)[1]

خدایا تو منزہ ہے تو کتنی اچھی طرح ہم کو آزماتاہے، خدایا تو پاکیزہ ہے تو ہم پر کتنی زیادہ بخشش کرتاہے، خدا یا تو پاکیزہ ہے تو ہم سے کس قدر درگذر کرتاہے، پالنے والے ہم کو اور حاجتمند مؤمنین کو فراخی عطا فرما_

بارگاہ الہی میں تضرع اور نیازمندی کا اظہار

آنحضرت ﷺ خدا کی عظمت و جلالت سے واقف تھے لہذا جب تک دعا کرتے رہتے تھے اسوقت تک اپنے اوپر تضرع اور نیازمندی کی حالت طاری رکھتے تھے، سیدالشہداء امام حسین علیہ السلام رسول خدا ﷺ کی دعا کے آداب کے سلسلہ میں فرماتے ہیں :

"کان رسول اللہ ﷺ یرفع یدیہ اذ ابتھل و دعا کما یستطعم المسکین " [2]

---

1) اعیان الشیعہ ج1 ص306_

2)سنن النبی ص 315_

رسول ﷺ بارگاہ خدا میں تضرع اور دعا کے وقت اپنے ہاتھوں کو اس طرح بلند کرتے تھے جیسے کوئی نادار کھانا مانگ رہاہو_

لوگوں کے ساتھ حسن معاشرت

رسول اکرم ﷺ کی نمایاں خصوصیتوں میں سے ایک خصوصیت لوگوں کے ساتھ حسن معاشرت ہے ، آپ تربیت الہی سے مالامال تھے اس بناپر معاشرت ، نشست و برخاست میں لوگوں کےساتھ ایسے ادب سے پیش آتے تھے کہ سخت مخالف کو بھی شرمندہ کردیتے تھے اور نصیحت حاصل کرنے والے مؤمنین کی فضیلت میں اضافہ ہوجاتا تھا_

آپ کی معاشرت کے آداب، اخلاق کی کتابوں میں تفصیلی طور پر مرقوم ہیں _ہم اس مختصر وقت میں چند آداب کو بیان کررہے ہیں امید ہے کہ ہمارے لئے رسول خدا ﷺ کے ادب سے آراستہ ہونے کا باعث ہو:

گفتگو

بات کرتے وقت کشادہ روئی اور مہربانی کو ظاہر کرنے والا تبسم آپ کے کلام کو شیریں اور دل نشیں بنادیتا تھا روایت میں ہے کہ :

"كان رسول الله اذا حدث بحديث تبسم فى حديثه" (1)

بات کرتے وقت رسول اکرم ﷺ تبسم فرماتے تھے_

ظاہر ہے کہ کشادہ روئی سے باتیں کرنے سے ہر ایک کو اس بات کا موقع ملتا تھا کہ وہ آپ ﷺ کی عظمت و منزلت سے مرعوب ہوئے بغیر نہایت اطمینان کے ساتھ آپ ﷺ سے گفتگو کرے، اپنے ضمیر کی آواز کو کھل کر بیان کرے اور اپنی حاجت و دل کی بات آپ ﷺ کے سامنے پیش کرے_

سامنے والے کی بات کو آپ ﷺ کبھی منقطع نہیں کرتے تھے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی آپ ﷺ سے گفتگو کا آغاز کرے تو آپ ﷺ پہلے ہی اسکو خاموش کردیں (2)

مزاح

مؤمنین کا دل خوش کرنے کیلئے آنحضرت ﷺ کبھی مزاح بھی فرمایا کرتے تھے، لیکن تحقیر و تمسخر آمیز، ناحق اور ناپسندیدہ بات آپ ﷺ کی کلام میں نظر نہیں آتی تھی_

"عن الصادق عليه‌السلام قال ما من مؤمن الا وفيه دعابة و كان رسول الله يدعب و لا يقول الاحقا" (3)

---

1) سنن النبی ص48 بحار ج6 ص 298_

2)مکارم الاخلاق ص 23_

3)سنن النبی ص 49_

امام صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ : کوئی مؤمن ایسا نہیں ہے جس میں حس مزاح نہ ہو، رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مزاح فرماتے تھے اور حق کے علاوہ کچھ نہیں کہتے تھے_

آپ کے مزاح کے کچھ نمونے یہاں نقل کئے جاتے ہیں :

"قال صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لاحد لا تنس یا ذاالاذنین " (1)

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: اے دو کان والے فراموش نہ کر_

انصار کی ایک بوڑھی عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ میرے لئے دعا فرمادیں کہ میں بھی جنتی ہوجاؤں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: " بوڑھی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی" وہ عورت رونے لگی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مسکرائے اور فرمایا کیا تم نے خدا کا یہ قول نہیں سنا ;

(انا انشأناهن انشاءً فجعلنا هن ابکاراً) (2)

ہم نے بہشتی عورتوں کو پیدا کیا اور ان کو باکرہ قرار دیا _

کلام کی تکرار

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی گفتگو کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بات کو اچھی طرح سمجھا دیتے تھے_

---

1)بحارالانوار ج16 ص 294_

2)سورہ واقعہ آیت 35 و 36_

ابن عباس سے منقول ہے : جب رسول خدا ﷺ کوئی بات کہتے یا آپ ﷺ سے کوئی سوال ہوتا تھا تو تین مرتبہ تکرار فرماتے یہاں تک کہ سوال کرنے والا بخوبی سمجھ جائے اور دوسرے افراد آنحضرت ﷺ کے قول کی طرف متوجہ ہوجائیں _

انس و محبت

پیغمبر خدا ﷺ کو اپنے اصحاب و انصار سے بہت انس و محبت تھی ان کی نشستوں میں شرکت کرتے اور ان سے گفتگو فرماتے تھے آپ ﷺ ان نشستوں میں مخصوص ادب کی رعایت فرماتے تھے_

حضرت امیر المؤمنین آپ کی شیرین بزم کو یاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں " : ایسا کبھی نہیں دیکھا گیا کہ پیغمبر خدا ﷺ کسی کے سامنے اپنا پاؤں پھیلاتے ہوں" (1)

پیغمبر ﷺ کی بزم کے بارے میں آپ کے ایک صحابی بیان فرماتے ہیں " جب ہم لوگ رسول خدا ﷺ کے پاس آتے تھے تو داءرہ کی صورت میں بیٹھتے تھے" (2)

جلیل القدر صحابی جناب ابوذر بیان کرتے ہیں " رسول خدا ﷺ جب اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھتے تھے تو کسی انجانے آدمی کو یہ نہیں معلوم ہوسکتا تھا کہ پیغمبر ﷺ کون ہیں آخر

---

1) مکارم الاخلاق ص 22_

2) سنن النبی ص 70_

کا ر اسے پوچھنا پڑتا تھا ہم لوگوں نے حضور ﷺ سے یہ درخواست کی کہ آپ ایسی جگہ بیٹھیں کہ اگر کوئی اجنبی آدمی آجائے تو آپ ﷺ کو پہچان لے ، اسکے بعد ہم لوگوں نے مٹی کا ایک چبوترہ بنایا آپ ﷺ اس چبوترہ پر تشریف فرماہو تے تھے اور ہم لوگ آپ ﷺ کے پاس بیٹھتے تھے_ (1)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: رسول خدا ﷺ جب کسی کے ساتھ بیٹھتے تو جب تک وہ موجود رہتا تھا حضرت ﷺ اپنے لباس اور زینت والی چیزوں کو جسم سے جدا نہیں کرتے تھے (2)

مجموعہ ورام میں روایت کی گئی ہے " پیغمبر ﷺ کی سنت یہ ہے کہ جب لوگوں کے مجمع میں بات کرو تو ان میں سے ایک ہی فرد کو متوجہ نہ کرو بلکہ سارے افراد پر نظر رکھو(3)

---

1) سنن النبی ص63_

2)سنن النبی ص48_

3)سنن النبی ص47_

خلاصہ درس

1)علمائے علم لغت نے لفظ ادب کے جو معنی بیان کئے ہیں ان پر غور کرنے کے بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ در حقیقت ظرافت عمل اور ایسے نیک چال چلن کا نام ادب ہے کہ جس کا سرچشمہ لطافت روح اور طینت کی پاکیزگی ہے _

2) آنحضرت ﷺ کے ادب کی قدر و قیمت اس عنوان سے ہے کہ آپ خدا کی بارگاہ کے تربیت یافتہ اور اس کے سکھائے ہوئے ادب سے آراستہ و پیراستہ تھے_

3) اخلاق و آداب ، میں فرق یہ ہے کہ اخلاق میں اچھائی اور برائی دونوں ہوتی ہیں مگر ادب میں حسن عمل کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا_

4) رسول خدا ﷺ نے روزمرہ کی زندگی کے اعمال میں جن طریقوں اور آداب کو اپنایا، وہ ایسے تھے کہ جنہوں نے اعمال کو خوبصورتی لطافت اور حسن عطا کیا اور انہیں اخلاقی قدروں کا حامل بنادیا_

5) رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں مندرجہ ذیل اوصاف نمایاں طور پر نظر آتے ہیں :

الف:حسن و زیبائی ب: نرمی اور لطافت ج: وقار و متانت

6) مدمقابل کے سامنے جو آپ ﷺ کے آداب تھے ان کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتاہے:

1_ خدا کے بالمقابل آپ ﷺ کے آداب

2_ لوگوں کی ساتھ معاشرت کے آداب

3_فردی اور ذاتی آداب

سوالات :

1 _ ادب کے معنی لکھیۓ؟

2_ ادب اور اخلاق کا فرق تحریر کیجۓ؟

3 _ پیغمبر اکرم ﷺ کے آداب کے کتنے حصے ہیں؟

4 _ نماز کے وقت آپ ﷺ کے آداب کا اجمالی طور پر جاءزہ لیجۓ_

5 _لوگوں سے معاشرت کے وقت آپ ﷺ کے کیا آداب تھے؟ اجمالی طور پر بیان کیجۓ_

دوسرا سبق:

(لوگوں کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا برتاؤ)

رسول اکرم کے برتاؤ میں گرمجوشی کشش اور متانت موجودہ تھی چھوٹے،بڑے فقیر اور غنی ہر ایک سے آپ ﷺ کے ملنے جلنے میں وہ ادب نظر آتاہے جو آپ کی عظمت اور وسیع النظری کو اجاگر کرتاہے_

سلام

چھوٹے بڑے ہر ایک سے ملنے کا آغاز آپ ﷺ سلام سے کرتے اور سبقت فرماتے تھے _

قرآن کریم نے سلام کے جواب کے لئے جو آداب بیان کئے ہیں ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ سلام کا اچھے انداز سے جواب دیا جائے ارشاد ہے :

(و اذا حييتم بتحية فحيوا باحسن منها او ردوها) [1]

اور جب کوئی شخص تمہیں سلام کرے تو تم بھی اس کے جواب میں بہتر طریقہ سے سلام کرو یا وہی لفظ جواب میں کہہ دو_

رسول خدا ﷺ دوسروں کے جواب میں اس قرآنی ادب کی ایک خاص قسم کی ظرافت سے رعایت فرماتے تھے_

جناب سلمان فارسی سے منقول ہے کہ ایک شخص رسول خدا ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور اس نے کہا : السلام علیک یا رسول اللہ پیغمبر ﷺ نے جواب دیا وعلیک و رحمۃ اللہ ، دوسرا شخص آیا اور اس نے کہا : السلام علیک یا رسول اللہ و رحمۃ اللہ آپ ﷺ نے جواب میںفرمایا : و علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہ تیسرا شخص آیا اور اس نے کہا : السلام علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہ آنحضرت نے فرمایا: و علیک اس شخص نے پیغمبر ﷺ سے کہا کہ فلاں آپ ﷺ کے پاس آئے انہوںنے سلام کیا تو آپ نے ان کے جواب میں میرے جواب سے زیادہ کلمات ارشاد فرمائے ؟آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم نے ہمارے واسطے کوئی چیز چھوڑی ہی نہیں ، خداوند نے فرمایا ہے :

---

1)سورہ نساء 86_

(واذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن منها او ردوها) [1]

اور جب کوئی شخص سلام کرے تو تم بھی اس کے جواب میں بہتر طریقہ سے سلام کیا کرو یا وہی لفظ جواب میں کہدیا کرو_

مصافحہ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یادگار ایک اسلامی طریقہ مصافحہ کرنا بھی ہے _آپ کے مصافحہ کے آداب کو امیر المؤمنین بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ " ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے مصافحہ کیا ہو اور اس شخص سے پہلے اپنا ہاتھ کھینچ لیا ہو" [2]

امام جعفر صادق نے اس سلسلہ میں فرمایا" جب لوگوں نے اس بات کو سمجھ لیا تو حضرت سے مصافحہ کرنے میں جلدی سے اپنا ہاتھ کھینچ لیتے تھے"[3]

رخصت کے وقت

مؤمنین کو رخصت کرتے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لئے دعائے خیر کیا کرتے تھے; ان کو خیر و نیکی کے مرکب پر بٹھاتے اور تقوی کا توشہ ان کے ساتھ کرتے تھے_

---

1) تفسیر در المنثور ج2 ص 188_

2) مکارم الاخلاق ص 23_

3) سنن النبی ص 48_

ایک صحابی کو رخصت کرتے وقت فرمایا:

" زودک اللہ التقوی و غفرذنبک و لقاک الخیر حیث کنت " [1]

خداوند عالم خداوندعالم تمہارا توشہ سفر تقوی قرار دے، تمہارے گناہ معاف کردے اور تم جہاں کہیں بھی رہو تم تک خیر پہنچاتا رہے_

پکارتے وقت

اصحاب کو پکارنے میں آپکا انداز نہایت محترمانہ ہوتا تھا آنحضرت ﷺ اپنے اصحاب کے احترام اور ان کے قلبی لگاؤ کیلئے ان کو کنیت سے پکارتے تھے اور اگر کسی کی کوئی کنیت نہیںہوتی تھی تو اس کیلئے معین کردیتے تھے پھر تو دوسرے لوگ بھی اسی کنیت سے ان کو پکارنے لگتے تھے اس طرح آپ صاحب اولاد اور بے اولاد عورتوں، یہاں تک کہ بچوں کیلئے کنیت معین فرماتے تھے اور اس طرح سب کا دل موہ لے لیتے تھے [1]_

پکار کا جواب

آنحضرت ﷺ جس طرح کسی کو پکارنے میں احترام ملحوظ نظر رکھتے تھے ویسے ہی آپ ﷺ کے کسی کی آواز پر لبیک کہنے میں بھی کسر نفسی اور احترام کے جذبات ملے جلے ہوتے تھے_

---

1)مکارم الاخلاق ص 249_

2)سنن النبی ص53_

روایت ہوئی ہے کہ :

"لا یدعوہ احد من الصحابه و غیرھم الا قال لبیک" (1)

رسول خدا ﷺ کو جب بھی ان کے اصحاب میں سے کسی نے یا کسی غیر نے پکارا تو آپ نے اس کے جواب میں لبیک کہا _

امیر المؤمنین سے روایت ہے کہ جب رسول خدا ﷺ سے کوئی شخص کسی چیز کی خواہش کرتا تھا اور آپ ﷺ بھی اسے انجام دینا چاہتے تھے تو فرماتے تھے کہ " ہاں" اور اگر اسکو انجام دینا نہیں چاہتے تھے تو خاموش رہ جاتے تھے اور ہرگز " نہیں" زبان پر جاری نہیں کرتے تھے (2)

ظاہری آرائشے

کچھ لوگ مردوں کا فقط گھر کے باہر اور ناآشنا لوگوں سے ملاقات کرتے وقت آراستہ رہنا ضروری سمجھتے ہیں ان کے برخلاف رسول خدا ﷺ گھر میں اور گھر کے باہر دونوں جگہ نہایت آراستہ رہتے تھے، نہ صرف اپنے خاندان والوں کیلئے بلکہ اپنے اصحاب کیلئے بھی اپنے کو آراستہ رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ : خدا اپنے اس بندہ کو دوست رکھتاہے جو اپنے بھائیوں سے ملاقات کیلئے گھر سے نکلتے وقت آمادگی اور آراستگی سے نکلے(3)

---

1)سنن النبی ص53_

2)سنن النبی ص 70_

3)سنن النبی ص22_

مہما نوازی کے کچھ آداب

رسول اکرم صلى الله عليه وآله وسلم جو کہ عالی مزاج اور آزاد منش تھے وہ اپنے مہمانوں کا نہایت احترام و اکرام کرتے تھے_ منقول ہے کہ " جب کبھی کوئی آپ کے پاس آتا تھا تو جس تو شک پر آپ تشریف فرماہوتے تھے آنے والے شخص کو وہ دیتے تھے اور اگر وہ مہمان اسے قبول نہیں کرتا تو آپ اصرار فرماتے تھے یہاں تک وہ قبول کرلے _[1]

حضرت موسی بن جعفر عليه السلام نے فرمایا: " جب رسول خدا صلى الله عليه وآله وسلم کے یہاں کوئی مہمان آتا تھا تو آپ اس کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور جب تک مہمان کھانے سے اپنا ہاتھ روک نہیں لیتا تھا آپ کھانے میں اس کے شریک رہتے تھے _[2]

عیادت کے آداب

آپ اپنے اصحاب سے صحت و تندرستی ہی کے زمانہ میں ملاقات نہیں کرتے تھے بلکہ اگر کوئی مؤمن اتفاقاً بیمار پڑجاتا تو آپ اس کی عیادت کرتے اور یہ عمل خاص آداب کے ساتھ انجام پاتا_

---

1)سنن النبی ص 53_

2)سنن النبی ص 67_

عیادت کے آداب سے متعلق آپ ﷺ خود بیان فرماتے ہیں :

"تمام عیادة المریض ان یضع احدکم یده علیه و یسأله کیف انت؟ کیف اصبحت؟ و کیف امسیت؟ و تمام تحیتکم المصافحه "(1)

کمال عیادت مریض یہ ہے کہ تم اس کے اوپر اپنا ہاتھ رکھو اس سے پوچھو کہ تم کیسے ہو؟ رات کیسے گزاری ؟ تمہارا دن کیسے گذرا؟ اور تمہارا مکمل سلام مصافحہ کرنا ہے _

مریض کی عیادت کے وقت رسول خدا ﷺ کا ایک دوسرا طریقہ یہ تھا کہ آپ اس کے لئے دعا فرماتے تھے _ روایت ہے کہ جب سلمان فارسی بیمار ہوئے اور آپ نے ان کی عیادت کی ، تو اٹھتے وقت فرمایا :

"یا سلمان کشف الله ضرک و غفرذنبک و حفظ فی دینک و بدنک الی منتهی اجلک"

اے سلمان اللہ تمہاری پریشانی کو دور کرے تمہارے گناہ کو بخش دے اور موت آنے تک تمہارے دین اور بدن کو صحیح و سالم رکھے (2)

حاصل کلام

کلی طور پر جاودانی ، شائستگی اور خردمندی پیغمبر اکرم ﷺ کے برتاؤ کے آداب کی

---

1)مکارم الاخلاق 359_

2)مکارم الاخلاق ص361_

خصوصیات میں سے تھیں_آنحضرت ﷺ کے سلوک کا اثر آپکے زمانہ کے افراد پر ایسا گہرا تھا کہ بہت ہی کم مدت میں ان کی روح و فکر میں عظیم تبدیلی آگئی اور ان کو آپ ﷺ نے اخلاق اسلامی کے زیور سے آراستہ کردیا رسول ﷺ کی سیرت کو نمونہ عمل بنانافقط آپ ﷺ کے زمانہ کے افراد سے مخصوص نہیں ہے بلکہ جب تک دنیا قائم ہے اور اسلام کا پرچم لہرارہا ہے رسول اسلام ﷺ پر ایمان لانیوالوں کو چاہئے کہ آپ کے اخلاق ﷺ آداب اور سیرت کو آئیڈیل بنائیں_

کچھ اپنی ذات کے حوالے سے آداب

انفرادی اعمال کی انجام دہی میں آپکا طریقہ اس حد تک دلپذیر اور پسندیدہ تھا کہ لوگوں کیلئے ہمیشہ کیلئے نمونہ عمل بن گئے، آپ پر ایمان لانے والے آج سنت پیغمبر ﷺ سمجھ کر ان اعمال کو بجالاتے ہیں آنحضرت ﷺ کی زندگی کی تاریخ میں کوئی ایسی چھوٹی سی بات بھی ناپسندیدہ نظر نہیں آتی ، صرف بڑے کاموں میں ہی آپ کی سیرت سبق آموز اور آئیڈیل نہیں ہے بلکہ آپ کی زندگی کے معمولی اور جزئی امور بھی اخلاق کے دقیق اور لطیف ترین درس دیتے نظر آتے ہیں _

اس تحریر میں حضرت ﷺ کے کچھ ذاتی آداب کی طرف اشارہ کیا جارہاہے_ آداب رسول خدا ﷺ کے متلاشی افـراد کیلئے بہتر ہے کہ وہ ان کتابوں کا مطالعہ فرمائیں جو اس سلسلہ میں لکھی گئی ہیں_[1]

آرائش

دنیاوی زروزیور کی نسبت آپ ﷺ نظافت، صفائی اور پاکیزگی کو خاص اہمیت دیتے تھے اچھی خوشبو استعمال کـرتے تھے، بـالوں میں کنگھی کرتے تھے اور آپکا لباس ہمیشہ صاف ستھرا اورپاکیزہ رہتا تھا ، گھر سے نکلتے وقت آئینہ دیکھـتے ، ہمیشہ بـا وضـو ر ہـتے اورمسواک کرتے تھے آپ ﷺ کے لباس اور نعلین کا ایک رنگ ہوتا تھا جب آپ ﷺ سر پر عمامہ رکھتے تو اس وقت آپکا قد نمایاں ہوکر آپکے وقار میں اضافہ کردیتا تھا چونکہ اس موضوع پر مفصل گفتگو ہوگی اسلئے یہاں فقط اشارہ پر ہم اکتفا کررہے ہیں_

کھانے کے آداب

رسول خدا ﷺ مخصوص آداب سے کھانا تناول فرماتے تھے لیکن کوئی مخصوص غذا نہیں کھاتے تھے_

آپ ﷺ ہر طرح کی غذا نوش فرماتے تھے اور جس کھانے کو خدا نے حلال کیا ہے اسکو اپنے گھروالوں اور خدمتگاروںکے سـاتھ کھاتے تھے، اسی طرح اگر کوئی شخص آپ ﷺ کی دعوت

---

1) (سنن النبی علامہ طباطبائی ، مکارم الاخلاق طبرسی، بحارالانوار مجلسی و ...)_

کرتا تو آپ ﷺ زمین یا فرش پر بیٹھ جاتے اور جو کچھ پکاہوتا تھاتناول فرمالیتے تھے _

لیکن جب آپ ﷺ کے یہاں کوئی مہمان آجاتا تو آپ اس کے ساتھ غذا تناول فرماتے اور اس غذا کو بہترین تصور فرماتے تھے جس میںآپ ﷺ کے ساتھ زیادہ لوگ شریک ہوتے تھے_[1]

کسی کھانے کی مذمت نہیں کرتے تھے ، پسند آتا تو کھالیتے اوراگر ناپسند ہوتا تو نہیں کھاتے تھے لیکن اسے دوسروں کیلئے حرام نہیں کرتے تھے _[2]

کم خوری

دن بھر کی انتھک محنت اور ہمیشہ نماز شب کی ادائیگی کے باوجود کم غذا تناول فرماتے اور پرخوری سے پرہیز کرتے تھے_

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا : " رسول خدا ﷺ کے نزدیک اس سے زیادہ اور کوئی چیز محبوب نہ تھی کہ ہمیشہ بھوک رہے اور خوف خدادل میں رکھا جائے [3] کم خوری کی بناپر آپکا جسم لاغر اور اعضاء کمزور ہے _

---

1) مکارم الاخلاق ص 26_

2) سنن النبی ص 177_

3) مکارم الاخلاق ص 160_

امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام فرماتے تھے:" ساری دنیا سے شکم کے اعتبار سے آپ سب سے زیادہ لاغر اور کھانے کے اعتبار سے آپ سب سے زیادہ بھوک میں رہتے تھے ... بھوکے شکم کے ساتھ آپ دنیا سے تشریف لے گئے اور منزل آخرت میںصحیح و سالم پہنچے"[1]_

ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ نے زیادہ کھانا کھاکر شکم پر کیا ہو [2] چنانچہ کم خوری کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ارشاد فرماتے تھے : " ہم وہ ہیں کہ جو بھوک کے بغیر کھانا نہیں کھاتا اور جب کھاتے ہیں تو پیٹ بھر کر نہیں کھاتے "[3]کم خوری کی وجہ سے آپکا جسم صحیح و سالم تھا اور اسکی بنیاد مضبوط تھی_

آداب نشست

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے مخلص بندے تھے حق تعالی کی بندگی کی رعایت ہر حال میں کرتے تھے _ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے : " رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلاموں کی طرح کھانا کھاتے تھے غلاموں کی طرح زمین پر بیٹھتے اور زمین ہی پر سوتے تھے"_[4]

---

1) نہج البلاغہ ص 159_

2) سنن النبی ص182_

3) سنن النبی ص 181_

4) سنن النبی ص 163_

امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں : رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دسترخوان پر بیٹھتے تو غلاموں کی طرح بیٹھتے تھے اور بائیں ران پر تکیہ کرتے تھے"[1]

ہاتھ سے غذا کھانا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانے کا طریقہ یہ تھا کہ آپ کھانا ہاتھ سے کھاتے تھے_ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے : " رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلاموں کی طرح بیٹھتے' ہاتھوں کو زمین پر رکھتے اور تین انگلیوں سے غذا نوش فرماتے تھے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانا کھانے کا انداز اس طرح نہیں کھاتے تھے جیسے اہل نخوت کھانا کھاتے ہیں_[2]

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد امام محمد باقر سے نقل کرتے ہیں : " رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تھے تو اپنی انگلیوں کو چوستے تھے _[3]

کھانا کھانے کی مدت

تھوڑی سی غذا پر قناعت فرمانے کے باوجود جو افراد آپ کے ساتھ کھانا کھاتے تھے

---

1) سنن النبی ص 164_

2) سنن النبی ص 145_

3) سنن النبی ص 165_

آپ شروع سے آخر تک انکا ساتھ دیتے تھے تا کہ وہ لوگ آپ کی خاطر کھانے سے ہاتھ نہ کھینچ لیں اور بھوکے ہی رہ جائیں_
صادق آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب لوگوں کےساتھ کھانا کھانے کیلئے بیٹھتے تو سب سے پہلے شروع کرتے اور سارے لوگوں کے بعد کھانے سے ہاتھ روکتے تا کہ لوگ کھانے سے فارغ ہوجائیں _ [1]

ہر لقمہ کے ساتھ حمد خدا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ کسی بھی لمحہ یاد خدا سے غافل نہیں رہتے تھے اسلئے کھانا کھاتے وقت بھی خدا کا شکر ادا کرتے رہتے تھے_
منقول ہے کہ " رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر دو لقمہ کے درمیان حمد خدا کیا کرتے تھے" [2]

پانی پینے کا انداز

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پانی پینے وقت بھی ایک خاص ادب کا خیال رکھتے تھے روایت میں ہے کہ " جب پانی پیتے تو بسم اللہ کہتے ... پانی کو چوس کر پیتے اور ایک سانس میں نہیں پیتے

---

1)سنن النبی ص 164_

2)سنن النبی ص 168_

تھے ، فرماتے تھے کہ ایک سانس میں پانی پینے سے تلی میں درد پیدا ہوتاہے[1]روایت میں یہ بھی ہے "آپ ﷺ پانی پیتے وقت پانی کے برتن ہی میں سانس نہیں لیتے تھے بلکہ سانس لینا چاہتے تو برتن کو منہ سے الگ کرلیتے تھے" [2]

سفر کے آداب

جنگ اور جنگ کے علاوہ آپ ﷺ کے دونوں سفر مخصوص آداب کے ساتھ انجام پاتے تھے اور آپ تمام ضروری باتوں کا خیال رکھتے تھے_

زاد راہ

سفر کے موقع پر آپ ضروری سامان اپنے ساتھ لے لیتے تھے، زاد راہ سفر لینے کے بارے میں آپ ﷺ فرماتے ہیں : یہ سنت ہے کہ جب کوئی سفر کیلئے نکلے تو اپنا خرچ اور اپنی غذا اپنے ساتھ رکھے اسلئے کہ یہ عمل پاکیزگی نفس اور اخلاق کے اچھے ہونے کا باعث ہے_

---

1)سنن النبی ص 169_

2)سنن النبی ص 170_

ذاتی ضروریات کے سامان

زاد راہ کے علاوہ آپ اپنی ذاتی ضروریات کا سامان بھی اپنے ساتھ لے لیتے تھے_ روایت ہے کہ "آنحضرت ﷺ سفر میں چیزوں کو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور وہ چند چیزیں یہ ہیں آئینہ ،جسم پرملنے والا تیل ، سرمہ دانی، قینچی مسواک اور کنگھی _

دوسری حدیث میں ہے سوئی اور دھاگہ نعلین سینے والی سوئی اور پیوند لگانے کی چیزیں بھی آپ اپنے ساتھ رکھتے تاکہ لباس کو اپنے ہاتھوں سے سی لیں اور جوتے میں پیوند لگالیں"_[1]

"آنحضرت ﷺ کے سفر کے آداب میں ایک دوسری چیز کا بھی ذکر آیاہے اور وہ یہ کہ آپ جس راستے سے جاتے تھے اس راستے سے واپس نہیںآتے تھے بلکہ دوسرا راستہ اختیار کرتے تھے" [2]

" قدم تیز اٹھاتے اور راستہ جلد طے کرتے اور جب وسیع و عریض بیابان میں پہنچتے تو اپنی رفتار مزید تیز کردیتے تھے"[3]

آپ ہمیشہ سفر سے ظہر کے وقت واپس پلٹتے،[4]جب رسول خدا ﷺ سفر سے

---

1) مکارم الاخلاق ص 63_

2) سنن النبی ص 110_

3) سنن النبی 4 ص 114_

4) سنن النبی ص 117_

واپس آتے تو پہلے مسجد جاتے دو رکعت نماز پڑھتے اس کے بعد گھر تشریف لے جاتے تھے[1]

سونے کے آداب

رسول اکرم ﷺ خدا کے حکم کے مطابق راتوں کو بیدار اور دعاو عبادت میں مصروف رہتے تھے، فقط تھوڑی دیر سوتے وہ بھی مخصوص آداب کے ساتھ_

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں : " رسول خدا ﷺ جب بھی خواب سے بیدار ہوتے تو اسی وقت زمین پر خدا کا سجدہ بجالاتے تھے" [2]

نیچے بچھانے کیلئے ایک عبا اور ایک کھال کا تکیہ تھا کہ جس میں خرمہ کی چھال بھری ہوئی تھی _ ایک رات اسی بستر کو دہرا کرکے لوگوں نے بچھادیا جب آپ صبح کو بیدار ہوئے تو فرمایا کہ یہ بستر نماز شب سے روکتا ہے اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ اس کو اکہرا بچھایا جائے _

1) سنن النبی ص 119_

2)سنن النبی ص 140

[3] سنن النبی ص 154_

خلاصہ درس

1) پیغمبر اکرم ﷺ انتہائی پرکشش، قاطع اور بھر پور متانت کے حامل تھے انکا وہ ادب جو کہ ا نکے بزرگ منش ہونے اور وسعت نظر رکھنے کی عکاسی کرتا تھا ہر چھوٹے ، بڑے، فقیر اور غنی اور تمام لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے میں نظر آتاہے۔

الف: آپ ﷺ سلام کرنے میں پہل کیا کرتے تھے۔

ب: مصافحہ کرنے والے سے پہلے اپنا ہاتھ نہیں کھینچتے تھے۔

ج: اپنے اصحاب کو نہایت محترمانہ انداز میں پکارتے تھے۔

د: ہر ایک کی پکار کا نہایت ہی احترام و ادب سے جواب دیتے تھے۔

ھ :اپنے مہمانوں کیلئے آپ نہایت ادب و احترام کا مظاہرہ فرماتے تھے۔

2) رسول اکرم ﷺ کی سیرت کا ان کے زمانہ کے افراد پر ایسا گہرا اثر پڑا کہ تھوڑے ہی دنوں میں ان کی روح میں عظیم تبدیلی پیدا ہوگئی اور اس سیرت نے ان کو زیور اسلامی سے آراستہ کردیا۔

3)ذاتی اعمال میں آپکا انداز ایسا دل پذیر تھا کہ آپ نے ان اعمال کو جاودانی عطا کردی تھی اور آج آپ ﷺ پر ایمان لانیوالے ان کو سنت پیغمبر ﷺ سمجھ کر بجالاتے ہیں ۔

4) رسول اکرم کا سفر چاہے وہ جنگی ہو یا غیر جنگی مخصوص آداب کا حامل ہوتا تھا اور اسمیں آپ ﷺ ضرورت کی ان تمام چیزوں کو اپنے ساتھ رکھتے تھے جن کی سفر میں ضرورت ہوتی ہے۔

سوالات :

1_ لوگونسے ملنے جلنے میں آپ ﷺ کی کیا سیرت تھی اختصار کے ساتھ بیان فرمایئے

2 _ مریض کی عیادت کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے کیا آداب تھی ؟

3 _ لوگوں کے درمیان آپ کی سیرت کا کیا اثر تھا؟

4 _ ذاتی حالات مثلاً اپنے کو آراستہ کرنے، کھانے پینے میں آپ کے کیا آداب تھے؟ ان میں سے کچھ بیان فرمایئے

5 _ سفر کے وقت آپ کا کیا طریقہ ہوتا تھا ، تحریر فرمایئے

تیسرا سبق:

(پیغمبر اکرم ﷺ کا طرز معاشرت)

رسول اکرم ﷺ ملت اسلامیہ کے رہبر اور خدا کا پیغام پہنچانے پر مامور تھے اس لئے آپ ﷺ کو مختلف طبقات کے افراداور اقوام سے ملنا پڑتا تھا ان کو توحید کی طرف مائل کرنے کا سب سے بڑا سبب ان کے ساتھ آپ ﷺ کا نیک برتاو تھا_

لوگوں کے ساتھ معاشرت اورملنے جلنے کی کیفیت کے بارے میں آپ ﷺ سے بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں لیکن سب سے زیادہ جو چیز آپ ﷺ کی معنوی عظمت کی طرف انسان کی راہنمائی کرتی ہے وہ لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے میں نیک اخلاق اور آپ ﷺ کی پاکیزہ سیرت ہے _

وہ سیرت جس کا سرچشمہ وحی اور رحمت الہی ہے جو کہ حقیقت تلاش کرنے والے افراد کی روح کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے وہ سیرت جو "اخلاق کے مسلم اخلاقی اصولوں" [1] کے ایک سلسلہ سے ابھرتی ہے جو آپ ﷺ کی روح میں راسخ تھی اور آپ ﷺ کی ساری

---

1)سیرت نبوی، استاد مطہری 34 ، 22_

زندگی میں منظر عام پر آتی رہی_

اس مختصرسی بحث میں جو بیان کیا جائے گا وہ عام لوگوں کے ساتھ پیغمبر ﷺ کے سلوک کی طرف اشارہ ہوگا امید ہے کہ ... "لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ[1]تمھارے لئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اندر اسوہ حسنہ موجود ہے" کے مطابق آپ ﷺ کے کریمانہ اخلاق ہمارے لئے نمونہ بنیں گے _

صاحبان فضیلت کا اکرام

بعثت پیغمبر اسلام ﷺ کا ایک مقصد انسانی فضائل اور اخلاق کی قدروں کو زندہ کرنا ہے ، آپ ﷺ نے اس سلسلہ میں فرمایا:

"انما بعثت لاتمم مکارم اخلاق "[2]

یعنی ہماری بعثت کا مقصد انسانی معاشرہ کو معنوی کمالات اور مکارم اخلاق کی بلندی کی طرف لے جانا ہے _

اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ صاحبان فضیلت سے اگر چہ وہ مسلمان نہ بھی ہوں ، اچھے اخلاق سے ملتے اور ان کی عزت و احترام کرتے تھے" (یکرم اھل الفضل فی اخلاقھم و یتالف اھل الشرف بالبرلھم) [3] نیک اخلاق کی بناپر آپ ﷺ اہل فضل

---

1) احزاب ،21_

2) میزان الحکمہ ج3 ص149_

3) محجۃ البیضاء ج4 ص 126_

کی عزت کرتے اور اہل شرف کی نیکی کی وجہ سے ان پر مہربانی فرماتے تھے، رسول اکرم ﷺ کے سلوک کے ایسے بہت سارے نمونے تاریخ میں موجود ہیں ہم ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں :

حاتم کی بیٹی

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں " جب قبیلہ طئی کے اسیروں کو لایا گیا تو ان اسیروں میں سے ایک عورت نے پیغمبر ﷺ سے عرض کیا کہ آپ لوگوں سے کہدیں کہ وہ ہم کو پریشان نہ کریں اور ہمارے ساتھ نیک سلوک کریں اسلئے کہ میں اپنے قبیلے کے سردار کی بیٹی ہوں اور میرا باپ وہ ہے جو عہد و پیمان میں وفاداری سے کام لیتاہے اسیروںکو آزاد اور بھوکوں کو سیر کرتاہے سلام میں پہل کرتاہے اور کسی ضرورتمند کو اپنے دروازے سے کبھی واپس نہیں کرتا ہیں " حاتم طائی" کی بیٹی ہوں پیغمبر ﷺ نے فرمایا: یہ صفات جو تم نے بیان کئے ہیں یہ حقیقی مؤمن کی نشانی ہیں اگر تمہارا باپ مسلمان ہو تا تو میں اس کے لئے دعائے رحمت کرتا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اسکو چھوڑ دیا جائے اور کوئی اسکو پریشان نہ کرے اسلئے کہ اسکا باپ وہ شخص تھا جو مکارم الاخلاق کا دلدادہ تھا اور خدا مکارم الاخلاق کو پسند کرتاہے_[1]

---

1) محجة البیضاء ج4 ص132_

حاتم کی بیٹی کے ساتھ اس سلوک کا یہ اثر ہوا کہ اپنے قبیلے میں واپس پہنچنے کے بعد اس نے اپنے بھائی " عدی بن حاتم" کو تیار کیا کہ وہ پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر ایمان لے آئے، عدی اپنی بہن کے سمجھانے پر پیغمبر ﷺ کے پاس پہونچا اور اسلام قبول کرلیا اور پھر صدر اسلام کے نمایاں مسلمانوں، حضرت علی علیہ السلام کے جان نثاروں اور ان کے پیروکاروںمیں شامل ہوگیا(1)

بافضیلت اسیر

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ :پیغمبر ﷺ کے پاس کچھ اسیر لائے گئے آپ ﷺ نے ایک کے علاوہ سارے اسیروں کو قتل کرنے کا حکم دیدیا اس شخص نے کہا : کہ ان لوگوں میں سے صرف مجھ کو آپ نے کیوں آزاد کردیا ؟پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ : " مجھ کو جبرئیل نے خدا کی طرف سے خبردی کہ تیرے اندر پانچ خصلتیں ایسی پائی جاتی ہیں کہ جن کو خدا اور رسول ﷺ دوست رکھتاہے 1_ اپنی بیوی اور محرم عورتوں کے بارے میں تیرے اندر بہت زیادہ غیرت ہے 2_ سخاوت 3_ حسن اخلاق 4_ راست گوئی 5_ شجاعت " یہ سنتے ہی وہ شخص مسلمان ہوگیا کیسا بہتر اسلام" _(2)

---

1) سیرہ ابن ہشام ج4 ص 227_

2) بحارالانوار ج18 ص 108_

نیک اقدار کو زندہ کرنا اور وجود میں لانا

اسلام سے پہلے عرب کا معاشرہ قومی تعصب اور جاہلی افکار کا شکار تھا، مادی اقدار جیسے دولت،نسل ، زبان، ، رنگ ، قومیت یہ ساری چیزیں برتری کا معیار شمار کی جاتی رہیں رسول اکرم ﷺ کی بعثت کی وجہ سے یہ قدریں بدل گئیں اور معنوی فضائل کے احیاء کا زمانہ آگیا ، قرآن نے متعدد آیتوں میں تقوی، جہاد، شہاد، ہجرت اور علم کو معیار فضیلت قرار دیا ہے _

(الذین آمنوا و ھاجروا و جاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم و انفسھم اعظم درجة عنداللہ و اولءک ھم الفائزون)

[1]

جو لوگ ایمان لائے، وطن سے ہجرت کی اور راہ خدا میں جان و مال سے جہاد کیا وہ خدا کے نزدیک بلند درجہ رکھتے ہیں اور وہی کامیاب ہیں_

(ان اکرمکم عند اللہ اتقیکم) [2]

تم میں جو سب سے زیادہ تقوی والا ہے وہی خدا کے نزدیک سب سے زیادہ معزز ہے_

پیغمبر اسلام ﷺ جو کہ انسان ساز مکتب کے مبلغ ہیں آپ ﷺ امت اسلامی کے اسوہ کے عنوان سے ایسے اخلاقی فضائل اور معنوی قدر و قیمت رکھنے والوں کی بہت عزت کرتے تھے اور جو لوگ ایمان ، ہجرت اور جہاد میں زیادہ سابقہ رکھتے تھے آنحضرت ﷺ کے نزدیک وہ مخصوص احترام کے مالک تھے_

---

1) سورہ توبہ 20_

2) حجرات 13_

رخصت اور استقبال

مشرکین کی ایذاء رسانی کی بناپر پیغمبر ﷺ نے کچھ مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ مکہ سے ہجرت کر جائیں جب " جعفر بن ابی طالب" حبشہ کی طرف روانہ ہوئے تو پیغمبر ﷺ تھوڑی دور تک ان کے ساتھ ساتھ گئے اور آپ ﷺ نے دعا فرمائی_ اور جب چند سال بعد وہ اس سرزمین سے واپس پلٹے تو پیغمبر ﷺ بارہ قدم تک ان کے استقبال کیلئے آگے بڑھے آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور چونکہ ان کی حبشہ سے واپسی فتح خیبر کے بعد ہوئی تھی اسلئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: '' نہیں معلوم کہ میں فتح خیبر کیلئے خوشی مناوں یا جعفر کے واپس آجانے کی خوشی مناوں " [1]

انصار کی دلجوئی

فتح مکہ کے بعد کفار سے مسلمانوں کی ایک جنگ ہوئی جس کا نام" حنین" تھا اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح ملی تھی پیغمبر اکرم ﷺ نے جنگ حنین کے بعد مال غنیمت تقسیم کرتے وقت مہاجر و انصار میں سے کچھ لوگوں کو کچھ کم حصہ دیا اور مؤلفة القلوبکوکہ جوا بھی نئے مسلمان تھے زیادہ حصہ دیا ، انصار میں سے بعض نوجوان ناراض ہوگئے اور انہوں نے کہا کہ پیغمبر ﷺ اپنے چچازاد بھائیوں اور اپنے عزیزوں کو زیادہ چاہتے ہیں اسلئے ان کو زیادہ مال دے رہے ہیں حالانکہ ابھی ہماری تلواروں سے مشرکین کا خون ٹپک رہاہے اور ہمارے ہاتھوں

---

1) مکارم الاخلاق ص 239_

سے سخت کام آسان ہورہے ہیں _ ایک روایت کے مطابق " سعد بن عبادہ" پیغمبر ﷺ کے پاس آئے اور بولے جو بخشش و عنایت آپ ﷺ نے قبائل عرب اور قریش پرکئے ہیں ، انصار کے اوپر وہ عنایت نہیں ہوئی ہیں اسلئے انصاراس بات پر ناراض ہیں ، رسول خدا ﷺ نے خیمہ لگانے کا حکم دیا ، خیمہ لگایا گیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: " فقط انصار خیمہ میںآئیں، آپ ﷺ خود علی ؑ کے ساتھ تشریف فرماہوئے، جب انصار جمع ہوگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: " میں تم لوگوں سے کیا سن رہاہوں کیا یہ باتیں تمہارے لئے مناسب ہیں ؟ ان لوگوں نے کہا کہ یہ باتیں ناتجربہ کار نوجوانوں نے کہی ہیں انصار کے بزرگوں نے یہ باتیں نہیں کہی ہیں ، پھر پیغمبر ﷺ نے ان نعمتوں کو شمار کرایا جو خداوند عالم نے حضرت ﷺ کے وجود کے سایہ میں ان کو عطا کی تھیں اس پر انصار نے گریہ کیا اور پیغمبر ﷺ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دے کر کہا : ہم آپ ﷺ کی اطاعت کو دوست رکھتے ہیں مال کو دوست نہیں رکھتے ہم آپ ﷺ کے دنیا سے چلے جانے اور آپ ﷺ کی جدائی سے ڈرتے ہیں، نہ کہ کم سرمایہ سے،رسول خدا ﷺ نے فرمایا: "زمانہ جاہلیت سے ابھی قریش کا فاصلہ کم ہے ، مقتولین کی مصیبت برداشت کئے ہوئے ابھی تھوڑی دن گذرے ہیں میں نے چاہا کہ ان کی مصیبت ختم کردوں اور ان کے دلوں میں ایمان بھردوں اے انصار کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ اونٹ اور گوسفند لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تم رسول خدا ﷺ کے ساتھ اپنے گھر واپس جاو بیشک انصار ہمارے راز کے امین ہیں ، اگر تمام لوگ ایک راستے سے جائیں اور انصار دوسرے راستے سے گذریں تو میں اس راستے سے جاؤں گا جس سے انصار جارہے ہیں_ اسلئے کہ انصار

ہمارے اندرونی اور ہمارے جسم سے لپٹے ہوئے لباس ہیں اور دوسرے افراد ظاہری لباس کی حیثیت رکھتے ہیں_ [1]

پیغمبر ﷺ نے انصار کی عزت و تکریم کی اور چونکہ انہوں نے اسلام کیلئے گذشتہ زمانہ میں جد و جہد کی تھی اور اسلام کی نشر و اشاعت کے راستہ میں فداکاری کا ثبوت دیا تھا اس بناپر پیغمبر ﷺ نے ان کو اپنے سے قریب سمجھا اور اس طرح ان کی دلجوئی کی_

جانبازوں کا بدرقہ اور استقبال

سنہ 8 ھ میں واقع ہونے والی جنگ " موتہ" میں لشکر بھیجتے وقت رسول خدا ﷺ لشکر تیار کرلینے کے بعد لشکر کے ساتھ کچھ لوگوں کو لے کر بدرقہ کیلئے مدینہ سے ایک فرسخ تک تشریف لے گئے_

پیغمبر ﷺ نے نماز ظہران کے ساتھ ادا کی اور لشکر کا سپہ سالار معین فرمایا، سپاہیوں کیلئے دعا کی اس کے بعد " ثنیۃ الوداع" نامی جگہ تک جو مکہ کے قریب ہے ان کے ساتھ ساتھ تشریف لے گئے اور ان کے لئے جنگی احکام صادر فرمائے _[2]

سنہ 8 ھ میں واقع ہونے والے غزوہ " ذات السلاسل" کے بعد جب علی علیہ السلام جانبازان اسلام کے ساتھ فتح پاکر واپس پلٹے تو اس موقع پر پیغمبر اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو فتح

---

1) ناسخ التواریخ ج3 ص 132 ، 134_

2) السیرۃ الحلبی ج3 ص 68_

کی خبر دی اور مدینہ والوں کے ساتھ مدینہ سے تین میل دور جاکر ان کا استقبال کیا ، جب علی علیہ السلام نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو گھوڑے سے اتر پڑے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی گھوڑے سے اتر پڑے علی علیہ السلام کی پیشانی کو بوسہ دیا ان کے چہرہ سے گردو غبار صاف کیا اور فرمایا: الحمدللہ یا علی الذین شد بک ازری و قوی بک ظہری ، اے علی خدا کی حمد ہے کہ اس نے تمہارے ذریعہ سے ہماری کمر مضبوط کی اور تمہارے وسیلہ سے اس نے دشمنوںپر ہمیں قوت بخشی اور مدد کی_[1]

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح خیبر کی خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور حضرت علی کے استقبال کو آگے بڑھے ان کو گلے سے لگایا پیشانی کا بوسہ دیا اور فرمایا" خدا تم سے راضی ہے تمہاری کوشش اور جد و جہد کی خبریں ہم تک پہونچیں ، میں بھی تم سے راضی ہوں " علی علیہ السلام کی آنکھیں بھر آئیںپیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " اے علی یہ خوشی کے آنسوں ہیں یا غم کے " ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا خوشی کے اور میں کیوں نہ خوش ہوں کہ آپ مجھ سے راضی ہیں ؟ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " صرف میں ہی تم سے راضی نہیں ہوں بلکہ خدا، ملاءکہ ،جبرئیل اور میکائیل سب تم سے راضی ہیں_[2]

---

1) (ناسخ التواریخ ج2 ص 357)_

2) (ناسخ التواریخ ج2 ص 289)_

جہاد میں پیشقدمی کرنیوالوں کا اکرام

مسلمانوں اور کفار کے درمیان جو پہلی جنگ ہوئی وہ ' جنگ بدر " تھی جن لوگوں نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اس جنگ میں شرکت کی تھی وہ " اہل بدر"کے عنوان سے پیغمبر اکرم ﷺ اور صدر اسلام کے مسلمانوں کے نزدیک خصوصیت کے حامل تھے۔

حضرت پیغمبر اعظم ﷺ جمعہ کے دن " صفہ" پر بیٹھے ہوئے تھے اور لوگوں کی کثرت کی وجہ سے جگہ کم تھی (رسول خدا ﷺ مہاجرین و انصار میں سے " اہل بدر" کی تکریم کررہے تھے) اسی حال میں اہل بدر میں سے کچھ لوگ منجملہ ان کے ثابت ابن قیس بزم میں وارد ہوئے اور پیغمبر ﷺ کے روبرو کھڑے ہوکر فرمایا: السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ آپ ﷺ نے ان کے سلام کا جواب دیا اس کے بعد ثابت نے مسلمانوں کو سلام کیا مسلمانوں نے بھی جواب سلام دیا وہ اسی طرح کھڑے رہے اور رسول خدا ﷺ کے پاس جمع ہونے والی بھیڑ کی طرف دیکھتے رہے لیکن ان کو کسی نے جگہ نہیں دی پیغمبر ﷺ پر یہ بات بہت گراں گذری آنحضرت ﷺ نے اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے مہاجرین و انصار میں سے چند افراد سے کہ جو اہل بدر میں سے نہیں تھے کہا : فلاں فلاں تم اٹھو پھر اہل بدر میں سے جتنے لوگ وہاں موجود تھے اتنے ہی دوسرے افراد کو اٹھاکر اہل بدر" کو بٹھایا۔ یہ بات ان لوگوں کو بری لگی جن کو پیغمبر ﷺ نے اٹھایا تھا ان کے چہرے پر ناراضگی کے آثار دکھائی دینے لگے ، منافقین میں سے کچھ لوگوں نے مسلمانوں سے کہا کہ کیا تم یہ

تصور کرتے ہو کہ تمہارا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عدالت سے کام لیتاہے ، اگر ایسا ہے تو پھر اس جگہ انہوں نے عدالت سے کیوں نہیں کام لیا ؟ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی جگہ سے کیوں اٹھا دیا جو پہلے سے بیٹھے ہوئے تھے اور یہ بھی چاہتے تھے کہ ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب رہیں ؟ اور ان افراد کو ان کی جگہ پر کیوں بٹھا دیا جو بعد میں آئے تھے؟ اس وقت آیہ کریمہ نازل ہوئی :

(یا ایھا الذین آمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوایفسح اللہ لکم و اذا قیل انشزوا فانشزوا) [1]

اے اہل ایمان جب تم سے کہا جائے کہ اپنی اپنی مجلس میں ایک دوسرے کیلئے جگہ کشادہ کردو تو خدا کا حکم سنو اور جگہ چھوڑ دو تاکہ خدا تمہارے (مکان و منزلت) میں وسعت دے اور جب یہ کہا جائے کہ اپنی جگہ سے اٹھ جا و تب بھی حکم خدا کی اطاعت کرو [2]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہل بدر کا احترام کرنا اسلامی معاشرہ میں بلند معنوی قدروں کی احیاء اور راہ خدا میں جہاد کے سلسلہ میں پیش قدمی کرنیوالوں کے بلند مقام کا پتہ دیتاہے اسی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق صدر اسلام کے مسلمانوں کے درمیان " اہل بدر" خاص احترام اور امتیاز کے حامل تھے_

---

1) (مجادلہ 11)_

2) (بحار ج17 ص 24)_

شہداء اور ان کے خاندان کا اکرام

سنہ 8 ھ میں جنگ " موتہ" میں لشکر اسلام کی سپہ سالاری کرتے ہوئے " جعفر ابن ابی طالب" نے گھمسان کی جنگ میں اپنے دونوں ہاتھ راہ خدا میں دے دیئے اور زخموں سے چور ہوکر درجہ شہادت پر فائز ہوئے پیغمبر ﷺ نے ان کے بلند مرتبہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

"ان اللہ ابدل جعفرابیدیہ جناحین یطیر بھما فی الجنة حیث شاء "

خداوند عالم نے جعفر کو ان کے دونوںبازوں کے بدلے دو پر عنایت کئے ہیں وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں ان کے سہارے پرواز کرتے چلے جاتے ہیں _

اسی جنگ کے بعد جب لشکراسلام مدینہ واپس آیا تو رسول اکرم ﷺ مسلمانوں کے ساتھ ان کے استقبال کو تشریف لے گئے ، ترانہ پڑھنے والے بچوں کا ایک گروہ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھا، رسول خدا ﷺ مرکب پر سوار چلے جارہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا : بچوں کو بھی سوار کرلو اور جعفر کے بچوں کو مجھے دیدو پھر آپ ﷺ نے '' عبداللہ بن جعفر " کو جن کے باپ شہید ہوچکے تھے اپنی سواری پر اپنے آگے بٹھایا_

عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت نے مجھ سے فرمایا: اے عبداللہ میں تم کو تعزیت و مبارکباد پیش کرتاہوں کہ تمہارے والد ملائکہ کے ساتھ آسمان میں پرواز کررہے ہیں _

---

1) (السیرة الحلبیة ج2 ص 68)_

امام جعفر صادق علیہ السلام نقل کرتے ہیں کہ جعفر ابن ابی طالب کی شہادت کے بعد رسول خدا ﷺ ان کے بیٹے اور بیوی " اسماء بنت عمیس" کے پاس پہونچے، اسماء بیان فرماتی ہیں کہ جب پیغمبر ﷺ ہمارے گھر میں وارد ہوئے تو اسوقت میں آٹا گوندھ رہی تھی حضرت ﷺ نے مجھ سے پوچھا تمہارے بچے کہاں ہیں؟ میں اپنے تینوں بیٹوں" عبداللہ" ، "محمد" اور "عون" کو لے آئی ، آپ ﷺ نے ان کو اپنی گود میں بٹھایا اور سینہ سے لگایا آپ ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسوں جاری تھے میں نے عرض کی : اے اللہ کے رسول آپ ﷺ پر ہمارے ماں باپ فدا ہوجائیں آپ ﷺ ہمارے بچوں کے ساتھ یتیموں کا سا سلوک کیوں کررہے ہیں کیا جعفر شہید ہوگئے ہیں ؟ آنحضرت ﷺ کے گریہ میں اضافہ ہوگیا ارشاد فرمایا: خدا جعفر پر اپنی رحمت نازل کرے یہ سنتے ہی صدائے نالہ وشیون بلند ہوئی بنت پیغمبر ﷺ " فاطمہ علیہا السلام " نے ہمارے رونے کی آواز سنی تو انہوں نے بھی گریہ فرمایا ، پیغمبر ﷺ گھر سے باہر نکلے حالت یہ تھی کہ آپ ﷺ اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں پارہے تھے اور یہ فرمایا کہ :" گریہ کرنے والے جعفر پر گریہ کریں"_

اس کے بعد جناب فاطمہ زہرا سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: " جعفر کے اہل و عیال کیلئے کھانا تیار کرو اور ان کے پاس لے جاؤ اسلئے کہ وہ لوگ آہ و فغان میں مشغول سنہ 8 ھ میں واقع ہونے والے غزوہ " ذات السلاسل" کے بعد جب علی علیہ السلام جانبازان اسلام کے ساتھ فتح

1) (تاریخ یعقوبی ج2 ص 289) _

بات سنت قرار پائی خود عبداللہ بن جعفر کے قول کے مطابق " وہ لوگ تین دن تک پیغمبر ﷺ کے گھر مہمان رہے ـ ہمارے معاشرہ میں آج جو رواج ہے وہ سنت پیغمبر ﷺ کے برعکس ہے ہم آج دیکھتے ہیں کہ مصیبت زدہ کنبہ کے اقرباء اور رشتہ دار چند دنوں تک عزادار کے گھر مہمان رہتے ہیں ، جبکہ سنت پیغمبر ﷺ کو زندہ کرنا کرنا ہمارا فریضہ ہے ـ

ایمان یا دولت

تاریخ میں ہمیشہ یہ دیکھا گیا ہے کہ پیغمبروں کی آواز پر سب سے پہلے لبیک کہنے والے اور کان دھرنے والے زیادہ تر محروم اور مصیبت زدہ افراد ہی ہوتے تھے دولت مندوں اور مستکبرین نے خدا کے پیغمبروں سے ہمیشہ مقابلہ کیا اور حق کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کرتے رہے اگر انھوں نے اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے ظاہراً ایمان قبول کرلیا تو اسی برتری کے جذبہ کی بناپر دوسروں سے زیادہ امتیاز کے طلبگار رہے اشراف و قبائل عرب کے رئیسوں کا پیغمبر ﷺ پر ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ ان سے اورفقیر اور محروم مومنین سے مساوی سلوک کیا کرتے تھے بلکہ غلاموں اور ستائے ہوئے محروم افراد پر آپ ﷺ زیادہ توجہ فرماتے تھے اسلئے کہ ان کے پاس خالص ایمان تھا اور راہ اسلام میں دوسروں سے زیادہ یہ افراد فداکاری کا مظاہرہ کرتے تھے ـ

ایک دن، سلمان، بلال، عمار اور غلاموں اور نادار مسلمانوں کی ایک جماعت رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر تھی بزرگان قریش اور نئے مسلمان ہونے والوں میں سے چند افراد آپ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ : یا رسول اللہ ﷺ کاش ناداروں اور غلاموں کی اس جماعت کو آپ الگ ہی رکھتے یا ان کو اور ہم لوگوں کو ایک ہی نشست میں جگہ نہ دیتے آخر اس میں حرج ہی کیا ہے جب ہم یہاں سے چلے جاتے تب یہ لوگ آتے ، اس لئے کہ دور و نزدیک کے اشراف عرب آپ ﷺ کے پاس آتے ہیں ہم یہ نہیں چاہتے کہ وہ ہم کو اور ان لوگوں کو ایک ہی نشست میں دیکھیں_

فرشتہ وحی ان کے جواب میں آیت لے کر نازل ہوا :

(و لا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ و العشی یریدون وجھہ ما علیک من حسابھم منشئ و مامن حسابک علیھم من شئ فتطردھم فتکون من الظالمین) [1]

جو لوگ صبح و شام خدا کو پکارتے ہیں اور جنکا مقصود خدا ہے ان کو اپنے پاس سے نہ ہٹاؤ اسلئے کہ نہ تو آپ کے ذمہ ان کا حساب اور نہ ان کے ذمہ آپ کا حساب ہے لہذا تم اگر ان خداپرستوں کو اپنے پاس سے بھگادو گے تو ظالمین میں سے ہوجاؤ گے [2]

---

1) (انعام 25) _

2) (ناسخ التواریخ ج4 ص 83)_

اسی آیت کے نازل ہونے کے بعد فقراء مؤمنین پر رسول خدا ﷺ کی عنایت اور زیادہ ہوگئی _

ثروت مند شرفاء یا غریب مؤمن

سہل بن سعد سے منقول ہے کہ ایک شخص پیغمبر ﷺ کے پاس سے گذرا حضرت ﷺ نے اپنے اصحاب سے سوال کیا " اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے " لوگوں نے کہا کہ وہ شرفاء میں سے ہے کسی شاءستہ انسان کے یہاں یہ پیغام عقد دے تو لوگ اسکو لڑکی دے دیں گے ، اگر کسی کی سفارش کردے تو لوگ اسے قبول کریں گے ، اگر یہ کوئی بات کہے تو لوگ اسکو سنیں گے ، حضرت ﷺ خاموش ہوگئے تھوڑی دیر بعد ایک غریب مسلمان کا ادھر سے گزرہوا رسول اکرم ﷺ نے پوچھا " اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے " لوگوں نے کہا بہتر یہی ہے کہ اگر یہ لڑکی مانگے تو لوگ اسکو لڑکی نہ دیں ، اگر یہ کسی کی سفارش کرے تو اسکی سفارش نہیں سنی جائے، اگر یہ کوئی بات کہے تو اس پر کان نہیں دھرے جائیں گے _پیغمبر ﷺ نے فرمایا: " یہ اس مالدار شخص اور اسی جیسی بھری ہوئی دنیا سے تنہا بہتر ہے_[1]

---

1) (پیامبر رحمت صدر بلاغی ص 61)_

خلاصہ درس

1)امت اسلام کی رہبری اور الہی پیغام پہونچانے کا منصب آنحضرت ﷺ کے سپرد تھا اس وجہ سے آپ ﷺ کو مختلف طبقات کے افراد و اقوام سے ملنا پڑتا تھا ان لوگوں کے ساتھ آپکا کردار ساز سلوک توحید کی طرف دعوت کا سبب تھا_

2)صاحبان فضیلت و کرامت کے ساتھ چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں رسول اکرم اچھے اخلاق اور احترام سے پیش آتے تھے_

3)جن لوگوں کو اسلام میں سبقت حاصل ہے اوراسلام کی نشرو اشاعت میں جاں نثاری اور کوشش کی ہے رسول اکرم ﷺ نے ان لوگوں کا احترام کیا اور ان کو اپنے سے بہت نزدیک جانا_

4) اسلامی معاشرہ میں معنویت کی اعلی قدروں کے احیاء کیلئے پیش قدمی کرنیوالوں اور راہ خدا میں جہاد کرنے والوں " اہل بدر" کے ساتھ رسول خدا ﷺ عزت سے پیش آتے اور ان لوگوں کیلئے خاص امتیاز و احترام کے قاءل رہے_

5) رسول اکرم ﷺ نے دولت مندوں سے زیادہ غریب مؤمنین پر لطف و عنایت کی اس لئے کہ یہ خالص ایمان کے حامل تھے اور اسلام کی راہ میں دوسروں کی بہ نسبت زیادہ جاں نثاری کا ثبوت دیتے تھے_

)مؤلفة القلوب ایک وسیع المعنی لفظ ہے جو کہ ضعیف الایمان مسلمانوں کیلئے بھی بولا جاتاہے اور ان کفار کیلئے بھی جن کو اسلام کی طرف بلانا مقصود ہو تا کہ انہیں مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کی ترغیب دی جائے _[1]

---

1)جواہر الکلام ج1 ص 341 طبع_

سوالات :

1_ مقصد بعثت کے سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ کا قول پیش کیجئے؟

2_ پیغمبر اسلام ﷺ کے سلوک اور برتاو کا معاشرہ پر کیا اثر پڑا؟ ایک مثال کے ذریعہ اختصار سے لکھئے؟

3_مجاہدین " فی سبیل اللہ " کے ساتھ پیغمبر اکرم ﷺ نے کیا سلوک کیا ؟ اس کے دو نمونے پیش کیجئے؟

4_ شہداء کے گھر والوں کے ساتھ پیغمبر ﷺ کیا سلوک کرتے تھے تحریر فرمایئےاور یہ بھی بیان کیجئے کہ پیغمبر ﷺ نے کس عمل کو اپنی سنت قررا ردیا ہے ؟

5_ امیروں کے مقابل غریبوں کے ساتھ پیغمبر ﷺ کے سلوک کو بیان کرتے ہوئے ایک مثال پیش کیجئے_

چوتھا سبق:

(پیغمبر اکرم ﷺ کی مہربانیاں)

محبت اور مہربانی پیغمبر اکرم ﷺ کا وہ اخلاقی اصول تھا جو آپ ﷺ کے معاشرتی معاملات میں ظاہر ہوتا تھا_ آپ ﷺ کے رحم و عطوفت کا داءرہ اتنا وسیع تھا کہ تمام لوگوں کو اس سے فیض پہنچتا رہتا تھا گھر کے نزدیک ترین افراد سے لے کر اصحاب باوفا تک نیز بچے' یتیم ' گناہگار' گمراہ اور دشمنوں کے قیدی افراد تک آپ ﷺ کی رحمت کے سایہ میں آجاتے تھے یہ رحمت الہی کا پرتو تھا جو آپ ﷺ کے وجود مقدس میں تجلی کیے ہوئے تھا_

(فبما رحمة من الله لنت لهم) [1]

رحمت خدا نے آپ ﷺ کو مہربان بنادیا _

گھر والوں سے محبت و مہربانی

جب گھر کا ماحول پیار و محبت اور لطف و عطوفت سے سرشار ہوتاہے تو وہ مستحکم ہوکر

---

1) (آل عمران 159/) _

بافضیلت نسل کے ارتقاء کا مرکز بن جاتاہے_رسول خدا ﷺ گھر کے اندر محبت و مہربانی کا خاص اہتمام فرماتے تھے ' گھر کے اندر آپ ﷺ اپنے ہاتھوں سے کپڑے سیتے ' دروازہ کھولتے بھیڑ اور اونٹنی کا دودھ دوہتے جب کبھی آ پکا خادم تھک جاتا تو خودہی جو یاگیہوں سے آٹا تیار کرلیتے' رات کو سوتے وقت وضو کا پانی اپنے پاس رکھ کر سوتے' گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا کام خود انجام دیتے اور اپنے خاندان کی مشکلوں میں ان کی مدد کرتے[1]

اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا :

"خیر کم خیر کم لاھله و انا خیرکم لاھلی [2] یا 'خیارکم ' خیر کم لنساءہ و انا خیر لکم لنسائی" [3]

یعنی تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور میں تم سے اپنے اہل کے ساتھ اچھا سلوک کرنے میں سب سے بہتر ہوں یا یہ کہ تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو اپنی عورتوں سے اچھا سلوک کرے اور میں تم سے اپنی عورتوں سے اچھا سلوک کرنے میں سب سے بہتر ہوں_

خدمتگار کے ساتھ مہربانی

اپنے ماتحت افراد اور خدمتگاروں کے ساتھ آپ ﷺ کا محبت آمیز سلوک آپ ﷺ کی مہربانی کا

---

1) (سنن النبی ص 73)_

2) (مکارم الاخلاق ص 216)_

3) (محجۃ البیضاء ج3 ص98)_

ایک دوسرا رخ ہے "انس بن مالک" کہتے ہیں کہ : " میںنے دس سال تک حضرت ﷺ کی خدمت کی لیکن آپ ﷺ نے مجھ سے کلمہ " اف" تک نہیں فرمایا_ اور یہ بھی کبھی نہیں کہا کہ تم نے فلاں کام کیوں کیا یا فلاں کام کیوں نہیں کیا _ انس کہتے ہیں کہ :آنحضرت ﷺ ایک شربت سے افطار فرماتے تھے اور سحر میں دوسرا شربت نوش فرماتے تھے اور کبھی تو ایسا ہوتا کہ افطار اور سحر کیلئے ایک مشروب سے زیادہ اور کوئی چیز نہیں ہوتی تھی وہ مشروب یا تو دودھ ہوتا تھا یا پھرپانی میں بھیگی ہوئی روٹی ' ایک رات میں نے مشروب تیار کرلیا حضرت ﷺ کے آنے میں دیر ہوئی تو میں نے سوچا کہ اصحاب میں سے کسی نے آپ ﷺ کی دعوت کردی ہوگی' یہ سوچ کر میں وہ مشروب پی گیا' تھوڑی دیر کے بعد رسول خدا ﷺ تشریف لائے میں نے ایک صحابی سے پوچھا کہ :حضور ﷺ نے افطار کرلیا؟کیا کسی نے آپ ﷺ کی دعوت کی تھی ؟ انھوں نے کہا : نہیں ' اس رات میں صبح تک غم و اندوہ میں ایسا مبتلا رہا کہ خدا ہی جانتا ہے اسلئے کہ ہر آن میں مجھے یہ کھٹکا لگا رہا کہ کہیں حضرت ﷺ وہ مشروب مانگ نہ لیں اگر آپ ﷺ مانگ لیں گے تو میں کہاں سے لاوں گا یہاں تک کہ صبح ہوگئی حضرت نے روزہ رکھ لیا لیکن اس کے بعد آپ ﷺ نے اس مشروب کے بارے میں مجھ سے کبھی کچھ نہیں پوچھا اور اسکا کبھی کوئی ذکر نہیں فرمایا:[1]

---

1) (منتھی الامال ج ص18 ،مطبوعہ کتابفروشی علمیہ اسلامیہ)_

امام زین العابدین علیہ السلام کا خادم

امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے غلام کو دو مرتبہ آواز دی لیکن اس نے جواب نہیںدیا،تیسری بار امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم میری آواز نہیں سن رہے ہو؟اس نے کہا کیوں نہیں ، آپ نے فرمایا: پھر جواب کیوں نہیں دیتے؟ اس نے کہا کہ چوں کہ کوئی خوف نہیں تھا اسلئے میں نے اپنے کو محفوظ سمجھا، امام نے فرمایا: "خدا کی حمد ہے کہ میرے غلام اور نوکر مجھ کو ایسا سمجھتے ہیں اور اپنے کو محفوظ محسوس کرتے ہیں اور اپنے دل میں میری طرف سے کوئی خوف محسوس نہیں کرتے" (1)

اصحاب سے محبت

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملت اسلامیہ کے قاءد ہونے کے ناتے توحید پر ایمان لانے والوں اور رسالت کے پروانوں پر خلوص و محبت کی خاص بارش کیا کرتے تھے_ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اپنے اصحاب کے حالات معلوم کرتے اور ان کی حوصلہ افزائی کیا کرتے اور ان اگر تین دن گزرے میں کسی ایک صحابی کو نہ دیکھتے تو اسکے حالات معلوم کرتے اور اگر یہ خبر ملتی تھی کہ کوئی سفر میں گیا ہوا ہے تو اس کے لئے دعا کرتے تھے اور اگر وہ وطن میں ہوتو ان سے ملاقات کیلئے تشریف لے جاتے_ اگر وہ بیمار ہوتے تو ان کی عیادت کرتے تھے(2)

---

1) (بحارالانوار ج46 ص 56)_

2) (سنن النبی ص 51)_

جابر پر مہربانی

جابر ابن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ : میں انیس جنگوںمیں رسول خدا ﷺ کے ساتھ تھا ، ایک جنگ میں جاتے وقت میرااونٹ تھک کر بیٹھ گیا،آنحضرت صلی‌اللہ‌علیہ‌و آلہ‌وسلم تمام لوگوں کے پیچھے تھے، کمزور افراد کو قافلہ تک پہونچاتے اور ان کے لئے دعا فرماتے تھے،حضور ﷺ میرے نزدیک آئے اور پوچھا : تم کون ہو؟ میں نے کہا میں جابر ہوں میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوجائیں_ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا ہوا؟ میں نے کہا میرا اونٹ تھک گیا ہے آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا تمھارے پاس عصا ہے میں نے عرض کی جی ہاں تو آپ ﷺ نے عصا لے کر اونٹ کی پیٹھ پر مارا اور اٹھاکر چلتا کردیا پھر مجھ سے فرمایا : سوار ہوجاؤ جب میں سوار ہوا تو حضرت ﷺ کے اعجاز سے میرا اونٹ آپ ﷺ کے اونٹ سے آگے چل رہا تھا، اس رات پیغمبر ﷺ نے 25 مرتبہ میرے لئے استغفار فرمایا [1]

بچوں اور یتیموں پر مہربانی

بچہ پاک فطرت اور شفاف دل کا مالک ہوتاہے اس کے دل میں ہر طرح کے بیج کے پھولنے پھلنے کی صلاحیت ہوتی ہے بچے پر لطف و مہربانی اور اسکی صحیح تربیت اس کے اخلاقی نمو اوراندرونی استعداد کے پھلنے پھولنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے یہ بات ان یتیموں

---

1) (حیواۃ القلوب ج2 ص 127)

کیلئے اور بھی زیادہ موثر ہے جو بہت زیادہ محبت اور عطوفت کے محتاج ہیں اور یہ چیز اندرونی پیچیدگیوں کے سلجھانے کیلئے اور احساس کمتری کو دور کرنے میں بہت مہم اثر رکھتی ہے۔

رسول اعظم ﷺ کی زندگی میں رحمت نے اتنی وسعت حاصل کی کہ آپ ﷺ کی محبت کی گرمی نے تمام افسردہ اور بے مہری کی ٹھنڈک میں ٹھٹھری والوں کو اپنے دامن میں چھپالیا تھا بچوں اور یتیموں سے آپ ﷺ کا سلوک آپ ﷺ کی زندگی کا درخشان پہلو ہے۔

رسول مقبول ﷺ کے پاس لوگ بچوں کو لاتے تھے تا کہ آپ ان کے لئے دعا کریں اور انکا نام رکھدیں پیغمبر ﷺ بچے کو اپنی گود میں بٹھاتے تھے کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کے بچہ گود نجس کردیتا تھا، جو لوگ حضرت ﷺ کے پاس ہوتے تھے وہ یہ دیکھ کر چلانے لگتے تھے لیکن نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ بچے کو ڈانٹ کر پیشاب کرنے سے نہ روکواسے پیشاب کرنے دو تا کہ وہ پیشاب کرلے جب دعا اور نام رکھنے کا کام ختم ہوجاتا تھا تو بچے کے وارث نہایت خوشی کے ساتھ بچے کو لے لیتے تھے ایسے موقع پر پیغمبر ﷺ کے چہرہ پر کبھی ناراضگی نہیں نظر آتی تھی رسول اکرم ﷺ اس کے بعد اپنا لباس پاک کرلیتے تھے۔[1]

---

1) (سنن النبی ص 50)۔

امام علیہ السلام یتیموں کے باپ

حبیب ابن ثابت سے منقول ہے کہ کچھ انجیر اور شہد ہمدان و حلوان سے حضرت علی علیہ السلام کیلئے لائے گئے (ہمدان و حلوان میں انجیر کے درخت بہت ہیں اور وہاںکا انجیر مشہور بھی ہے)امیر المؤمنین نے لوگونسے کہا کہ یتیم بچوں کو بلایا جائے بچے آ گئے تو آپ نے ان کو اس بات کی اجازت دی کہ خود بڑھ کر شہد کے مشک سے شہد لیکر کھالیں اور اپنی انگلیوں سے چاٹ لیںلیکن دوسرے افراد کو آپ نے برتن میںرکھ کر اپنے ہاتھوں سے بانٹا، لوگوں نے حضرت پر اعتراض کیا کہ آپ نے یتیموں کو کیوں اجازت دے دی کہ وہ اپنی انگلیوں سے مشک میں سے چاٹ لیں اور خود کھائیں؟آپ نے فرمایا: امام یتیموں کا باپ ہوتاہے اسے چاہیئے کہ اپنے بچوںکی طرح ان کو بھی اجازت دے تا کہ وہ احساس یتیمی نہ کریں[1]

گناہگاروں پر مہربانی

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجودی کہ ایک اہم فریضہ اور رسالت کی بڑی ذمہ داری کے حامل تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گنہگاروں کے ساتھ کبھی کسی متکبرانہ جابروں جیسا برتاو نہیں کیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ ان کے ساتھ لطف و رحمت کا ہس سلوک کیا ، ان کی گمراہی پر ایک شفیق باپ

---

1)(بحارالانوار ج/41ص123)_

کی طرح رنجیدہ رہے اور ان کی نجات کیلئے آخری حد تک کوشش کرتے رہے اکثر ایسا ہوتا کہ گناہگار آپ ﷺ کے پاس آتے اپنے گناہ کا اعتراف کرتے تھے لیکن آنحضرت ﷺ کی کوشش یہی رہتی کہ لوگ اعتراف کرنے سے باز آجائیں تا کہ حضور ان پر حد الہی جاری کرنے کیلئے مجبور نہ ہوں اور انکا کام خدا کی وسیع رحمت کے حوالہ ہو جائے (صدر بلاغی کی کتاب پیامبر رحمت ص 55 ،51 سے مستفادہ ہے)_

سنہ 8 ھ میں قبیلہ غامد کی ایک عورت جسکا نام " سبیعہ " تھا رسول خدا ﷺ کے پاس آئی اس نے کہا کہ : اے اللہ کے رسول میں نے زنا کیا ہے آپ مجھ پر حد جاری کریں تا کہ میں پاک ہوجاؤ آپ نے فرمایا : جاو توبہ کرو اور خدا سے معافی مانگ لو اس نے کہا کہ : کیا آپ مجھ کو " ماعز ابن مالک" (ماعز بن مالک وہ شخص تھا جو زنا کے اقرار کیلئے چند مرتبہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن آپ ﷺ کے اسے ہر دفعہ لوٹا دیا کہ وہ اقرار سے ہاتھ کھینچ لے _[1]) کی طرح واپس کردینا چاہتے ہیں ؟ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کیا زنا سے حمل بھی ہے ؟ اس نے کہا ہاں ہے آپ نے فرمایا: وضع حمل ہوجانے دو پھر اسکو انصار میں سے ایک شخص کے سپرد کیا تا کہ وہ اسکی سرپرستی کرے جب بچہ پیدا ہوگیا تو حضرت ﷺ نے فرمایا: تیرے بچہ کو دودھ کون پلائیگا؟ تو جا اور جاکر اسے دودھ پلا کچھ مدت کے بعد جب اسکی دودھ بڑھائی ہوگئی تو وہ عورت اس بچہ کو گود میں لئے ہوئے پھر آئی بچہ کے ہاتھ میں

---

1) فروغ کافی ج7 ص 185_

روٹی تھی اس نے پیغمبر ﷺ سے پھر حد جاری کرنے کی خواہش کا اظہار کیا _ آپ ﷺ نے بچے اس سے لیکر ایک مسلمان کے حوالہ کیا اور پھر حکم دیا اسکو سنگسار کردیا جائے ، لوگ ابھی پتھر مار ہی رہے تھے کہ خالد ابن ولید نے آگے بڑھ کر اس عورت کے سرپر ایک پتھر مارا پتھر کا لگنا تھا کہ خون اچھل کر خالد کے منہ پر پڑا_ خالد نے غصہ کے عالم میں اس عورت کو برا بھلا کہا پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ : اے خالد تم اسکو برے الفاظ سے یاد نہ کرو خدا کی قسم کہ جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے سبیعہ نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر " عشار" ایسے توبہ کرے تو خدا اس کے جرم کو بھی معاف کردے_ پھر آپ ﷺ کے حکم سے لوگ اس عورت کا جسم باہر لائے اور نماز کے بعد اس کو سپرد لحد کردیا گیا [1]

رسول خدا کی عنایت اور مہربانی کا ایک یہ بھی نمونہ ہے کہ آپ ﷺ نے شروع میں اس عورت کو اقرار کرنے سے روکا اسلئے کہ چار مرتبہ اقرار کرنا اجراء حد کا موجب بنتاہے اور آخر میں حد جاری کرتے وقت اس گنہ کار مجرم کو برا بھلا کہنے سے روکا_

اسیروں پر مہربانی

اسیر ایک شکست خوردہ دشمن ہے جس کے دل کو محبت کے ذریعہ رام کیا جاسکتاہے فتح مند رقیب کیلئے اس کے دل میں جو احساس انتقام ہے اسکو ختم کرکے اسکی ہدایت کیلئے زمین

---

1) (ناسخ التواریخ ج3 ص 179)_

ہموار کی جاسکتی ہے _ رسول خدا ﷺ کے لطف و مہربانی کاایک مظہر اسیروں کے ساتھ حسن سلوک ہے _

ثمامہ ابن اثال کی اسیری

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ کسی سریہ میں ثمامہ ابن اثال کو گرفتار کرکے حضرت رسول اکرم ﷺ کے پاس لایاگیا ثمامہ اہل یمامہ کے رئیس تھے کہتے ہیں کہ ان کا فیصلہ اہل طئ اور یمن والوں کے درمیان میں بھی مانا جاتا تھا ، رسول خدا ﷺ نے آپکوپہچان لیا اور ان کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیاآنحضرت ﷺ روزانہ اپنے گھر سے ان کے لئے کھانا بھیجتے ، خود ان کے پاس جاتے اور ان کو اسلام کی دعوت دیتے، ایک دن آپ ﷺ نے ان سے فرمایا میں تم کو تین چیزوں کے منتخب کرنے کا اختیار دیتاہوں، پہلی بات تو یہ ہے کہ تم کو قتل کردوں، ثمامہ نے کہا کہ اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ ایک بہت بڑی شخصیت کو قتل کرڈالیں گے_حضرت نے فرمایادوسری بات یہ ہے کہ اپنے بدلے کچھ مال فدیہ کے طور پر تم ادا کردو اور آزاد ہوجاؤ_ ثمامہ نے کہا اگر ایسا ہوگا تو میرے لئے بہت زیادہ مال ادا کرنا پڑیگااور میری قیمت بہت زیادہ ہوگی (یعنی میری قوم کو میری آزادی کیلئے بہت مال دینا پڑیگا) کیونکہ میں ایک بڑی شخصیت کا مالک ہوں، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تیسری

---

1) (سیرت رسول اللہ ﷺ رفیع الدین الحق ابن محمد ہمدانی ج2 ص1092)_

صورت یہ ہے میں تجھ پر احسان کروں اور تجھے آزاد کردوں ، ثمامہ نے کہا اگر آپ ﷺ ایسا کریں گے تو مجھے شکرگزار پائیں گے پھر پیغمبر ﷺ کے حکم سے ثمامہ کو آزاد کردیا گیا ۔ ثمامہ نے ایمان لانے کے بعد کہا : خدا کی قسم جب میں نے آپکو دیکھاتھا تو سمجھ تھا کہ آپ پیغمبر ﷺ ہیں اور اسوقت میں آپ ﷺ سے زیادہ کسی کو دشمن نہیں رکھتا تھا اور اب آپ ﷺ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں ۔

دوسروں کے حقوق کا احترام

کسی بھی معاشرہ میں بنیادی بات یہ ہے کہ حقوق کی رعایت کی جائے اور ان کو پامال ہونے سے بچایا جائے پیغمبر اکرم ﷺ حق و عدالت قاءم کرنے کیلئے اس دنیا میں تشریف لائے تھے آپ ﷺ کے سماجی کردار میں ایک بات یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ دوسروں کے حقوق کا حدو درجہ احترام کیا کرتے تھے ۔

حضرت موسی بن جعفر علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول ﷺ پر ایک یہودی کے چند دینار قرض تھے، ایک دن اس نے اپنے قرض کا مطالبہ کیا حضرت ﷺ نے فرمایا: پیسے نہیں ہیں لیکن اس نے یہ عذر قبول نہیں کیا ، آپ ﷺ نے فرمایا: ہم یہیں بیٹھ جاتے ہیں ، پھر یہودی بھی وہیں بیٹھ گیا ، یہاں تک کہ ظہر ، عصر ، مغرب، عشاء اور صبح کی نماز وہیں ادا کی اصحاب پیغمبر ﷺ نے یہودی کو ڈانٹا کہ تو نے رسول خدا ﷺ کو کیوں بٹھار کھاہے ؟ لیکن آپ ﷺ نے منع کیا اور

فرمایا : کہ خدا نے ہمیں اسلئے مبعوث کیا ہے کہ جو امن و امان میں ہے اس پر یا اس کے علاوہ اور کسی پر ستم کیا جائے، جب صبح ہوئی اور سورج ذرا بلند ہوا تو یہودی نے کہا : اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان مُحَمَّدا عبدہ و رسولہ پھر اس نے اپنا آدھا مال راہ خدا میں دے دیا اور کہا میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ پیغمبر آخر الزمان ﷺ کیلئے جو صفتیں بیان ہوئی ہیں وہ آپ ﷺ میں ہیں یا نہیں ہیں ، توریت میں بیان ہوا ہے کہ ان کی جائے پیدائش مکہ، محل ہجرت مدینہ ہے ، وہ تند خو نہیں ہوں گے بلند آواز سے اور چیخ کر باتیں نہیں کریں گے اپنی زبان پر فحش باتیں جاری نہیں کریں گے _ میں نے دیکھا کہ یہ اوصاف آپ ﷺ میں موجود ہیں اور اب یہ آدھا مال آپ ﷺ کے اختیار میں ہے_[1]

بیت المال کی حفاظت

رسول خدا ﷺ حاکم اسلام ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کے بیت المال کی حفاظت کی عظیم ذمہ داری کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے اسلئے کہ بیت المال معاشرہ کے تمام افراد کے حقوق سے متعلق ہے _ غیر مناسب مصرف سے روکنا لازمی ہے اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کا رویہ بھی بڑا سبق آموز ہے _

سنہ 9 ھ میں " ابن اللبیثہ" نامی ایک شخص مسلمانوں کی ایک جماعت میں زکوۃ وصول

1) (حیوۃ القلوب ج2 ص 117)_

کرنے کیلئے بھیجا گیا وہ زکوۃ وصول کرکے رسول خدا ﷺ کے پاس آیا اس نے کہا : یہ زکواۃ ہے اور یہ ہدیہ جو مجھ کو دیا گیا ہے نبی اکرم ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور حمد خدا کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ہم نے کچھ لوگوں کو اس کام کے انجام دینے کیلئے بھیجا جس کام کا خدا نے مجھ کو حاکم بنایا ہے ، ان میں سے ایک شخص میرے پاس آکر کہتاہے یہ زکوۃ ہے اور یہ ہدیہ ہے جو مجھے دیا گیا ہے _ میں پوچھتاہوں وہ اپنے گھر ہی میں کیوں نہیں بیٹھا رہتا تا کہ دیکھ لے کہ اس کیلئے کوئی ہدیہ آرہا ہے یا نہیں ؟ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر کوئی شخص زکوۃ کا مال لیگا تو وہ قیامت کے دن اس کی گردن میں ڈال دیا جائیگا_ وہ مال اگر اونٹ ہے تو اسکی گردن میں اونٹ ہوگا اور اگر گائے یا گوسفند ہے تو یہی اسکی گردن میں ہوں گے پھر آپ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا خدایا میںنے پیغام پہنچادیا [1]

حضرت علی علیہ السلام اور بیت المال

جو حضرات عمومی اموال کو خرچ کرنے میں اسلامی اصولوں کی رعایت نہیں کرتے تھے ان کے ساتھ علی کا وہی برتاؤ تھا جو رسول خدا ﷺ کا تھا اس سلسلہ کا ایک نمونہ پیش خدمت ہے _عبداللہ(یا عبیداللہ) ابن عباس کو ایک خط میں حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ " خدا سے ڈرو اور لوگوں کے اس مال کو جو تم نے لے لیا ہے واپس کردو اگر تم یہ کام نہیں کروگے تو خدا

---

1) (ناسخ التواریخ ج2 ص 159)_

مجھ کو تم پر قوی بنائیگا اور میں تم پر دسترسی حاصل کرکے تم کو تمہارے کیفر کردار تک پہونچانے میں خدا کے نزدیک معذور ہونگا اور تم کو اس تلوار سے قتل کردوں گا جس سے میں نے جسکو بھی قتل کیا ہے وہ جہنم میں داخل ہواہے خدا کی قسم اگر حسن و حسین (علیہما السلام) بھی ایسا کام کرتے جیسا تم نے کیا ہے تو ان سے بھی صلح و موافقت نہیں کرسکتا تھا اور وہ میرے ذریعہ اپنی خواہش تک نہیں پہونچ سکتے تھا یہاں تک کہ میں ان سے حق لے لوں اور جو باطل ان کے ستم سے واقع ہوا ہو اسکو دور کردوں " (1)

بے نیازی کا جذبہ پیدا کرنا

ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنا اور ان کی مشکلات حل کرنا پیغمبر ﷺ کے عملی منصوبوں کا جزء اور اخلاقی خصوصیات کا حصہ تھا پیغمبر ﷺ نے کبھی کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کیا(2) لیکن خاص موقع پر افراد کی عمومی مصلحت کے مطابق یا کبھی معاشرہ کی عمومی مصلحت کے تقاضہ کی بناپر رسول خدا ﷺ اور ائمہ معصومین (علیہم السلام) نے ایسا رویہ اسلئے اختیار کیا تا کہ لوگوں کے اندر " بے نیازی کا حوصلہ " پیدا ہوجائے_

---

1) (نہج البلاغہ فیض مکتوب نمبر 41 / ص 958)_

2) (سنن النبی ص 84)_

مدد کی درخواست

رسول خدا ﷺ کے ایک صحابی فقر و فاقہ سے عاجز آچکے تھے اپنی بیوی کی تجویز پر حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے تا کہ مدد کی درخواست کریں ابھی وہ اپنی ضرورت کو بیان بھی نہیں کرپائے تھے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی مجھ سے مدد مانگے تو میں اسکی مدد کروں گا لیکن اگر کوئی بے نیازی کا ثبوت دے تو خدا اسکو بے نیاز بنادیگا، اس صحابی نے اپنے دل میں کہا کہ یہ اشارہ میری ہی طرف ہے لہذا وہ واپس گھر لوٹ گئے اور اپنی بیوی سے ماجرا بیان کیا _ دوسرے دن پھر غربت کی شدت کی بناپررسول ﷺ کی خدمت میں وہی مدعا لے کر حاضر ہوئے مگر دوسرے دن بھی وہی جملہ سنا اور گھر لوٹ آئے،جب تیسری بار رسول اکرم ﷺ وسلم سے پھر وہی جملہ سنا تواپنی مشکل کو حل کرنے کا راستہ پاگئے، انہوں نے صحرا میں جاکر لکڑیاں جمع کرنے کا ارادہ کیا تا کہ اسکو بیچ کر رزق حاصل کریں کسی سے عاریت ایک کلہاڑی مانگ لائے ، پہاڑ پر چلے گئے اور وہاں سے کچھ لکڑیاں کاٹ کر فروخت کردیں پھر روزانہ کا یہی معمول بن گیا ، رفتہ رفتہ وہ ا پنے لئے کلہاڑی ، باربردار جانور اور سارے ضروری سامان خرید لائے پھر ایک دن ایسا بھی آیا کہ دولت مند بن گئے بہت سے غلام خرید لئے، چنانچہ ایک روز پیغمبر ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر اپنا سارا واقعہ بیان کیا_ آپ ﷺ نے فرمایا : کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ جو مجھ سے مانگے گا میں اسکی مدد کرونگا لیکن اگر بے نیازی اختیار کریگا تو خدا اسکو بے نیاز کردیگا _[1]

---

1)(اصول کافی ج2 ص 112 باب القناع)_

بے نیاز اور ہٹے کٹے آدمی کیلئے صدقہ حلال نہیں

ایک شخص پیغمبر ﷺ کے پاس آیا اس نے کہا " دو دن ہوگئے ہیں میں نے کھانا نہیں کھایا" حضرت نے فرمایا: بازار جاو اور اپنے لئے روزی تلاش کرو دوسرے دن وہ پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگا کل میں بازار گیا تھا مگر وہاں کچھ نہیں ملاکل رات بھوکا ہی سوگیا _ حضرت ﷺ نے فرمایا : " علیک بالسوق" بازار جاؤ تیسرے دن بھی جب اس نے یہی جواب سنا تو اٹھ کر بازار کی طرف گیا ، وہاں ایک قافلہ آیا ہوا تھا اس شخص نے سامان فروخت کرنے میں ان کی مدد کی آخر میں انہوں نے نفع میں سے کچھ حصہ اسکو دیدیا دوسری بار وہ پھر رسول اکرم کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا کہ بازار میں مجھے کچھ بھی نہیں ملا حضرت ﷺ نے فرمایا : فلاں قافلہ سے تجھ کچھ نہیں ملا ؟ اس نے کہا نہیں حضرت نے فرمایا: کیوں تم کو ان لوگوں نے کچھ نہیں دیا ؟ اس شخص نے کہا ہاں دیا ، آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو نے کیوں جھوٹ بولا؟ اس شخص نے کہا آپ ﷺ سچ فرماتے ہیں میں دیکھنا چاہتا تھاکہ آپ لوگوں کے اعمال سے باخبرہیں یا نہیں ؟ اور میں یہ چاہتا تھا کہ آپ ﷺ سے بھی کچھ حاصل ہوجائے _ رسول خدا ﷺ نے فرمایا تو نے ٹھیک کہا، جو شخص بے نیازی سے کام لیگا خدا اسکو بے نیاز کردیگا اور جو اپنے اوپر سوال کا ایک دروازہ کھولیگا خدا فقر کے ستر (70) دروازے اس کے لئے کھول دیگا ایسے دروازے جو پھر بند ہونے کے قابل نہ ہوں گے ، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا : جو بے نیاز ہے اسکو صدقہ دینا حلال نہیں ہے اور اسے بھی

صدقہ نہیں دینا چاہئے جو صحیح و سالم اعضاء کا مالک ہو اور اپنی ضرورت پوری کرسکتاہے [1]

ایک دوسرے کی مدد کرنا

حضور اکرم ﷺ ایک ایسے رہبر تھے جو خود انسان تھے، انہیں کے درمیان پیدا ہوئے تھے، آپ ﷺ امت سے جدا نہیں تھے کہ اپنے پیروکاروں کو رنج و الم میں چھوڑ دیں اور خود آرام و آسائشے کی زندگی گزاریں بلکہ ہمیشہ آپ ﷺ ہر میدان میں خود آگے رہے خوشی اور غم میں سب کے شریک اور سعی و کشش میں دوسروں کے دوش بدوش رہتے اور دشواریوں میں جان کی بازی لگادیتے تھے_ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں جب آپ ﷺ بستر علالت پر تھے، حضرت بلال کو بلایا، پھر مسجد میں تشریف لے گئے اور حمد و ثنائے الہی کے بعد فرمایا: اے میرے اصحاب میں تمہارے واسطے کیسا پیغمبر تھا؟ کیا میں نے تمہارے ساتھ جہاد نہیں کیا ؟ کیا میرے دانت نہیں ٹوٹے ؟ کیا میرا چہرہ غبار آلود نہیں ہوا؟ کیا میرا چہرہ لہولہان نہیں ہوا یہاں تک کہ میری داڑی خون سے رنگین ہوگئی ؟ کیا میں نے اپنی قوم کے نادانوں کے ساتھ حد درجہ تحمل اور بردباری کا مظاہرہ نہیں کیا ؟ کیا میں نے اپنے پیٹ پر پتھر نہیں باندھے؟ اصحاب نے کہا : بے شک یا رسول اللہ آپ بڑے صابر رہے اور برے کاموں سے منع کرتے رہے لہذا خدا آپ کو

---

1) (بحارالانوار ج18 ص 115 ط بیروت)_

بہترین جزادے ، حضرت ﷺ نے فرمایا: خدا تم کو بھی جزائے خیر عنایت فرمائے [1]

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے : میں خندق کھودنے میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کچھ روٹیاں لیکر آئیں ، رسول خدا ﷺ نے فرمایا یہ کیا ہے ؟ جناب فاطمہ نے عرض کیا کچھ روٹیاں میں نے حسن و حسین کیلئے پکائی تھیں ان میں سے کچھ آپ کیلئے لائی ہوں _ حضرت ﷺ نے فرمایا: تین دن سے تیرے باپ نے کچھ نہیں کھایا ہے تین دن کے بعد آج پہلی بار میں کھانا کھارہاہوں_

خندق کھودنے میں رسول اکرم ﷺ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ شریک ہیں اور انہیں کی طرح بھوک کی سختی بھی برداشت کررہے ہیں _

دشمنوں کے ساتھ آپکا برتاو

جنگ کے وقت آپ ﷺ کی عملی سیرت اور سپاہیوں کو جنگ کیلئے روانہ کرتے وقت اور دشمن سے مقابلہ کے وقت کی ساری باتیں آپ ﷺ کی بلندی روح اور وحی الہی سے ماخوذ ہونے کا پتہ دیتی ہیںنیز وہ باتیں بڑی سبق آموز ہیں_

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ جب چاہتے تھے کہ لشکر کو روانہ فرمائیں تو سپاہیوں کو اپنے پاس بلاکر نصیحت کرتے اور فرماتے تھے: خدا کا نام لیکر روانہ ہو

---

1) (بحارالانوار ج22 / ص508)_

2) (حیات القلوب ج 2 ص 119)_

اور اس سے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو اللہ کیلئے جہاد کرو اے لوگو امت رسول خدا ﷺ کے ساتھ مکر نہ کرنا، مال غنیمت میں چوری نہ کرنا ، کفار کو مثلہ نہ کرنا ، (ان کو قتل کرنے کے بعد ان کے کان ناک اور دوسرے اعضاء کو نہ کاٹنا) بوڑھوں بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا ، جب راہب اپنے غاروں یا عبادتگاہوں میں ہیں ان کو قتل نہ کرنا، درختوں کو جڑ سے نہ اکھاڑنا، مگر مجبوری کی حالت میں ، نخلستانوں کو آگ نہ لگادینا، یا انہیں پانی میں عرق نہ کرنا، میوہ دار درختوں کو نہ توڑنا، کھیتوں کو نہ جلانا، اسلئے کہ ممکن ہے تم کو ان کی ضرورت پڑجائے ، حلال جانوروں کو نابود نہ کردینا، مگر یہ کہ تمہاری غذا کیلئے ان کو ذبح کرنا ضروری ہو جائے ، ہرگز ہرگز مشرکوں کے پانی کو خراب نہ کرنا حیلہ اور خیانت سے کام نہ لینا دشمن پر شبخون نہ مرنا_

مسلمانوں میں سے چھوٹا یا بڑا کوئی بھی اگر مشرکین کو پناہ دیدے تو اسکو پناہ حاصل ہے، یہاں تک کہ وہ کلام خدا کو سنے اور تم اس کے سامنے اسلام پیش کرو اگر اس نے قبول کیا تو وہ تمہارا دینی بھائی ہے اور اگر اس نے قبول نہیں کیا تو اسکو اس کے پرامن ٹھکانے تک پہونچادو_

---

1) (بحارالانوار ج19 ص179 ، 177،178)_

خلاصہ درس

1) آنحضرت ﷺ کے سماجی برتاو میں جو اخلاقی اصول نظر آتے ہیں وہ آپ ﷺ کی محبت اور مہربانی کا مظہر ہےیں آپ ﷺ کی مہرومحبت کا سایہ اس قدر وسیع تھا کہ گنہگاروں کے سروں پر بھی تھا_

2) پیغمبر اکرم ﷺ مظہر حق و عدالت تھے، دوسروں کے حقوق کا حد درجہ احترام فرماتے تھے چنانچہ آپ ﷺ کے معاشرتی روابط و برتا اور اصول اخلاق میں سے ایک چیز یہی تھی_

3)رسول خد ﷺ حاکم اسلام تھے اور مسلمانوں کے بیت المال کی حفاظت کی بڑی ذمہ داری بھی آپ ﷺ ہی پر عاءد ہوتی تھی کیونکہ بیت المال میں معاشرہ کے تمام افراد شریک ہیں اسکو بے جا خرچ ہونے سے بچانا لازمی ہے اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کا رویہ بڑا سبق آموز ہے _

4) حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرنا ان کے مشکلات کو حل کرنا آپ ﷺ کی سیرت اور اخلاقی خصوصیات کا جزء تھا پھر بھی خاص موقع پر افراد یا معاشرہ کی عمومی مصلحتوں کے تقاضہ کی بناپر آپ ﷺ لوگوں میں بے نیازی کا جذبہ پیدا کرنا چاہتے تھے_

5)پیغمبر اکرم ﷺ ہر میدان میں سب سے آگے تھے لوگوں کی خوشی اور غم میں شریک تھے دوسروں کے ساتھ کوشش میں شامل رہتے اور مشکلات نیز سختیوں کو اپنی جان پر جھیل جاتے تھے_

6) رسول خدا ﷺ کی جنگ میں حاضر ہوتے وقت کی سیرت عملی یا لشکر کو روانہ کرتے وقت کے احکام اور دشمنوں کے ساتھ سلوک کا جو حکم صادر فرماتے تھے ان کو دیکھنے سے آپ ﷺ کی بلند روح کا اندازہ ہوتاہے اور یہ پتہ چلتاہے کہ ان تمام باتوں کا تعلق وحی الہی سے ہے _ نیز آپ ﷺ کے دوسرے سبق آموز رویہ کا بھی اسی سے اندازہ ہوجاتاہے_

سوالات :

1_ اپنے اہل و عیال اور خاندان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے بارے میں حضرت پیغمبر اکرم ﷺ کا قول بیان فرمایئے

2_ اپنے ماتحتوں کے ساتھ رسول خدا ﷺ کا کیا سلوک تھا اسکا ایک نمونہ پیش کیجئے؟

3_ اسیروں اور گناہ گاروں کےساتھ آپ ﷺ کا کیا سلوک تھا؟ اختصار سے بیان فرمایئے

4 _ بیت المال کے سلسلہ میں رسول خدا ﷺ وسلم کا کیا رویہ تھا؟

5 _ حاجت مندوں کے ساتھ آپ ﷺ کا کیا سلوک تھا تفصیل کے ساتھ تحریر فرمایئے

6 _جنگوں (غزوات و سرایا) میں رسول اکرم ﷺ کی کیا سیرت رہی ہے ؟ تفصیل کے ساتھ بیان کیجئے؟

پانچواں سبق:

(عہد کا پورا کرنا)

انسان کی زندگی سماجی زندگی ہے اور سماجی زندگی اپنی نوع کے افراد سے روابطہ رکھنے پر مجبور کرتی ہے _ سماجی زندگی عہد و پیمان کا سرچشمہ ہے اور عہد وپیمان کی رعایت بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے اس کی اتنی زیادہ اہمیت ہے کہ بغیر اس کے سماجی امن و امان ختم ہوجاتاہے اور صلح وصفائی کی جگہ جنگ و جدال لے لیتے ہیں _

اسلام، جس میں بہت بنیادی اور مضبوط سماجی قوانین موجود ہیں اس نے اس اہم اور زندگی ساز اصول کو فراموش نہیں کیا ہے بلکہ اس نے مختلف اوقات میں الگ الگ عنوانات کے ساتھ مسلمانوں کو اس کی رعایت اور تحفظ کی تلقین کی ہے _

قرآن کریم جو کہ اسلام کی زندہ سند ہے وہ عہد و پیمان کے ساتھ وفاداری کو لازم سمجھتاہے اور مؤمنین کو اس رعایت کرنے کی تلقین کرتاہے_

ارشاد ہوتاہے:

(یا ایها الذین آمنوا اوفوا بالعقود)

(اے مؤمنین تم نے جو پیمان باندھا ہو اس کے وفادار رہو)[1]

دوسری جگہ انسانوں کو قرار داد کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے ارشاد ہوتاہے:

(واوفوا بالعهد ان العهد کان مسؤلا)[2]

اپنے عہد وپیمان کو پورا کرو بیشک عہد وپیمان کے بارے میں سوال کیا جائیگا_

خداکی طرف سے پیغمبر اکرم ﷺ کا تعارف بہترین نمونہ کے طور پر کرایا گیاہے انہوں نے زندگی کی اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا ہے عہد کو پورا کرنا آپ ﷺ ایمان کا جزء سمجھتے تھے آپ ﷺ نے اپنے اصحاب اور پیروکاروں سے عہد وپیمان کی رعایت کرنے کے سلسلہ میں فرمایا:

اقربکم منی غدا فی الموقف ... اوفاکم بالعهد[3]

کل قیامت میں تم میں سے وہ مجھ سے زیادہ قریب ہوگا جو اپنی عہد کو پورا کرنے میں سب سے زیادہ باوفا ہو_

عہد وپیمان کو پورا کرنے کی اہمیت پیغمبر اکرم ﷺ اور ان کے اہل بیت علیہم السلام کے نزدیک اتنی تھی کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"لا دین لمن لا عهد له"[4]

---

1) (سورہ مائدہ آیت 1)_

2) (سورہ الاسراء آیت 34)_

3) (بحارالانوار ج77 ص 152)_

4) (بحارالانوارج75 ص 92 حدیث 20)_

جو عہد و پیمان کی وفاداری نہ کرے وہ دیندار نہیں ہے_

دوسری جگہ فرمایا:

"من کان یوم باللہ والیوم الاخرفلیف اذا وعد"(2)

جو خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتاہے اسے وعدہ وفا کرنا چاہیئے_

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے بھی مالک اشتر کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: " ایسا نہ ہو کہ کبھی کسی سے وعدہ کرو اور اس کے خلاف عمل کرو بیشک وعدہ کی خلاف ورزی انسان کو خدا اور بندوں کے نزدیک رسوا کرتی ہے _(3)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد و پیمان

وعدہ پورا کرنے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑا بلند مقام و مرتبہ تھا چاہے وہ بعثت سے پہلے کا زمانہ ہو یا بعثت کے بعد کا ، چاہے وہ زمانہ ہو جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب اور اپنے پیروکاروں کے ساتھ عہد کیا ہو یا وہ وقت جب آپ نے کفار اور دشمنان اسلام کے ساتھ کسی قرار داد کو قبول فرمایا ہو ، تمام جگہوں پر آپ اس وقت تک اس عہد و پیمان پر ڈٹے رہتے تھے جب تک مد مقابل نے پیمان شکنی نہ کی ہاں اگر در مقابل عہد شکنی کرتا تو اس صورت عہد پھر دونوں طرف سے ٹوٹ جاتا_ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد و پیمان دو قسم کے تھے:

---

1) (اصول کافی ج4 ص 69)_

2) (بحارالانوار ج75 ص 96)_

1) آپکے ذاتی اور شخصی عہد وپیمان کہ جنکا صرف آپکی ذات سے تعلق تھا مسلمانوں کے معاشرہ سے اسکا کوئی تعلق نہ تھا _

2) آپکے اجتماعی معاہدے اور سیاسی قرار دادیں کہ ایک طرف آپ اسلام کے رہبر کے عنوان سے تھے اور دوسری طرف مسلمان یا مکہ کے مشرکین یا مدینہ کفار اور یہودی تھے_

پیغمبر ﷺ کے ذاتی عہد ویمان

آپکی ﷺ زندگی میں معمولی اسی دقت بھی آپکے پسندیدہ اخلاق اور شاءستہ رفتار سے آشنا کروانے کیلئے کافی ہے_

عبداللہ ابن ابی الحمساء کہتے تھے کہ رسالت پر مبعوث ہونے سے پہلے میں نے آپ ﷺ سے معاملہ کیا تھا، میں ذرا قرضدار ہوگیا تھا_ میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ آپ اسی جگہ ٹھہریں میں آجاؤنگا لیکن اس دن اور اسکے دوسرے دن میں بھول گیا تیسرے دن جب میں وہاں پہنچا تو محمد ﷺ کو اسی جگہ منتظر پایا میں نے کہا آپ ﷺ ابھی تک اسی جگہ ہیں آپ نے فرمایا جس وقت سے میں نے تم سے وعدہ کیا ہے میں اسی جگہ تمہارا انتظار کررہاہوں_[1]

---

1) (بحارالانوار ج17 ص 251)_

معاہدہ کی پابندی کا دوسرا نمونہ " حلف الفضول" کا معاہدہ ہے ، یہ وہ معاہدہ ہے جو جاہلیت کے زمانے میں قریش کے کچھ جوانوں نے مظلومین کے حقوق سے دفاع کے لئے کیا تھا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس میں شامل تھے آپ نے صرف بعثت سے پہلے اس معاہدہ پر قاءم رہے بلکہ بعثت کے بعد بھی جب کبھی اسکو یاد کرلیتے تو فرماتے کہ میں اس عہد کو توڑنے پر تیار نہیں ہوں چاہے اس کے بدلے میرے سامنے بہت قیمتی چیز ہی کیوں نہ پیش کی جائے_[1]

عمار یاسر فرماتے ہیں کہ میں اپنے گوسفند چرا رہا تھا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی گوسفند چرا رہے تھے ایک دن میں نے آپ سے کہا کہ میں نے مقام "فج" میں ایک عمدہ چراگاہ دیکھی ہے کیا آپ کل وہاں چلیں گے ؟ آپ نے فرمایا ہاں ، جب میں صبح وہاں پہنچا تو دیکھا کہ آپ پہلے سے موجود ہیں لیکن گوسفند کو چرنے کے لئے چراگاہ میں داخل نہیں ہونے دیا ہے میں نے پوچھا آپ ایسے ہی کیوں کھڑے ہیں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے تم سے عہد کیا تھا کہ ہم دونوں ملکر گوسفند چرائیں گے _ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ خلاف وعدہ عمل کروں اور اپنے گوسفند کو تم سے پہلے ہی چرالوں _[2]

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے وعدہ کیا کہ جب تک تم آؤ گے اس پتھر کے کنارے تمہارا منتظر رہوں گا_ گرمی بہت زیادہ تھی اصحاب نے

---

1) (سیرہ حلبی ج2ص 131)_

2) (بحارالانوار ج16 ص224)_

فرمایا: اے اللہ کے رسول آپ سایہ میں چلے جائیں اور وہاں اسکا انتظار کریں پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے اس سے وعدہ کیا ہے میں یہیں رہو نگا اگر وہ نہیں آئیگا تو وعدہ کے خلاف عمل کرے گا_[1]

پیغمبر ﷺ کے اس قسم کے سلوک سے اسلام میں وعدہ کی اہمیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتاہے_

اجتماعی معاہدوں کی پابندی

پیغمبر اکرم ﷺ کے مدینہ پہونچنے کے بعد اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر ایک نئے معاشرہ کی تشکیل کی وجہ سے سماجی معاہدوں کی ضرورت محسوس ہوئی اس لئے کہ قریش جو آپ کے بڑے دشمن تھے آپ ﷺ کو چین سے رہنے نہیں دیتے تھے دوسری طرف مدینہ کے یہودی کہ جو صاحب کتاب تھے لیکن حق کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے وہ اپنی مخصوص ہٹ دھرمی کی وجہ سے کسی ایسے دین کو ماننے پر تیار نہ تھے جس کو غیر بنی اسرائیل کا کوئی شخص لایا ہو سب سے اہم بات یہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے لائے ہوئے دین کو عالمی دین سمجھتے تھے اسی لئے صرف مدینہ میں رہنے والے محدود افراد پر اکتفاء نہیں کرسکتے تھے اور یہ بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ دوسروں سے کوئی سروکار نہ رکھیں ان پہلوؤں کے پیش نظر پیغمبر اکرم ﷺ نے عرب کے بعض

---

1) (بحارالانوار ج75/95)_

قبائل سے دفاعی معاہدہ کیا اس معاہدہ کی بنیاد پر اگر کوئی کسی پر زیادتی کرتا تو دوسرے کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ اس سے اپنا دفاع کرے اور بعض لوگوں کے ساتھ یہ معاہدہ ہوا تھا کہ تم سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا یعنی طرفین میں کوئی بھی کسی پر نہ زیادتی کرے اور نہ اس کے خلاف کوئی اقدام کرے ان میں سے سب سے اہم معاہدے وہ تھے جو پیغمبر اکرم ﷺ نے کفار قریش اور مدینہ کے یہودیوں سے کئے تھے_

مشرکین سے معاہدوں کی پابندی

سنہ 6 ھ میں پیغمبر خدا ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ مسلمانوں کے ساتھ آپ ﷺ مسجد الحرام میں مناسک حج ادا کررہے ہیں پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنے اس خواب کو اپنے اصحاب کے سامنے بیان کیا اصحاب نے اسکو نیک فال سمجھا لیکن بعض افراد کو اسکی صحت پر ابھی مکمل اطمینان حاصل نہیں ہوا تھا کہ خدا نے اپنے پیغمبر اکرم ﷺ کے خواب کی تعبیر میں آیت نازل کی:

(لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن مسجد الحرام ان شاء اللہ آمنین محلقین رؤسکم مقصرین لا تخافون فعلم مالم تعلموا فجعل من دون ذلک فتحاً قریباً) (1)

---

1) (فتح آیت 27)_

(بیشک خدا نے اپنے پیغمبر ﷺ کے خواب کو آشکار کردیا تم لوگ انشاء اللہ بلاخوف و خطر اپنے سروں کے بال منڈواکر اور تقصیر کیے ہوئے مسجد الحرام میں داخل ہوگئے خداوہ جانتاہے جو تم نہیں جانتے اور خدا نے اس (مکہ میں داخل ہونے) سے پہلے بہت نزدیک کامیابی (صلح حدیبیہ) قرار دی)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد مسلمان مطمئن ہوگئے کہ وہ بہت جلد نہایت محافظ طریقہ سے خانہ خدا کی زیارت کے لیئے جائیں گے _

ماہ ذیقعدہ میں پیغمبر ﷺ نے عمرہ کے قصد سے مکہ جانے کا ارادہ کیا آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو بھی اپنے ہمراہ مکہ چلنے کی دعوت دی چنانچہ ایک جماعت کے ساتھ رسول خدا ﷺ مکہ کی جانب روانہ ہوئے راستہ میں حضرت ﷺ کو خبردی گئے کہ قریش آپ کی آمد سے واقف ہوگئے ہیں اورانہوں نے اپنے آپ کوجنگ کے لئے تیار کرلیاہے وہ لوگ مقام " ذی طوی" میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں اور انہوں نے قسمیں کھائی ہیں کہ آپ ﷺ لوگوں کو مکہ نہیںجانے دیں گے _

چونکہ پیغمبر ﷺ جنگ کے لئے نہیں نکلے تھے بلکہ آپ عمرہ کے ارادہ سے تشریف لائے تھے اسلئے آپ نے ان سے مذاکرہ کیا آپ کے اور ان کے درمیان معاہدہ ہوا جو صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے اس معاہدہ میں پیغمبر ﷺ نے چند امور کو انجام دینے کی پابندی اپنے اوپر عاءد کی ان میں سے مجھ درج ذیل ہے_

1_ قریش میں سے اگر کوئی بھی شخص اپنے بزرگ کی اجازت کے بغیر مکہ سے فرار کرکے اسلام قبول کرلے اور مسلمانوں سے آکر مل جائے تو محمد ﷺ اسے قریش کو واپس کردیں گے لیکن اگر مسلمانوں میں سے کوئی بھاگ کر قریش سے جاملے تو قریش اس بات کے پابند نہیں ہیں کہ اسکو واپس کردیں " جب پیغمبر صلی‌اللہ‌علیہ‌وآلہ‌وسلم قریش کے نمآئندہ کے ساتھ یہ معاہدہ کررہے تھے اسی وقت سہیل کا بیٹا " ابوجندل" جو مسلمان ہوگیا تھا لیکن اپنے مشرک باپ کی زنجیر میں جکڑا ہوا تھا مکہ سے فرار کرکے آیا اور مسلمانوں کے ساتھ مل گیا سہیل نے جب اسکو دیکھا تو کہا اے محمد ﷺ یہ معاہدہ کی پابندی کا پہلا موقع ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ صلح قاءم رہے تو اسکو واپس کردیں پیغمبر اکرم ﷺ نے قبول کیا سہیل نے اپنے بیٹے کا گریبان پکڑا اور کھینچتے ہوئے مکہ لے گیا_

ابوجندل نے (نہایت ہی دردناک لہجہ میں) فریاد کی کہ اے مسلمانو کیا تم اس بات کی اجازت دیتے ہو کہ مجھ کو مشرکین کے حوالہ کیا کردیا جائے اور میں دوبارہ ان کے چنگل میں پھنس جاؤں؟ حضرت ﷺ نے فرمایا: اے ابوجندل صبر کرو خدا تمہارے اور تم جیسوں کے لئے کشادگی پیدا کریگا ہم نے ان کے ساتھ معاہدہ کیا ہے اور اب ہم اپنا عہد و پیمان نہیں توڑسکتے[1]

---

1) (سیرہ ابن ہشام ج3ص332 _ 333)_

یہ ایک ہی موقع نہیں تھا کہ جب پیغمبر اکرم ﷺ نے صلح نامہ کی اس شرط کی مطابق عمل کیا تھا کہ جو مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت تھی ، بلکہ جب کوئی مسلمان مشرکین کے چنگل سے چھوٹ کر مسلمانوں سے آملتا تھا اسی وقت پیغمبر ﷺ اسے ان کے حوالہ کردیتے تھے جیسا کہ ابوبصیر کا واقعہ گواہ ہے۔

ابوبصیر ان مسلمانوں میں شامل ہے جو مکہ میں گھرے ہوئے تھے اور صلح حدیبیہ کے بعد وہاں سے فرار کرکے مدینہ آ گئے تھے قریش کے نمایان افراد نے ایک خط پیغمبر ﷺ کے نام لکھا اور اس کو ایک شخص کے حوالہ کیا کہ وہ اپنے غلام کے ساتھ مدینہ جاکر رسول خدا ﷺ کو وہ خط پہنچا دے تا کہ قرار داد کے مطابق ابوبصیر کے پیغمبر ﷺ سے واپس لیکر مکہ لوٹ آئے جب پیغمبر ﷺ کے پاس وہ خط پہونچا تو آپ نے ابوبصیر کو بلایا اور کہا اے ابوبصیر تم کو معلوم ہے کہ ہم نے قریش سے عہد و پیمان کیا ہے اور اس معاہدہ کی مخالفت ہمارے لئے صحیح نہیں ہے خدا تمہارے لئے اور تم جیسوں کیلئے کشادگی پیدا کریگا ابوبصیر نے کہا : اے اللہ کے رسول کیا آپ ہم کو دشمن کے سپرد کردینگے تا کہ وہ ہم کو دین سے برگشتہ کردیں ؟آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے ابوبصیر پلٹ جاؤ خدا تمہارے لئے وسعت پیدا کریگا۔

ابوبصیر ان دونوں کے ساتھ مکہ کی طرف چل دیئے جب مقام "ذوالحلیفہ" پر پہونچے تو ایک دیوار کے سایہ میں آرام کرنے لگے ابوبصیر نے اس آدمی کی طرف رخ کرکے کہا یہ

تمہاری تلوار بہت تیز ہے ؟ اس شخص نے کہا ہاں ابوبصیر نے کہا کیا میں اسکو دیکھ

سکتاہوں اس آدمی نے جواب دیا اگر دیکھنا چاہتے ہو تو دیکھو ابوبصیر نے تلوار اپنے ہاتھ میں لیکر اچانک اس آدمی پر حملہ کرکے اسےکو مار ڈالا مقتول کے غلام نے جب یہ ماجرا دیکھا تو ڈر کے مارے مدینہ کی طرف بھاگا_

رسول خدا صلی‌اللہ‌علیہ‌و‌آلہ‌وسلم مسجد کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ غلام داخل ہوا جب آپ کی نظر اس غلام پر پڑی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے بڑا ہولناک منظر دیکھا ہے اس کے بعد اس سے پوچھا کہ کیا خبر ہے غلام نے کہا کہ ابوبصیر نے اس آدمی کو قتل کردیا

ذرا دیر بعد ابوبصیر بھی خدمت پیغمبر ﷺ میں پہونچے اور کہنے لگے یا رسول اللہ آپ ﷺ نے اپنا عہد و پیمان پورا کیا اور مجھ کو ان کے حوالہ کردیا لیکن میں اپنے دین کے بارے میں ڈرگیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا : اگر اس شخص کے ساتھی موجود ہوتے تو آپ جنگ برپا کردیتے_

ابوبصیر نے دیکھا کہ اگر مدینہ میں رہ گئے تو لوگ پھر پہنچ جائیں گے اور واپسی کا مطالبہ کریں گے اسلئے وہ مدینہ سے نکل کر سواحل دریائے احمر پر پہنچ گئے وہ جگہ ایسی تھی جہاں سے شام جانے والے قریش کے کاروان تجارت گذرتے تھے_

دوسری طرف جب ابوبصیر کی داستان اور ان کی بارے میںرسول ﷺ کے قول کا علم ان سارے مسلمانوں کو ہوا جو مکہ میں پھنسے ہوئے تھے تو وہ کسی طرح سے اپنے کو مشرکین کے چنگل سے چھڑا کر مکہ سے بھاگ کر ابوبصیر تک پہنچے یہاں تک کہ کچھ ہی دنوں میں ابوبصیر سے جاملنے والے مسلمانوں کی تعداد ستر (70) ہوگئی اب وہ لوگ قریش کے قافلہ کیلئے واقعی خطرہ بن گئے اگر قریش میں سے کوئی مل جاتا تھاتو یہ لوگ اس کو قتل کردیتے تھے اور اگر کوئی قافلہ ادھر سے گذرتا تھا تو اس کے راستہ میں رکاوٹ بنتے یہاں تک کہ قریش نے تھک کررسول ﷺ کو خط لکھا اور یہ گذارش کی کہ ان کو مدینہ بلالیں اور قریش کو ان کے ہاتھوں اطمینان حاصل ہوجائے تو پیغمبر ﷺ نے ان کو بلایا اور سب لوگ مدینہ چلے آئے _

ابوجندل اور ابوبصیر کو واپس کردینے کے عمل سے پتہ چلتاہے کہ رسول خدا انسانی بلند قدروں کی اہمیت سمجھتے تھے_

---

1) (سیرہ ابن ہشام ج1 ص 337 ، 338)_

خلاصہ درس

1) قرآن کریم اسلام کی زندہ سند ہے وہ معاہدہ کی پابندی کو ضروری سمجھتاہے اور مؤمنین کو اسکی پابندی کی تلقین کرتاہے_

2)پیغمبر اسلام ﷺ کا خدا کی طرف سے بہترین نمونہ کے عنوان سے تعارف کروایا گیا-آپ ﷺ نے بھی زندگی کی اس بنیادی بات سے صرف نظر نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اسکی پابندی کی تلقین کی ہے_

3) عہد و پیمان سے وفاداری اور معاہدہ کی پابندی کی پیغمبر اکرم ﷺ اور آپ کے اہل بیت کے نزدیک اتنی اہمیت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: لا دین لمن لاعہد له" وہ شخص دین دار نہیں ہے جو معاہدہ کا پابند نہیں ہے _

4) کلی طور پرا گرپیغمبر ﷺ کے معاہدوں کا جاءزہ لیا جائے تو دو طرح کے معاہدے نظر آتے ہیں_

الف: ذاتی معاہدہ

ب: سماجی معاہدے اور سیاسی قرار دادیں

5) تاریخ پیغمبر اسلام ﷺ کی تحقیق سے یہ پتہ چلتاہے کہ آپ کے نزدیک دونوں ہی طرح کے معاہدے محترم تھے اور آپ نے اپنی طرف سے کبھی کوئی معاہدہ نہیں توڑا_

سوالات :

1_ عہدو پیمان کی پابندی کے سلسلہ میں قرآن کی ایک آیت کے ذریعہ اسلام کا نظریہ بیان کیجئے؟

2_ عہد و پیمان کی پابندی کی اہمیت کو ایک مثال کے ذریعہ بیان کیجئے؟

3_پیغمبر اکرم کے کسی ذاتی معاہدہ کا ذکر کیجئے_

4_ سیاسی معاہدوں میں سے ایک معاہدہ بیان کرتے ہوئے ان معاہدوں کے بارے میں پیغمبر ﷺ کے طریقہ کو ایک مثال کے ذریعہ بیان کیجئے؟

5 _ پیغمبر اکرم ﷺ نے کفار قریش کے ساتھ جو معاہدے کئے تھے وہ کس نوعیت کے حامل تھے؟

چھٹا سبق:

(یہودیوں کیساتھ آنحضرت ﷺ کے معاہدے)

مدینہ وہ شہر تھا کہ جہاں بمدت عرصہ قبلی یہود کے کچھ قبائل نے ہجرت کی اور وہ اس پیغمبر ﷺ کی آمد کے منتظر تھے کہ جسکی توریت نے بشارت دی تھی چونکہ انہوں نے یہ دیکھا کہ پیغمبر اسلام ﷺ قوم بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں اسلئے ان کی رسالت کو قبول کرنا ان کےلئے مشکل ہوگیا تھا_ لیکن چوں کہ مدینہ میں مسلمانوں کی اکثریت تھی اور پیغمبر اکرم ﷺ نے ان کے باہمی قدیمی اخلاف کو ختم کرکے ایک امت بنادیا تھا اسلئے وہ مسلمانوں کے خلاف کوئی اقدام نہیں کرسکتے تھے لیکن مسلمانوں کے ممکن الوقوع خطرہ سے محفوظ رہنے کیلئے ان میں سے چند سربرآوردہ اشخاص پیغمبر اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

اے محمد ﷺ ہم آپ کے پاس معاہدہ کرنے کیلئے آئے ہیں اور وہ معاہدہ یہ ہے کہ ہم آپ کے خلاف کوئی اقدام نہیں کریں گے، آپ کے اصحاب پر حملہ نہیں کریں گے اور آپ کے خلاف کسی بھی گروہ کی مدد نہیں کریں گے _ اسی طرح آپ بھی ہم سے کوئی سروکار نہ

رکھیں گے بعد میں دیکھا جائے گا کہ کیا ہوتاہے_

پیغمبر اکرم ﷺ نے قبول فرمایا اور جو معاہدہ نامہ لکھا گیا اسمیں آپ ﷺ نے اضافہ فرمایا کہ اگر یہودیوں نے اس قرار داد کے خلاف عمل کیا تو پیغمبر ﷺ ان کا خون بہانے، ان کے مال کو ضبط کرلینے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کرنے میں آزاد ہوں گے _

اس معاہدہ پر تین بزرگ قبیلوں، بنی نضیر، بنی قریظہ اور بنی قینقاع نے دستخط کئے _[1]

البتہ یہ صرف ایک معاہدہ نہیں تھا جو پیغمبر اکرم ﷺ اور یہودیوں کے درمیان ہوا بلکہ دوسرے مواقع پر بھی اس طرح سیاسی اور سماجی معاہدے آنحضرت ﷺ اور یہودیوں کے درمیان ہوئے ہیں ، پیغمبر اکرم ﷺ ان تمام معاہدوں پر ثابت قدم رہے اور یہ بھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ نے ایک بار بھی کسی معاہدے کی خلاف ورزی کی ہو_

معاہدوں کی خلاف ورزی کرنے والوں کے ساتھ آپ ﷺ کا برتاو

جس طرح پیغمبر ﷺ معاہدوں کے پابند تھے اور اس کو اہمیت دیتے تھے اسی طرح پیمان شکنی سے بیزار بھی تھے اور اس کو ایک ناشاءستہ عمل جانتے تھے آنحضرت ﷺ کی نظر میں پیمان شکنی کرنیوالا گنہگار اور سزا کا مستحق تھا_

انفرادی معاہدہ میں اگر کسی نے معاہدہ کرکے توڑ دیا تو آپ ﷺ کی بزرگی اور عظمت کے

---

1) (بحارالانوار ج19 ص 110 ، 111)_

خلاف یہ بات تھی کہ آپ اس سے سوال کرتے_ لیکن اجتماعی اور سیاسی معاہدوں میں جس کا تعلق نظام اسلام سے ہوتا تھا ، ان سے کسی طرح کی چشم پوشی کو آپ روا نہیں رکھتے تھے اور اس سے نہایت سختی کا برتاو کرتے تھے اسکا ایک نمونہ وہ رد عمل ہے جس کا اظہار آپ ﷺ نے مدینہ کے یہودیوں کے معاہدہ توڑدینے پر فرمایا تھا_

مدینہ کے اطراف میں یہودیوں کے جو قبائل آباد تھے ان کیلئے تقریبا ہر ایک نے پیغمبر ﷺ کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ تعرض نہ کرے اور مشترک دفاع کا معاہدہ کیا تھا لیکن ان میں سے ہر گروہ نے بڑے نازک موقع پر اپنا معاہدہ توڑا اور اسلام سے اپنے بغض اور عناد کا مظاہرہ کیا تھا _ ذیل میں ایسی چند مثالوں اور ان عہد شکنی کرنیوالوں کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا جو برتاؤ تھا اس کی طرف اشارہ کیا جائیگا_

بنی قینقاع کے یہودیوں کی پیمان شکنی

"بنی قینقاع " یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا جس نے پیغمبر ﷺ کے ساتھ جنگ و جدال سے پرہیز کا معاہدہ کیا تھا لیکن ابھی کچھ دن نہ گذرے تھے کہ اسلام کو سرعت کے ساتھ ترقی کرتے ہوئے دیکھ کر انہوں نے اپنا معاہدہ توڑڈالا ، اس گروہ نے افواہیں پھیلانا اور اسلام کے خلاف غلط قسم کے نعرے لگانا شروع کردیئے _

پیغمبر اکرم ﷺ نے بنی قینقاع کے بازار میں تقریر کی اور انہیں بہت سختی سے خبردار کیا_

پیغمبر اکرم ﷺ کے کلمات سے نصیحت حاصل کرنے کے بجائے بنی قنیقاع کے یہودی جواب دینے پر اتر آئے اور کہنے لگے آپ سمجھ رہے ہیں کہ ہم کمزور و ناتواں ہیں اور قریش کی طرح جنگ کے رموز سے نا واقف ہیں ؟ آپ اس گروہ سے الجھ پڑے تھے جو جنگ کے اصولوں اور ٹیکنیک سے واقف نہیں تھا لیکن بنی قنیقاع والوں کی طاقت کا آپ کو اس وقت اندازہ ہو گا جب آپ میدان جنگ میں ان سے مقابلہ کیلئے اتریں گے _

ان تیز و تند باتوں نے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے حوصلوں کو پست نہیں کیا بلکہ مسلمان تیار ہوگئے کہ کسی مناسب موقعہ پر ان کی رجز خوانی کا جواب دیں ،ایک دن ایک عرب عورت بنی قنیقاع کے بازار میں ایک یہودی سنا رکی دکان پر کچھ سامان بیچ رہی تھی اور اس حوالے سے محتاط تھی کہ کوئی اسکا چہرہ نہ دیکھے مگر بنی قنیقاع کے کچھ یہودیوں کو اس کا چہرہ دیکھنے پر اصرار تھا لیکن چونکہ عورت اپنا چہرہ دکھانے پر تیار نہیں تھی اس لئے یہودی سنار نے اس عورت کے دامن کو اس کی پشت پر سی دیا _

تھوڑی دیر کے بعد وہ عورت اٹھی تو اس کے جسم کا کچھ حصہ نمایاں ہوگیا یہ دیکھ کر بنی قنیقاع کے کچھ جوانوں نے اس عورت کا مذاق اڑایا _

بنی قینقاع کا یہ عمل اعلانیہ طور پر پیغمبر سے کئے ہوئے عہد و پیمان کو توڑ رہا تھا اس عورت کی حالت دیکھ کر ایک مسلمان کو طیش آگیا اس نے فورا ہتھیار نکالا اور اس یہودی سنا ر کو قتل کر ڈالا ، وہاں جو یہودی موجود تھے انہوں نے مل کر اس مسلمان کو بہت بری طرح قتل کیا _

ایک مسلمان کے سننے خیز قتل کی خبر دوسرے مسلمانوں کے کان تک پہونچی ، بنی قنیقاع نے جب بگڑی ہوئی حالت دیکھی تو اپنے ان گھروں میں جاچھپے جو مضبوط قلعوں کے در میان بنے ہوئے تھے_

پیغمبر اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ دشمن کا محاصرہ کیا جائے مسلمانوں نے پندرہ روز تک قلعوں کا محاصرہ کیا اور کسی طرح کی امداد وہاں تک نہ پہونچنے دی _ قلعہ کے یہودی محاصرہ کی بناپر تنگ آگئے اور انہوں نے اپنے کو پیغمبر اسلام ﷺ کے حوالہ کردیا_

پیغمبر ﷺ کا ارادہ تو یہ تھا کہ ان لوگوں کو سخت تنبیہہ کی جائے لکن " عبداللہ ابی " کے اصرار پر جو مدینہ کا ایک منافق تھا مگر ظاہر میں اسلام کا اظہار کیا کرتا تھا پیغمبر ﷺ نے سختی نہیں کی اور یہ طے پایا کہ یہ لوگ اپنا اسلحہ اوراپنی دولت دیکر جتنی جلدی ہوسکے مدینہ کو ترک کردیں [1]

2_ بنی نضیر کے یہودیوں کی پیمان شکنی

رسول خدا ﷺ سے کئے ہوئے معاہدہ کو توڑنے والے " بنی نضیر" کے یہودی بھی تھے_

ایک دن ایک مسلمان نے قبیلہ بنی عامر کے ایسے دو آدمیوں کو جو رسول خدا ﷺ سے معاہدہ کئے ہوئے تھے قتل کرڈالا رسول اکرم ﷺ ان لوگوں کا خون بہاء ادا کرنے

---

1) (مغازی واقدی ج1 ص 176 و 178)_

کے سلسلہ میں بنی نضیر کے یہودیوں سے مدد لینے اپنے چند اصحاب کے ساتھ ان کے یہاں گئے _ انہوں نے ظاہر بظاہر بڑی گرم جوشی سے پیغمبر ﷺ کا استقبال کیا پیغمبر ﷺ ایک گھر کی دیوار کے سہارے کھڑے تھے اسی اثنا میں کھانا تناول فرمانے کے لئے پیغمبر ﷺ کو بلالیا اسی حال میں " حی ابن خطب" جو قبیلہ بنی نضیر کا سردار تھا جس نے بنی نضیر کے یہودیوں کی طرف سے پیغمبر ﷺ سے ہونے والے معاہدہ پر دستخط کئے تھے، خفیہ طور پر اس نے یہودیوں سے کہا کہ یہ بڑا اچھا موقع ہے آج ان سے چھٹکارا حاصل کرلینا چاہیئے _ آج جتنے کم افراد ان کے ساتھ ہیںاتنے کم افراد تو ان کے ساتھ کبھی بھی نہیں رہے ، ایک آدمی کوٹھے پر چڑھ گیا تا کہ سرپر ایک پتھر گرا کر آپ ﷺ کا کام تمام کردے خدا نے یہودیوں کی سازش سے پردہ اٹھادیا اور آپ ﷺ کو ان کے برے ارادہ سے مطلع کردیا_

اصحاب نے دیکھا کہ آپ ﷺ کسی کام سے ایک طرف چلے گئے، اصحاب آپ ﷺ کے واپس آنے کے منتظر رہے وہ لوگ بیٹھے رہے مگر آنحضرت ﷺ واپس نہیں آئے، وہ لوگ اٹھے کہ حضرت ﷺ کو ڈھونڈھا جائے،اتنے میں ایک شخص وارد ہوا لوگوں نے اس سے پیغمبر ﷺ کے بارے میں پوچھا اس نے کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو مدینہ میں دیکھا ہے اصحاب مدینہ پہونچے اور آپ ﷺ سے چلے آنے کا سبب پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا: خدا نے مجھ کو اس سازش سے آگاہ کردیا تھا جو یہودیوں نے میرے خلاف کی تھی اسلئے میں وہاں سے چلا آیا_

پیغمبر ﷺ نے جنگ کےلئے نکلنے کا حکم دیا لشکر اسلام نے چھ روز تک بنی نضیر کے گھروں کا محاصرہ کیا چھ روز کے بعد خوف کی وجہ سے ان لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور کہا ہم یہاں

سے چلے جانے کے لئے تیار ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ ہم ہتھیار کے علاوہ اپنے تمام منقولہ سامان اپنے ساتھ لے جائینگے ، پیغمبر ﷺ نے ان کی شرط مان لی وہ اپنا تمام سامان حتی کہ دروازہ بھی اکھاڑ کر اونٹوںپر لاد کرلے گئے_[1]

3_بنی قریظہ کے یہودیوں کی عہد شکنی

پیمان شکن یہودیوں کے ساتھ رد عمل کے طور پر پیغمبر کا جو برتاؤ ہو تا اس میں شدید ترین برتاو بنی قریظہ کے عہد شکن یہودیوں کے ساتھ روا رکھا _ انہوں نے اس نازک زمانہ میں اپنا معاہدہ توڑا جس زمانہ میں مشرکین قریش نے تمام اسلام مخالف گروہوں سے مل کر بنے ہوئے ایک بڑے لشکر کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کاکام تمام کردینے کے ارادہ سے مدینہ پر حملہ کیا تھا بنی قریظہ کے لوگوں نے مشرکین مکہ کو پیغام بھیج کر دو ہزار کا لشکرمانگا تا کہ مدینہ کو نیست و نابود کردیں اور انہوں نے مسلمانوں کو کھلا کردیں_ یہ وہ زمانہ تھا جب مسلمان خندق کی حفاظت کررہے تھے ، پیغمبر اکرم ﷺ نے دو افسر اور پانچ سو سپاہیوں کو معین کیا تا کہ شہر کے اندر گشت لگاکر پہرہ دیتے رہیں اور نعرہ تکبیر کی آواز بلند کرکے بنی قریظہ کے حملوں کو روکیں اس طرح صدائے تکبیر کو سن کر عورتوں اور بچوں کی ڈھارس بندھی رہے گی[2]

---

1) (سیرہ ابن ہشام ج3 ص 199 _200)_

2) (مغازی واقدی ج2 ص 460)_

جب مشرکین احزاب مسلمانوں سے ہارگئے اور بڑی بے عزتی سے میدان چھوڑ کر بھاگے تو پھر بنی قریظه کے یہودیوں کی باری آئی_

ابھی جنگ احزاب کی تھکن اترنے بھی نہ پائی تھی کہ پیغمبر ﷺ نے بنی قریظه کے یہودیوں سے لڑنے کی آواز بلند کی اور لشکر اسلام نے فورا ان کے قلعے کا محاصرہ کرلیا_

بنی قریظه کے یہودیوں نے جب اپنے کو خطرہ میں گھرا ہوا محسوس کیا تو انہوں نے پہلے تو یہ درخواست کی کہ تمام یہودیوں کے ساتھ جو سلوک ہوا ہے وہی ان کے ساتھ بھی ہو تا کہ وہ لوگ بھی اپنے قابل انتقال سامان کو لیکر مدینہ سے چلے جائیں لیکن پیغمبر اکرم ﷺ نے قبول نہیں فرمایا اس کے بعد وہ اس بات پر تیار ہوئے کہ ان کے ہم پیمان " سعد ابن معاذ" جو فیصلہ کریں گے وہ بلاچون و چرا اس کو قبول کرلینگے پیغمبر نے بھی اس بات کو قبول کرلیا_

سعد ابن معاذ کہ جو تیر لگنے کی وجہ سے زخمی تھے، پیغمبر ﷺ کے قریب لایا گیا آنحضرت ﷺ نے سعد سے کہا : کہ بنی قریظه کے یہویوں کے بارے میں فیصلہ کرو_

سعد ، جنہوں نے بنی قریظہ کا پیغمبر ﷺ کے ساتھ عہد و پیمان دیکھا تھا اورجن کے پیش نظر جنگ احزاب میں یہودیوں کی عہد شکنی اور خیانت بھی تھی ، انہوں نے حکم دیا :

1_ ان کے جنگ کرنے والے مردوں کو قتل کردیا جائے_

2_ ان کے مال و اسباب کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کردیا جائے_

3_ ان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر بنالیا جائے _ (1)

معاہدہ توڑنا وہ بھی ایسے موقع پر جب فریق مقابل کیلئے وہ معاہدہ زندگی کا مسئلہ ہو اس کی سزا یہی ہوسکتی ہے پیغمبر ﷺ نے اپنے اس عمل سے بتایا کہ جب کوئی شخص یا کوئی گروہ کسی عہد و پیمان کو نظر انداز کردے تو پھر اس کاکوئی احترام نہیں رہ جاتا اور نہ اس کی کوئی قدر و قیمت باقی رہتی ہے _

---

1) (مغازی واقدی ج 2 ص 502)_

خلاصہ درس

1) مدینہ میں بسنے والے یہودیوں نے ممکنہ خطرہ سے محفوظ رہنے کیلئے پیغمبر اکرم ﷺ سے کسی بھی قسم کی چھیڑ خانی نہ کرنے کا معاہدہ کیا ۔

2) پیغمبر ﷺ نے جتنے معاہدے کئے ان سب میں ثابت قدم رہے ۔ کسی بھی معاہدہ کی مخالفت کرتے ہوئے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا گیا ۔

3) پیغمبر ﷺ نے سماجی اور سیاسی معاہدہ توڑے جانے کی صورت میں کسی طرح کی چشم پوشی سے کام نہیں لیا اور معاہدہ توڑنے والوں کے ساتھ نہایت سخت برتاو کیا ۔

4) پیغمبر اسلام ﷺ نے بنی قینقاع اور بنی نضیر کے ان یہودیوں کو مدینہ سے نکال دیا جنہوں نے امن کے مانہ میں معاہدہ توڑا تھا لیکن بنی قریظہ کے یہودیوں کیساتھ جنہوں نے اسلام کے دشمنوں کی مدد کی تھی سخت رویہ اختیار کیا اور سعد بن معاذ کے فیصلہ کے مطابق جنگ کرنے والے مردوں کو قتل کرڈالا ان کے مال کو ضبط کرلیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر بنالیا۔

سوالات :

1_ یہودیوں کے قبیلوں نے کس وجہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی _

2_ یہودیوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس طرح کا معاہدہ کیا ؟

3_ یہودیوں کے سربرآوردہ افراد نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو معاہدہ کیا تھا اسکی شرطیں کیا تھیں ؟

4_ بنی قینقاع کے یہودیوں کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا سلوک تھا ؟ اجمالی طور پر بیان کیجئے؟

5_ بنی قریظہ کے یہودیوں نے دشمنان اسلام میں سے کس سے تعاون کیا ؟ ان کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا سلوک کیا مختصر طور پر بیان کیجئے؟

ساتواں سبق:

(صبرو استقامت)

صبر و استقامت کامیابی کا سرچشمہ اور مشکلات پر غلبہ کاراز ہیں _یہ خدا کے بے شمارو بے حساب اجر کے آب زلال کے چشمہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور ایسی طاقت ہے جس سے تنگ راستوں کو عبور کرنا سہل اور مصیبتوں کا مقابلہ کرنا آسان ہوجاتاہے_

لغت میں صبر کے معنی شکیبائی ، بردباری اور بلا و مصیبت پر شکایات کو ترک کرنے کے ہیں اسی طرح ٹھہرجانے اور ثابت قدم رہنے کا نام استقامت ہے [1]

صبر کے اصطلاحی معنی :

"ضد الجذع الصبر"و هوثبات النفس و عدم اضطرابھا فی الشداءد والمصاءب ،بان تقاوم معھابحیث لاتخرجھا عن سعة الصدروماکانت

1) (فرہنگ معین مادہ صبر واستقامت)_

عليه قبل ذلک عن السرور و الطمانينة "[1]

صبر گبھراہت کی ضد ہے در اصل صبریعنی مصاءب و شداءد میں نفس کے مطمئن رہنے اور ان کے مقابلہ میں اسطرح ڈٹے رہناہے کہ پیشانی پر شکن تک نہ آنے پائے_

استقامت کے اصطلاحی معنی اس طرح بیان کئے گئے ہےیں "و هی الوفاء بالعهود کلها و ملازمه الصراط المستقیم برعایة حدالتوسط فی کل الامور من الطعام والشراب واللباس و فی کل امر دینی و دنیوی"[2] تمام معاہےروں سے وفےاداری اور ہمیشہ صراط مستقیم کو اس طرح سے اپنائے رہنا کہ کھانے،پینے لباس اور تمام دینی و دنیوی امور میں میانہ روی ہےو اس کا نےام صےبر و استقامت ہے_

خداوند عالم نے صبر کے نتاءج اور اس کی قدر و قیمت بتادینے کے بعد اپنےپیغمبر ﷺ سے اس بات کی خواہش کےی ہے کہ۔ وہ بھی دوسرے نبیوں کی طرح صبر اختیار کریں_ ارشاد ہے :

(فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل) [3]

آپ بھی اس طرح صبر کریں جس طرح اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا _

(فاصبر ان وعد الله حق ولا یستخفنک الذین لا یوقنون) [4]

آپ صبر کریں، بے شک خدا کا وعدہ حق ہے اور وہ لوگ جو یقین کرنے والے نہیں

---

1) (جامع السعادت ج3ص280)_

2) (تعریفات جرجانی منقول از لغت نامہ دہخدا مادہ صبر)_

3) (احقاف 35)_

4) روم 60_

ہیں وہ آپ کو کمزور متزلزل نہیں کرسکتے_

(واصبر لحکم ربک فانک باعیننا) [1]

آپ خدا کے حکم کے مطابق صبر کریں، بے شک آپ ہمارے منظور نظر ہیں_

(فاصبر صبراجمیلاً) [2]

آپ صبر جمیل کریں_

رسول خدا ﷺ کو دوسرے اولوالعزم پیغمبروں ہی کی طرح صبر کا حکم ہے اس لئے کہ نبوت کا دشوار گذار راستہ بغیر صبر کے طے کرنا ممکن نہیں ہے _ جیسا کہ دوسری آیت میں بیان ہوا ہے کہ صبر نصرت خدا ہے اور دشمنوں کی طرف سے جو رسول خدا کو کمزور اور متزلزل قرار دیا جارہے ہے اسکا کوئی اثر نہیں لینا چاہیئے_

آنحضرت ﷺ نے بھی تمام مصیبتوں، رسالت کی مشکلوں اور حادثات زندگی میں صبر سے کام لیا اور صراط مستقیم پر ثابت قدمی کے ساتھ آپ نے پیغام الہی کی تبلیغ کے راستہ میں آنے والی تمام رکاوٹوں کو ہٹاکر اپنے لئے عبادت اور اطاعت کے پر مشقت راستوں کو ہموار کرکے بشریت کی ہدایت کا راستہ کھول دیا_

---

1) طور 48_

2) معارج 5_

رسول خدا ﷺ صابر اور کامیاب

حادثات روزگار کی تیز ہوا ، جانکاہ مصاءب کے گرداب اور سیاہ دل مخالفوں کی تکذیب کے مقابل تمام پیغمبروں کا جو طریقہ تھا اسی کا نام صبر ہے _

(و لقد کذبت رسل من قبلک فصبروا علی ماکذبوا و اوذوا حتی آتاھم نصرنا) [1]

بیشک آپ سے پہلے(پیغمبر اسلام ﷺ سے) جو رسول بھیجے گئے ان کو جھٹلایا گیا ان لوگوں نے جھٹلائے جانے اور اذیت پہونچائے جانے کے بعد صبر کیا یہاں تک کہ ہماری نصرت ان تک پہونچی_

رسول اکرم ﷺ بھی تمام پیغمبرونکی طرح اپنی رسالت کی تبلیغ کے لئے پروردگار کی طرف سے صبر پر مامور تھے_

(فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل) [2]

صبر کیجئے جیسا کہ اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا _

اس راستہ میں دوسرے تمام پیغمبروں سے زیادہ تکلیفیں آپ ﷺ کو اٹھانی پڑیں، آپ ﷺ خود فرماتے ہیں:

(ما اوذی نبی مثل ما اوذیت فی اللہ) [3]

---

1) انعام 34_

2) احقاف 35_

3) میزان الحکم ج1 ص88_

راہ خدا میں کسی پیغمبر کو اتنی اذیت نہیں پہونچی جتنی اذیت مجھے پہونچنی _

آخر کار آیہ کریمہ (ان مع العسر یسرا) [1] (ہر سختی کے بعد آسانی) کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن اپنے صبر کے نتاءج و آثار دیکھ لئے وہ دن جس کو قرآن اپنے لفظوں میں اس طرح بیان کرتاہے (اذا جاء نصر اللہ والفتح و رایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک و استغفرہ انہ کان توابا) [2]

جس دن خدا کی مدد پہونچی اور کامیابی حاصل ہوئی اور آپ نے دیکھا کہ لوگ گروہ در گروہ دین خدامیںداخل ہوئے چلے جارہے ہیں پس آپ حمدکے ساتھ اپنے پروردگار کی تسبیح کیجئے اور اسکی درگاہ میں استغفار کیجئے، بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے _

رسول اکرم ﷺ صبر کے سایہ میں کامیابی کی منزل تک پہنچے' کعبہ بتوں کی نجاست سے پاک ہوگیا، بت پرستی ختم ہوئی اور پرچم توحید لہرایا، یہ کامیابیاں اس صبر کا نتیجہ تھیں جو حضرت ﷺ نے راہ خدا میں اختیار کیا تھا_

---

1) انشراح 6_

2) سورہ النصر_

مختلف قسم کی بہت سی مخالفتیں اور اذیتیں

کفار و مشرکین نے رسول خدا ﷺ کو آزار پہنچانے کیلئے طرح طرح کے حربے استعمال کئے، کبھی آپ ﷺ کو ساحر کاذب اور کاہن کہا گیا_زبان کے ذریعہ زخم پہونچاکر آپ کے دل کو تکلیف پہونچائی گئی، کبھی جنگ برپا کرنے، دہشت گردی کے ذریعہ آپ ﷺ کو ختم کردینے کیلئے میدان میں لوگ اتر آئے لیکن صابر پیغمبر ﷺ نے ان کی بنائی ہوئی سازش کو نقش بر آپ کردیا اور کامیابی کے ساتھ اپنے الہی فریضہ کو پورا کرتے رہے_

زبانوں کے زخم

پیغمبر ﷺ کی تعلیمات کی روشنی مدہم کرنے اور آپ ﷺ کو اذیت پہچا نے کے لئے مشرکین نے جو شیطانی حربے اختیار کئے ان میں سے ایک حربہ زبان کے ذریعہ زخم لگانا بھی تھا_

قرآن کریم نے مخالفین رسول ﷺ کی آزار پہچانے والی بعض باتوں کو نقل کیا ہے ارشاد ہے:

(و قال الذین کفروا هل ندلکم علی رجل ینبءکم اذا مزقتم کل ممزق انکم لفی خلق جدید افتری علی الله کذبا ام به جنة)[1]

اور کافروں نے (مزاق اڑاتے ہوئے) کہا : کیا تم کو ہم ایسے شخص کا پتہ بنائیں جو یہ

---

1) (سورہ صبا 8،7)

کہتاہے کہ تمہارے مرنے اور جسم کے ذرات کے بکھرجانے کے بعد تم کو زندہ کیا جائیگا کیا یہ شخص جان بوجھ کر خدا پر جھوٹا الزام لگاتاہے یا جنون اسکو اس بات پر مجبور کرتاہے_

(و یقولون اءنا لتارکوا آلهتنا لشاعر مجنون) [1]

وہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا ہم اپنے خداؤں کو ایک دیوانہ شاعر کے کہنے کی بنا پر چھوڑ دیں_

(فذکر فما انت بنعمت ربک بکاهن و لا مجنون ام یقولون شاعر نتربص به ریب المنون) [2]

بس تم یاد کرو کہ تم خدا کے فضل و نعمت سے نہ کاہن ہو اور نہ دیوانہ ہو_یا جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ شاعر ہے تو ہم ان کی موت کے انتظار میں ہیں_

رسول اکرم کے پاس آکر چند مشرکین کے زبان سے ایذاء پہچا نے کے واقعہ کو امیرالمومنین علیہ السلام نہج البلاغہ میں بیان فرماتے ہیں :

" اس دن جس دن قریش کا ایک وفد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تو میں آپ کے پاس موجود تھا میں نے ان کی گفتگو سنی انہوں نے کہا : اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ایسی چیز کا دعوی کرتے ہیں جس کا دعوی نہ آپ کے آباء و اجداد نے کیا تھا اور نہ آپ کے خاندان نے اب جو ہم

---

1) (صافات 36)

2) (طور 29_31)

کہتے ہیں وہ آپ کر دکھایئےاگر آپ نے وہ کردیا اور ہم نے دیکھ لیا تو ہم سمجھ جائیں گے کہ آپ سچ مچ پیغمبر اور خدا کے بھیجے ہوئے ہیں اور اگر آپ اس کو نہ کرسکے تو ہم یہ سمجھ لیں گے کہ آپ جادوگر اور جھوٹے ہیں _

رسول خدا نے فرمایا : کہو کیا کرنا ہے ؟ انہوں نے کہا ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس درخت کو آپ اپنے پاس بلالیں اور یہ درخت جڑ سے اکھڑ کر آپ کے پاس آجائے حضرت نے فرمایا : خدا ہر کام کی قدرت رکھتا ہے لیکن اگر میں تمہاری یہ خواہش پوری کردوں تو کیا تم ایمان لے آؤگے اور حق کی گواہی دوگے ؟ سب نے کہا "ہاں" آپ ﷺ نے فرمایا : اب تم نے جو کہا ہے وہ میں کردکھاتاہوں لیکن مجھ کو اس بات کا اطمینان ہے کہ تم اس کے باوجود اسلام اور سچے قانون کو نہیں قبول کروگے_

ان لوگوں نے جس چیز کی فرمائشے کی تھی پیغمبر ﷺ نے وہ کردکھائی لیکن انہوں نے اپنے کئے ہوئے وعدہ کے خلاف کہا نہیں یہ جادوگر اور جھوٹا ہے ، جادوگری میں یہ کتنا ہوشیار اور تیز ہے (معاذ اللہ)_

ان تکلیف دہ باتوں سے اگر چہ پیغمبر صلی‌اللہ‌علیہ‌وآلہ‌وسلم کو قلبی طور پر رنج ہوا مگر حکم خدا پر عمل کرتے ہوئے صبر کیا اور مخالفین کی غلط باتوں کے جواب میں سوائے حق کے زبان پر کچھ نہ لائے_

---

1) (نہج البلاغہ خطبہ 234)_

خلاصہ درس

1) صبر اور استقامت کامیابی کا سرمایہ اور مشکلات پر غلبہ کا راز ہے _

2) لغت میں صبر کے معنی شکیبائی ، بردباری ، بلا اور شداءد پر شکایت نہ کرنے کے ہیں_ ا ور استقامت کے معنی ثبات قدم کے ہیں _

3) صبر کے اصطلاحی معنی ہیں ، مصیبتوں اور نامناسب حالات میں ثبات نفس، شجاعت اور انکے مقابل یوں ڈٹ جانا کہ سعہ صدر ختم نہ ہو اور سابقہ وقار و خوش حالی زاءل نہ ہو_

4)پیغمبر اعظم ﷺ کا دوسرے اولوالعزم پیغمبروں کی طرح صبر پر مامور ہونا اس بات کا ظاہر کرتاہے کہ نبوت کا دشوار گزار راستہ بغیر صبر کے ناممکن ہے _

5) دوسرے پیغمبروں کی طرح پیغمبر اسلام ﷺ بھی تبلیغ رسالت میں خدا کی طرف سے صبر پر مامور تھے_ اور اس راستہ میں دوسرے تمام پیغمبروں سے زیادہحضور ﷺ کو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ کسی بھی پیغمبر کو خدا کے راستہ میں میرے جتنی تکلیف نہیں دی گئی _

6) مشکرین نے پیغمبر خدا ﷺ کو اذیت پہونچانے اور ان کی تعلیمات کی اساس کو متزلزل کرنے کیلئے جو حربے استعمال کیۓ ان میں سے زبان کا زخم بھی تھا_ناروا گفتگواگر چہ پیغمبر ﷺ کے دل کو تکلیف پہونچاتی تھی لیکن آپ ﷺ خدا کے حکم سے صبر کرتے اور مخالفین کی بدزبانی کے جواب میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں کہتے تھے_

سوالات

1_ صبر کے لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کیجئے؟

2_ صبر اور استقامت کا رابط بیان کیجئے؟

3_ استقامت کے لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کیجئے؟

4_ پیغمبر اکرم ﷺ کو صبر کا حکم کیوں دیا گیا تھا؟

5_ مشرکین کی بدزبانی کے سلسلہ کی ایک آیت کو بیان کرتے ہوئے ان کے ساتھ پیغمبر ﷺ کے برتاؤ کو بیان کیجئے_

آٹھواں سبق:

(جسمانی اذیت)

زبان کا زخم لگانے کے علاوہ کفار و مشرکین آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کو بہت سی جسمانی اذیتیں پہنچا آپ ﷺ کو راہ حق سے ہٹا دینا چاہتے تھے ، منقول ہے کہ مشرکین قریش نے آپ ﷺ کو بہت ستایا ان میں سب سے بڑا ظالم آپکا چچا ابولہب تھا ایک دن جب پیغمبر حجرے میں تشریف فرماتھے اسوقت مشرکین نے ایک گوسفند کے رحم کو ، جس سے بچہ نکالا جاچکا تھا، چند اوباشوں کے ذریعہ آپ ﷺ کے سرپر ڈلو دیا_[1]

ابولہب نے پیغمبر خدا ﷺ کو اتنی اذیت پہنچا کہ خدا کی لعنت اور نفرین کا مستحق قرار دیا سورہ تبت اسکے اور اسکی بیوی (حمالۃ الحطب _ ام جمیلہ) کے بارے میں نازل ہوا :

(تبت یدا ابی لھب و تب ما اغنی عنه ماله و ما کسب سیصلی نارا ذات لھب و امراءته حمالة الحطب فی جیدھا حبل من

---

1) (زندگانی چہاردہ معصوم ترجمہ اعلام الوری ص 64)_

مسد) [1]

ابولہب (جو ہمیشہ پیغمبر ﷺ کو اذیت پہونچا تا تھا) اسکا ستیاناس ہوا اس کے دونوں ہاتھ قطع ہوگئے اس نے جو مال و اسباب (اسلام کو مٹانے کیلئے) جمع کیا تھا اس نے ابولہب کو ہلاکت سے نہیں بچایا، وہ جلد ہی جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں پہنچ جائیگا اور اسکی بیوی (ام جمیلہ) دوزخ کا ایندھن بنے گی اس حالت میں کہ (نہایت ذلت کے ساتھ) لیف خرما کی بٹی ہوئے رسیاں اس کی گردن میں ہوں گے _

ابولہب کی بیوی رسول خدا ﷺ کو بہت اذیت پہنچا تی تھی قرآن نے اس کو " حمالة الحطب" کے نام سے یاد کیا ہے _

ابن عباس نے قرآن مجید کے بیان کئے ہوئے اس نام کی دلیل میں فرمایا " وہ لوگوں کے درمیان چغلی کیا کرتی تھی اور دشمنی پیدا کردیتی تھی اس طرح آتش جنگ بھڑک اٹھتی تھی جیسے کہ ایندھن کی آگ بھڑکائی اور جلائی جاتی ہے لہذا اس نمامی (چغلی) کی صفت کو ایندھن کا نام دے دیا گیا[2] _

منقول ہے کہ وہ ملعونہ خس و خاشاک اور خاردار جھاڑیاں آپ ﷺ کے راستہ میں ڈال دیتی تھی تاکہ جب آپ ﷺ نماز کیلئے نکلیں تو آپ ﷺ کے پیروں سے وہ الجھ جائیں اور آپ ﷺ کے پیر زخمی ہوجائیں[3]

---

1) (سورہ تبت)_

2) (مجمع البیان ج 27)_

3) (مجمع البیان 27)_

مشرکین کے ستانے اور اذیت پہچانے کے واقعات میں سے ایک واقعہ طائف میں قبیلہ " بنی ثقیف" کا بھی ہے آنحضرت ﷺ ہی سے منقول ہے کہ میں نے عبدیالیل ، حبیب اور مسعود بن عمران تینوں بھائیوں سے مقالات کی کہ جو قبیلہ بنی ثقیف کے بزرگان میں سے تھے اور ان کو اسلام کی دعوت دی ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر آپ ﷺ پیغمبر ہیں تو میں نے گویا کعبہ کو چرایا ، دوسرے نے کہا کہ کیا خدا عاجز تھا کہ اس نے آپ ﷺ کو بھیج دیا ، اس کو ایسے کو بھیجنا چاہئے تھا جس کے پاس طاقت اور قدرت ہو تیسرے نے کہاخدا کی قسم میں اس کے بعد اب آپ ﷺ سے بات نہیں کروں گا اور پھر اس نے پیغمبر ﷺ کا مذاق اڑایا اور آپ ﷺ نے جو اسلام کی دعوت دی تھی اسے لوگوں میں پھیلا دیا۔

جب پیغمبر ﷺ طاءف سے نکلنے لگے تو وہاں کے ذلیل اور اوباش افراد ان تینوں کے بھڑکانے سے پیغمبر ﷺ کے راستے کے دونوں طرف کھڑے ہوگئے اور انہوںنے آپ ﷺ پر پتھر برسائے جسکی وجہ سے آپ ﷺ کے پائے مبارک مجروح ہوگئے آپ ﷺ اس حال میں وہاں سے نکلے کر آپ کے پاؤں سے خون جاری تھا_[1]

مندرجہ ذیل واقعہ بھی رسول ﷺ کے کمال صبر کا بہترین نمونہ ہے " منیب ابن مدرک" نے اپنے جد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا " جاہلیت کے زمانے میں " میں نے رسول خدا کو دیکھا کہ آپ " یا ایھا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا" (اے لوگو تم یہ کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تا کہ تم نجات پاجاؤ) کی تبلیغ کررہے تھے کہ ایک ملعون کافر نے آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر ایک طمانچہ مارا، کسی نے آپ ﷺ کے سر اور چہرہ پر خاک ڈالی، کسی نے آپ کو دشنام دیا میں نے دیکھا کہ ایک چھوٹی بچی ایک پانی کا ظرف لیکر آپ ﷺ کی طرف بڑھی آپ نے اپنا ہاتھ اور چہرہ دھویا پھر آپ ﷺ نے فرمایا : صبر کرو اور اگر کوئی تمہارے باپ رسول خدا کو رسوا کرے یاستائے تو تم غمگین نہ ہونا _[2]

میدان جنگ میں صبر کا مظاہرہ

جن جگہوں پر صبر کا بڑا گہرا اثر پڑتاہے ان میں سے ایک میدان جنگ و کارزار بھی ہے _ صدر اسلام کی بہت سی جنگوں میں رسول خدا ﷺ کے پاس لشکر اور اسلحہ کفار سے کم تھا لیکن خدا کی مدد اور رسول خدا کی فکر سلیم کی بناپر صبر و شکیبائی کے سایہ میں اکثر جنگیں فتح و کامرانی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئیں _ مسلسل پیش آنے والی جنگو ں میں آنحضرت ﷺ نے شرکت کی اور آپ ﷺ کے حوصلوں میں کبھی بھی شکست کے آثار نظر نہیں آئے_

جنگ احد ابتدائے اسلام کی صبر آزما اور سخت جنگ تھی جب یہ جنگ اپنے عروج پر تھی اسوقت اصحاب نے فرار کیا کچھ درجہ شہادت پر فائز ہوگئے_چنانچہ چند افراد کے علاوہ اور

---

1) (حلیۃ الابرار ج1 ص 177)_

2) (میزان الحکمہ ج9 ص 671)_

کوئی دفاع کرنیوالا نہیں تھا لیکن پیغمبر ﷺ کے صبر و استقامت اور علی علیہ السلام کی شجاعت نے دشمن کو جنگ سے روک دیا اس جنگ میں رسول خدا ﷺ کے چہرہ اور دہن مبارک سے خون جاری تھا، ابن قمیءہ نے آپ ﷺ کو ایک تیر مارا جو آ پکے ہاتھ پر آکر لگا اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی ، عتبہ ابن ابی وقاص نے ایک ایسی ضربت لگائی جس سے آپ ﷺ کے دہن اقدس سے خون بہنے لگا عبداللہ ابن ابی شہاب نے زمین سے ایک پتھراٹھاکر آپ کے فرق اطہر پر مارا[1] حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام پیغمبر کی شجاعت اور صبر کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

جب جنگ اپنے شباب پر ہوتی تھی اوردونوں طرف سے گھمسان کارن پڑتا تھا تو ہم رسول خدا ﷺ کے پاس پناہ ڈھونڈھتے ہوئے پہنچتے تھے دشمنوں سے رسول خدا ﷺ جتنا قریب ہوتے تھے اتنا قریب کوئی بھی نہیں ہوتا تھا _[1]

میدان جنگ میں رسول خدا ﷺ کے صبر کی بناپر نصرت الہی سایہ فگن رہتی تھی_قرآن مجید میں ارشاد ہوتاہے:

" ... ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا ماتین" [1]

اگر تم میں سے بیس افراد ایسے ہوں جو صبر کے زیور سے آراستہ ہوں تو دو سو افراد پر غالب آسکتے ہیں _

---

1) (زندگانی چہاردہ معصوم ص 119)_

2) (میزان الحکم ج 9 ص 662)_

3) (انفال65) _

رسول خدا ﷺ کی استقامت

استقامت اور پائیداری پسندیدہ صفات ہیں پیغمبر ختمی مرتبت، میں یہ صفتیں بدرجہ اتم موجود تھیں اپنی سخت ذمہ داریوں کو پورا کرنے (شرک اور کفر کا خاتمہ) اور معاشرہ میں آئین توحید کو رائج کرنے کے سلسلہ میں آپ ﷺ کو خدا کی طرف سے ثابت قدم رہنے کا حکم دیا گیا تھا_

آنحضرت ﷺ کا ثابت قدم اور اس حکم کی پابندی کا یہ حال تھا کہ آپ ﷺ کے اندر بڑھاپے کے آثار بہت جلد نظر آنے لگے جب کسی نے آپ سے سوال کیا کہ آپ ﷺ اتنی جلدی کیسے بوڑھے ہوگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:
"شیبتنی هود والواقعه ..."

مجھے سورہ ہود اور واقعہ نے بوڑھا کردیا _

ابن عباس بیان فرماتے ہیں (فاستقم کما امرت) [1] سے زیادہ سخت پیغمبر ﷺ پر کسی آیت کا نزول نہیں تھا _

جو سختیاں تبلیغ کی راہ میں انبیاء کرام برداشت کرتے رہے ہیں سورہ ہود کے کچھ مضامین میں ان سختیوں کو بیان کیا گیا ہے اور سورہ واقعہ میں مرنے کے بعد کی دشواریوں کا ذکر ہے اسی لیے رسول خدا ﷺ ان دونوں سوروں کے مضامین پر بہت زیادہ غور فرمایا کرتے تھے_

---

1) (المیزان ج 11 ص 66)_

کفار و مشرکین کی سازش، دھمکی اور لالچ کے سامنے جس ثبات قدم کا آپ نے مظاہرہ فرمایا، مندرہ ذیل سطروں میں اس کو بیان کیا جارہاہے_

کفار و مشرکین سے عدم موافقت

مکہ کے کفار و مشرکین نے رسول خدا ﷺ سے موافقت کی بہت کوشش کی لیکن ان کی انتھک کوشش کے باوجود رسول خدا ﷺ نے کوئی ایسا عمل نہیں انجام دیا جس سے آپ کی کمزوری ثابت ہو، آپ ﷺ نے اپنے عقاءد کا برملا اظہار کیا اور بتوں یا بت پرستوں کے خلاف جنگ سے کبھی بھی منہ نہیں موڑا_قرآن کریم نے کفار و مشرکین کے نظریہ کو پیش کرتے ہوئے اپنے نبی ﷺ سے کہا :

(فلا تطع المكذبين و ذوالوتدهن فيدهنون) [1]

آپ جھٹلانے والوں کا کہنا نہ مانیں وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اگر آپ نرم پڑجائیں تو یہ بھی نرم ہوجائیں_

مشرکین کی ساز باز اور موافقت کی کوشش کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے لگایا جاسکتاہے_

---

1) (القلم 8 _ 9)_

قبیلہ " ثقیف" کا ایک گروہ معاہدہ کرنے کیلئے مدینہ سے مکہ آیا ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے کی جو شراءط رکھیں تو اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ ان سے نماز معاف کردی جائے آنحضرت ﷺ نے ان کی اس خواہش کو رد کردیا اور فرمایا" جس دین میں نماز نہ ہو وہ بیکار ہے" نیز انہوں نے یہ کہا کہ ان کا بتخانہ تین سال تک برقرار رکھا جائے اور انکے اس بڑے بت کی پرستش کی چھوٹ دی جائے جسکا نام (لات) ہے _ رسول خدا ﷺ نے یہ درخواست رد کردی ،آخر میںانہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم کو خود ہمارے ہی ہاتھوں سے بتوں کے توڑنے کا حکم نہ دیا جائےپیغمبر ﷺ نے یہ شرط منظور کرلی اور کچھ لوگوں کو حکم دیا کہ تم ان بتوں کو توڑ دو _ (1)

دھمکی اور لالچ

دھمکی اور لالچ یہ ایسے خوفناک اور ہوس انگیزہتھیار تھے جسے کفار نے انبیاء کرام خصوصاً پیغمبر اسلام ﷺ کو روکنے کیلئے استعمال کئے_مشرکین مکہ نے جب یہ دیکھ لیا کہ رسول اکرم ﷺ اپنے عقاءد پر ثابت قدم رہیں گے اور اس کے برملا اظہار سے باز نہیں آئیں گے تو ان لوگوں نے آپ کو ڈرانے اور لالچ دینے کی پلاننگ تیار کی اس غرض سے وہ ایک وفد کی صورت میں جناب ابوطالب علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور کہا " آپ کا بھتیجا،ہمارے

---

1) (فروغ ابدیت ج2 ص 797، 799)_

خداؤں کو برا کہتاہے ہمارے قانون کی برائی کرتاہے ہمارے افکار و عقاءد کا مذاق اڑاتا اور ہمارے آباء اور اجداد کو گمراہ سمجھتاہے لہذا تو آپ ان کو اس کام سے روک دیجئے یا انھیں ہمارے سپرد کردیجئے اور ان کی حمایت سے ہاتھ اٹھالیجئے_ (1)

بعض تاریخوں میں یہ بھی لکھاہے کہ اگر ان کو مال چاہیئے تو ہم مال دینگے اگر کوئی خوبصورت عورت چاہئے تو ہم اس کے لئے حاضر ہیں_ جب ابوطالب نے یہ پیغام رسول اکرم ﷺ تک پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

" واللہ لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی یساری علی ان اترک ھذاالامر حتی یظھرہ اللہ او اھلک فیہ ، ما ترکتہ" (2)

اگر وہ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند لاکر رکھدیں اور کہیں کہ اس کام سے باز آجاوں تو خدا کی قسم میں اس سے باز نہیں آؤنگا، یہاں تک کہ خدا اس دین کو غالب کردے یا میں اس راہ میں قتل کردیا جاؤں_

ابوجہل کی دھمکی

رسول خدا ﷺ کے شدیدترین دشمنوں میں سے ایک ابوجہل بھی تھا اس نے ایک خط کے ذریعہ دھمکی دیتے ہوئے کہا " تمہارے خیالات نے تمہارے لیے سرزمین مکہ کو تنگ

---

1) (فروغ ابدیت ص 797، 799)_

2) (سیرہ ابن ہشام ج1 از ص 283 تا 285)_

کردیا اور تم دربدر ہو کر مدینہ پہنچے جب تک تمہارے ذہن و دماغ میں ایسے خیالات پرورش پاتے رہیں گے اس وقت تک تم اسی طرح دربدر رہوگے اور یہ خیالات تمہیں غلط کاموں پر آمادہ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تم مدینہ والوں کو بھی فاسد کرڈالوگے اور اس آگ میں مدینہ والے بھی جل جائیں گے جس کے شعلے تم نے بھڑکارکھے ہیں ، میری آنکھوں کے سامنے تمہارا بس یہ نتیجہ ہے کہ قریش تمہارے برپا کئے ہوئے فتنوں کو دبانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے اس کے علاوہ یہ بھی ہوگا کہ کفار مدینہ اور وہ لوگ ان کی مدد کریں گے جن کے دل تمہاری دشمنی سے لبریز ہونگے اگر چہ آج وہ تم سے ڈرکر تمہاری مدد اور پشت پناہی کررہے ہیں لیکن جب وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینگے کہ تمہارے ہلاک ہونے سے وہ بھی ہلاک ہوجائیں گے اور انکے بال بچے تمہارے فقر اور مجبوری سے لاچار اور فقیر ہوجائیں گے تو وہ تمہاری مدد سے ہاتھ اٹھالیں گے_ وہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ دشمن تم پر فتحیاب ہونے کے بعد زبردستی ان کی سرزمین میں گھس آئیں گے اور پھر وہ دشمن ، تمہارے دوست اور دشمن میں کوئی امتیاز نہیں کریں گے اور ان سب کو تباہ و برباد کرڈالیں گے ان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر بنالینگے _ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس نے تم کو یہ دھمکی دی ہے وہ حملہ بھی کرسکتاہے اور جس نے بات بڑے واضح انداز میں کہی ہے اس نے پیغام پہچانے میں کوتاہی نہیں کی (معاذاللہ)

یہ خط آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب پاس اس وقت پہونچا جب بنی اسرائیل کے یہودی مدینہ کے باہر جمع تھے، اس لئے کہ ابوجہل نے اپنے قاصد کو یہ حکم دیا تھا کہ یہ خط

ایسے ہی موقع پر پڑھ کر سنایا جائے کہ رسول خدا ﷺ کے ماننے والوں پر خوف طاہری ہوجائے اور کافروں کی جراءت میں اضافہ ہو_

ابوجہل کے قاصد سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "کیا تیری بات ختم ہوگئی ؟ کیا تو نے پیغام پہنچا دیا اس نے کہا ہاں ، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: " تو جواب بھی سنتا جا جس طرح ابوجہل مجھے دھمکیاں دیتاہے اسی طرح خدا میری مدد اور کامیابی کاوعدہ کرتاہے، خدا کی دی ہوئی خبر میرے لئے زیادہ مناسب اور اچھی ہے جب خدا، محمد ﷺ کی نصرت کیلئے تیار ہے تو پھر کسی کے غصہ اور بے وفائی سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا_

تم ابوجہل سے جاکر کہہ دینا کہ شیطان نے جو تعلیم تمہیں دی تھی ، وہی باتیں تم نے مجھے کہی اور میں جواب میں وہ کہہ رہاہوں جو خدا نے مجھ سے کہاہے انیس دن بعد ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ ہوگی اور تم میرے ایک کمزور مددگار کے ہاتھوں ہلاک ہوگئے ، تم کو عتبہ و شیبہ اور ولید کو قتل کیا جائیگا، نیز قریش کے فلاں فلاں افراد بھی بہت بری طرح قتل کرکے بدر کے کنویں میں پھینک دئے جائیں گے تمہارے لشکر کے ستر (70) آدمیوں کو ہم قتل کریں گے اور 170 افراد کو اسیر بنائیں گے_[1]

رسول خدا ﷺ نے استقامت اور پائیداری کے ساتھ اس طرح زندگی گذاری جس طرح خدا چاہتا تھا اور کسی بھی طاقتور سے دین کے معاملہ میں سازش نہیں کی _

---

1)بحارالانوار ج 17 ص 343_

خلاصہ درس

1)زبان سے زخم لگانے کے علاوہ کفار و مشرکین ، رسولخدا ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو بہت زیادہ جسمانی اذیتیں بھی پہنچاتے تھے لیکن آنحضرت ﷺ ان تمام مصیبتوں اور تکلیفوں پرصبر فرماتے تھے_

2) جن مقامات پر صبر کی بڑی اہمیت ہے ان میں سے ایک میدان جنگ بھی ہے صدر اسلام کی بہت سی جنگوں میں مسلمانوں کا لشکر اور جنگی ساز و سامان کفار قریش کے لشکر اور اسلحوں سے بہت ہی کم تھا لیکن پھر بھی خدا کی تائید اور رسول اکرم ﷺ کی بہترین فکر کے ساتھ صبر و شکیبائی کے سایہ میں اکثر جنگیں مسلمانوں کی کامیابی پر اختتام پذیر ہوئی_

3) استقامت اور پایداری اچھی صفتیں ہیں اور رسول خدا ﷺ میں یہ صفتیں بدرجہ اتم موجود تھیں_

4) کفار و مشرکین نے رسول خدا ﷺ سے دین کے معاملہ میں موافقت کرنے کی بڑی کوششیں کی لیکن آنحضرت ﷺ نے کسی طرح کی نرمی یا اپنے موقف میں لچک کا اظہار نہیں فرمایا_ نیز بتوں اور بت پرستوں سے ہمیشہ جنگ کرتے رہے_

5) دھمکی اور لالچ دو ایسے حربہ تھے جو کفار نے رسول خدا ﷺ کے حوصلہ کو پست کرنے کیلئے استعمال کئے لیکن رسول اکرم ﷺ کی ثابت قدمی میں کوئی چیز جنبش نہ لاسکی_

سوالات :

1_ رسول خدا ﷺ کو پہنچائی جانے والی جسمانی اذیت کا ایک نمونہ آنحضرت ﷺ کے رد عمل کے ساتھ بیان فرمایئے

2_ میدان جنگ میں صبر کا کیا اثر ہوتاہے؟

3_ رسول خدا ﷺ نے یہ کیوں فرمایا کہ سورہ ہود اور سورہ واقعہ نے مجھے بوڑھا کردیا؟

4_ دھمکی اور لالچ کے مقابل حضور ﷺ نے کس رد عمل کا اظہار فرمایا؟

5_ رسول خدا ﷺ نے اپنی طرف سے کسی نرمی یا دین کے معاملہ میں کسی موافقت کو کیوں قبول نہیں کیا ؟ اس سلسلہ کسی آیت بیان کرکے توضیح فرمائیں؟

نواں سبق:

(پیغمبر ﷺ رحمت)

انسانیت کے کمال کی جو اعلی ترین مثال ہوسکتی ہے رسول خدا ﷺ اس کے سب سے بڑے مصداق اور انسانی فضاءل و کمالات کا اعلی نمونہ تھے ، اخلاق الہی کا مظہر اور (انک لعلی خلق عظیم) [1] کے افتخارسے سرفراز تھے_

آپ ﷺ کے فضاءل کا بلند پہلو یہ ہے کہ خدا نے آپ ﷺ کو " رؤف و رحیم" کے لقب سے یاد فرمایاہے:

(لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین روف رحیم) [2]

رسول جو تمہاری صنف سے ہے فرط محبت کی بناپر تمہاری تکلیف ان کے اوپر بہت گراں ہے _ وہ تمہاری نجات پر حریص ہے اور مؤمنین پر رؤف و مہربان ہے_

---

1) (توبہ 128)_

2) (قلم 4)_

آپ ﷺ نبی رحمت ہیں آپ ﷺ کے فیض رحمت سے نہ صرف مؤمنین اور محبین بلکہ سخت ترین دشمن بھی بہرہ مند ہوتے رہے ، اس لئے کہ آپ ﷺ نے یہ سبق اپنے پروردگار سے سیکھا تھا_

(و ما ارسلنک الا رحمة للعالمین) [1]

ہم نے آپ کو عالمین کیلئے رحمت بناکر بھیجا ہے_

(فاعف عنهم واصفحه) [2]

ان کو معاف کردیجئے او ردرگذر کیجئے_

آپ کریمانہ اخلاق اور درگذر کی صفت سے مالامال تھے، محض ناواقف دوستوں اور دشمنوں کی اذیتوں او ر برے سلوک کو آپ ﷺ معاف ہی نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی یاد بھی دل سے نکال دیتے تھے ، دل کے اندر بغض اور کینہ نہیں رکھتے تھے _ کہ جس سے اقتدار حاصل ہونے کے بعداس کے ساتھ انتقامی کاروائی کریں ، خدا نے آپ ﷺ کو وسعت قلب سے نوازا تھا(الم نشرح لک صدرک)اے رسول کیا ہم نے آپ ﷺ کو شرح صدر کی نعمت نہیں عطا کی _

آپ ﷺ ایسے کریمانہ اخلاق اور مہربان دل کے مالک تھے کہ ناواقف اور خودغرض دشمنوں کی گستاخیوں اور جسارتوں کا انتقام لینے کی کبھی آپ ﷺ نے فکر نہیں کی ، آپ ﷺ کے بلند اخلاق اور وسعت قلبی نے قرابت داروں ، دوستوں اور سخت ترین دشمنوں کو بھی آپ ﷺ کا گرویدہ

---

1)(مائدہ 131)_

2)(انبیاء 107)_

بنا دیا ـ

پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنے ذاتی حق کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا، اگر کوئی آپ ﷺ کو تکلیف بھی پہنچا تـو آپ اسے معاف فرمادیتے ہاں اگر کوئی حکم خدا کی ہتک حرمت کرتا تھا تو اس وقت حد الٰہی جاری فرماتے تھے ـ

پیغمبر ﷺ نے کبھی کسی کو دشنام نہیں دیا، آپ ﷺ نے کسی خدمت گار کو یا کسی بیوی پر کبھی ہاتھ نہیں اٹھایـا، آپ ﷺ کے ہاتھ راہ خدا میں جہاد کے لئے صرف کفار پر اٹھے ـ [1]

جنگ احد میں جب آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور چہرہ مبارک پرزخم لگے تو آپ ﷺ کے اصحاب کـو اس کا بہت دکھ ہوا انہوں نے درخواست کی کہ آپ ﷺ دشمنوں اور کافروں کیلئے بد دعا اور نفرین کریں، آپ ﷺ نے فرمایـا : میں لعن اور نفرین کے لئے نہیں مبعوث کیاگیاہوں، مجھے تو رحمت بناکر بھیجا گیاہے ، میں ان کیلئے دعا کرتاہوں کہ خـدا انکـی ہـدایت کرے اس لئے کہ یہ لوگ ناواقف ہیں[2]

ان مصیبتوں کو برداشت کرنے کے بعد بھی ان کے لئے دست دعا بلند کرنـا اور خـدا سے عـذاب کـی بـدلے ہـدایت مانگنـا آپ ﷺ کے عفو و رحمت،حسن اخلاق اور کمال کی دلیل ہے ـ

آپ ﷺ کے عمومی اخلاق کا یہ نمونہ تھا، آپ ﷺ کی زندگی میں اس کی بہت سی مثالیں موجود

---

1) (محجۃ البیضاء ج4 ص 128)ـ

2) (محجۃ البیضاء ج4 ص 129)ـ

ہیں اب یہ کہ سختیوں کے جھیلنے کے بعد عفو اور درگزر کا انسانی اخلاق پر کیا اثر پڑتاہے پیغمبر ﷺ اور ائمہ علیہ السلام کی زندگی کے عفو و درگزر کے حوالے سے چند واقعات کی مدد سے ہم اس کی طرف اشارہ کریں گے البتہ ہمیں اعتراف ہے کہ ان عظیم الہی آیات پر مکمل تجزیہ کرنے سے ہم عاجز ہیں یہ کام ہم فقط اس لیے کررہے ہیںکہ ہمارے نفس پر اس کا اثر پڑے اور وہ واقعات ہماری ہدایت کا چراغ بن جائیں۔

عفو، کمال کا پیش خیمہ

عفو کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ وہ انسان کے اندر کمال کا جوہر پیدا کردیتاہے، اس لئے کہ عفو کرنے والا جہاد اکبر کی منزل میں ہوتاہے، وہ اپنے نفس سے جہاد کرتاہے، اس کا نفس انتقام کیلئے آمادہ کرتاہے، اس کے غیظ و غضب کی آگ بھڑکاتاہے، لیکن معاف کرنے والا انسان ایسی خواہشوں سے نبرد آزمائی رکھتارہتاہے اور پھر خودسازی اور کمال روح کی زمین ہموار ہوجاتی ہے، اس لئے عقل و نفس کی جنگ میں اگر انسان شرع اور عقل کو حاکم بنالے تو یہ انسان کے اندر کمال پیدا کرنے کے ضامن ہیں۔

عفو میںدنیا اور آخرت کی عزت

عفو اور درگذر کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں انسان کی عزت میں اضافہ

کرتاہے_

عزت دنیا

شیطان ، انسان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا کرتاہے کہ اگر تم انتقام نہیں لوگے تو لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہوجاوگے، دوسرے شیر بن جائیں گے ، حالانکہ ایسا نہیں ہے عفو اور درگذر انسان کی قدر و منزلت کو بڑھانے اور اس کی شخصیت کو بلند کرنے کا سبب ہے ، خاص طور پر اگر توانائی اور طاقت کی موجودگی میں کسی کو معاف کردیا جائے تو یہ اور بھی زیادہ موثر ہے ، اگر عفو کو ترک کردیا جائے تو ہوسکتاہے کہ لڑائی جھگڑا ہوجائے اور پھر بات عدالت تک پہنچے کبھی کبھی تو ایسا ابھی ہوتاہے کہ ترک عفوانسان کی جان، مال عزت اور آبرو کے جانے کا باعث بن جاتاہے اور ان تمام باتوں سے انسان کی قدر و قیمت گھٹ جاتی ہے _

کلام رسول خدا ﷺ

مندرجہ بالا حقائق کی طرف پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمہ علیہم السلام نے اپنے کلام میں اشارہ فرمایاہے_

"عن ابی عبداللہ قال:قال رسول اللہ ﷺ علیکم بالعفو فان العفو لا یزید العبد الا عزا فتعافوا یعزکم اللہ" [1]

---

1) (مرآة العقول ج8 ص 194)_

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم عفو اور درگذر سے کام لیا کرو کیوں کہ عفو فقط انسان کی عزت میں اضافہ کرتاہے لہذا تم عفو کیا کرو کہ خدا تمہیں عزت والا بنادے_

"عن ابی عبداللہ قال: قال رسول اللہ فی خطبتہ الا اخبرکم بخیر خلایق الدنیا والآخرۃ ؟ العفو عمن ظلمک و تصل من قطعک والاحسان الی من اساء الیک و اعطاء من حرمک"[1]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا: کیا میں تم کو اس بہترین اخلاق کی خبر دوں جو دنیا و آخرت دونوں میں نفع بخش ہے ؟ تو سنو، جس نے تمہارے اوپر ظلم کیا اس کو معاف کردینا ، ان رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا جنہوں نے تمہارے ساتھ قطع رحمی کی ، اس کے ساتھ نیکی سے پیش آنا جو تمہارے ساتھ برائی سے پیش آئے، اور اسکو عطا کرنا جس نے تم کو محروم کردیا ہو یہ بہترین اخلاق ہیں _

آخرت کی عزت

عفو و درگذر میں انسان کی اخروی عزت بھی پوشیدہ ہے کہ اس سے معرفت پروردگار حاصل ہوتی ہے_

---

1) (مرآۃ العقول ج8 ص192)_

قرآن کہتاہے :

(واليعفوا وليصفحوا الا تحبون ان يغفر الله لكم والله غفور رحيم) [1]

مؤمنین کو چاہئے کہ وہ اپنے اندر عفو اور درگذر کی صفت پیدا کریں ، کیا تم اس بات کو دوست نہیں رکھتے کہ خدا تم کو بخش دے، خدا بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے _

(و سارعوا الى مغفرة من ربكم و جنةعرضها السموات والارض اعدت للمتقين الذين ينفقون فى السراء والضراء والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس والله يحب المحسنين) [2]

تم اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف تیزی سے بڑھو جس کی وسعت تمام آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جس کو اللہ نے پرہیز گار بندوں کے لئے مہیا کررکھاہے، ان پرہیزگاروں کیلئے جو اپنے مال کو وسعت اور جنگ کے عالم میں فقراء پر خرچ کرتے اور اپنے غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کردیتے ہیں ، خدا نیک اعمال کرنے والوں کو دوست رکھتاہے_

---

1) (نور22)_

2) (آل عمران 124، 123)_

رسول خدا کی عزت

عفو و رحمت جیسی تمام صفات کمال کے ساتھ رسول خدا ﷺ کو خدابارگاہ میں حقیقی عزت حاصل تھی (ان العزة لله و لرسوله) عزت خدا اور اس کے رسول کیلئے ہے _

رسول مقبول ﷺ کے دامن عفو میں آنے کے بعد نہ صرف مؤمنین بلکہ دشمن بھی آپ ﷺ کے وفادار دوست بن جاتے تھے اس لئے کہ پیغمبر ﷺ نے اپنے خدا سے یہ عظیم ادب سیکھا تھا، ارشاد ہوتاہے :

(ادفع بالتی هی احسن فاذا الذین بینک و بینه عداوة کانه ولی حمیم) [1]

اے میرے رسول ﷺ آپ لوگوں کی بدی کا بدلہ نیکی سے دیں تا کہ جو آپ ﷺ کے دشمن ہیں وہ دوست بن جائیں_

معلوم ہوتاہے کہ عفو و درگذر دلوں میں مہربانی پیدا کرنے کا سبب ہوا کرتاہے کہ کینہ پرور دشمن کے دل کو بھی نرم کردیتاہے ، انسان کی شخصیت کو بلند کرتاہے اور لوگوں کی توجہ عفو کرنے والے کی طرف مبذول ہوجاتی ہے ، لیکن اس کے برخلاف کینہ توزی اور انتقامی کاروائی سے لوگ بدظن ہوجاتے ہیں اور ایسے شخص سے فرار کرنے لگتے ہیں ، انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی میں رسول خدا ﷺ کے کامیاب ہوجانے کی ایک علت آنحضرت ﷺ کا یہی رحم وکرم ہے _

---

1) (فصلت 34)_

اقتدار کے باوجود درگذر

انتقام کی طاقت ہونے کے باوجودمعاف کردینے کی بات ہی کچھ اور ہے ، اس سے بڑی وہ منزل ہے کہ جب انسان معاف کرنے کے ساتھ ساتھ احسان بھی کرے، قدرت و طاقت کے باوجود معاف کردینے اور بخش دینے میں انسانوں میں سب سے نمایاں مثال رسول اکرم ﷺ کی ہے ، آپ ﷺ کی نبوت کے زمانہ میں مختلف افراد اور اقوام کو معاف کردینے کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

لطف و مہربانی کا دن

کفار و مشرکین مکہ کی خطاؤں کو معاف کردینے اور ان کو دامن عفو میں جگہ دینے والا سب سے مشہور دن فتح مکہ کے بعد کا دن ہے ، جن دشمنوں نے رسول اسلام ﷺ کو ہر طرح کی اذیتیں پہنچانے کی کوششیں کی تھیں اور آپ ﷺ کو ہجرت کر جانے پر مجبور کردیا تھا، آپ ﷺ نے ان دشمنوں کو معاف کردیا۔

سعد بن عبادہ جو لشکر اسلام کے ایک کمانڈر تھے مکہ جاتے ہوئے انہوں نے نعرہ بلند کیا " الیوم یوم الملحمه، الیوم تستحل الحرمة الیوم اذل اللہ قریشا" آج خون بہانے کا دن ہے آج وہ دن ہے کہ جس دن حرمت و احترام کا خیال رکھنے کی ضرورت نہیں ہے، آج خدا قریش کو ذلیل کریگا۔

لیکن اس نعرہ کی خبر جب آنحضرت ﷺ کو ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ : سعد کو غلط فہمی ہوئی ہے، آج کا نعرہ یہ ہے:

"الیوم ، یوم الرحمة الیوم اعز اللہ قریشا"

آج لطف و مہربانی کا دن ہے آج خدا نے قریش کو عزت دی ہے_

بعض اصحاب نے عرض کی " ہمیں خوف ہے کہ سعد کہیں حملہ نہ کردیں،پیغمبر ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کو بھیجا تا کہ سعد سے علم لیکر ان کے بیٹے قیس کو دیدیں حضور نے اس بہانے سے سعد کا کنٹرول چھینا تا کہ ان کے رنج کا سبب نہ بنے [1]

اپنی پوری طاقت اور توانائی کیساتھ پیغمبر ﷺ جب کفار قریش کے سامنے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے قریش اور مکہ والو کیا تم کو معلوم ہے کہ ہم تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں گے ؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ سوائے خیر اور نیکی کے ہمیں آپ ﷺ سے کوئی اور توقع نہیں ہے ، آپ ﷺ بزرگوار اور کریم بھائی کی حیثیت رکھتے ہیں _ اس وقت آپ ﷺ نے وہی بات کہی جو یوسف نے اپنے بھائیوں کے سامنے کہی تھی(لا تثریب علیکم الیوم)[2] روایت ہے کہ جب یوسف نے ان کو پہچان لیا تو وہ ان کے دستر خوان پر ہر صبح و شام حاضر ہونے لگے انہوں نے اپنے بھائی یوسف سے کہا کہ ہم اپنے گذشتہ سلوک پر نادم ہیں _ جناب یوسف نے فرمایا: نہیں ایسا نہیں ہے اس لئے کہ ہر چند کہ میں آج مصر کا بادشاہ ہولیکن لوگ اسی پہلے دن کی نگاہ سے آج بھی مجھ کو دیکھ رہے ہیں _ اور کہتے ہیں کہ جو بیس درہم میں خریدا گیا تھا وہ آج مصر کی حکومت تک کیسے پہنچ گیا لیکن جب تم

---

1) (ناسخ التواریخ ج3 ص285 ، 284)_

2) (یوسف 92)_

آگےئےاور یہ لوگ سمجھ گئے کہ میں تمہارا بھائی ہوں تو تمہاری وجہ سے میں لوگوں کی نظروں میں بلند ہوگیاہوں ان لوگوں نے جب سمجھ لیا کہ میں تمہارا بھائی ہوں اور خاندان حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوں تو اب یہ لوگ اس نظر سے نہیں دیکھتے جس نظر سے ایک غلام کو دیکھا جاتاہے _(سفینۃ البحار ج1 ص 412)

آج تمہاری سرزنش نہیں ہوگی _ تم شرمندہ نہ ہونا _ ہم نے آج تم کو معاف کردیا _ پھر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: اذھبوا انتم الطلقاء جاو اب تم آزاد ہو_

فتح مکہ کے بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پوری قدرت اور طاقت حاصل تھی پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تمام دشمنوں کو آزاد کردیا، صرف ان پندرہ افراد کو امان سے مستثنی کیا جو اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن تھے اور بہت سی سازشوں میں ملوث تھے، وہ گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں، فتح مکہ کے بعد ان میں سے چار افراد کے علاوہ سب قتل کردیئے گئے، چار افراد کو امان ملی انہوں نے اسلام قبول کیا اور ان کی جان بچ گئی [1]

اب ان لوگوں کا ذکر کیا جائیگا جن کو پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دامن عفو میں جگہ ملی_

آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چچا حمزہ کا قاتل

جناب حمزہ کا قاتل " وحشی" بھی ان ہی لوگوں میں شامل تھاجن کے قتل کا پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فتح

---

1) (محمد الرسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ص 319 _ 713)

مکہ سے پہلے حکم دے دیا تھا، مسلمان بھی اس کو قتل کرنے کی تاک میں تھے، لیکن وحشی بھاگ کر طاءف پہنچ گیا اور کچھ دنوں وہاں رہنے کے بعد طاءف کے نماءندوں کے ساتھ وہحضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا، اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے حضرت رسول ﷺ کی خدمت میں حمزہ کے قتل کی رویداد سنائی حضرت ﷺ نے فرمایا : میری نظروں سے اتنی دور چلاجاکہ میں تجھ کو نہ دیکھوں، اسی طرح یہ بھی معاف کردیا گیا[1]

ابوسفیان کی بیوی عتبہ کی بیٹی ہند

ابوسفیان کی بیوی، عتبہ کی بیٹی " ھند" بھی ان لوگوں میں سے تھیکہ پیغمبر ﷺ نے جسکا خون مباح کردیا تھا، اس لئے کہ اس نے حمزہ کو مثلہ کرکے ا ن کا کلیجہ چبانے کی کوشش کی تھی، فتح مکہ کے بعد وہ رسول خدا ﷺ کی خدمت میں پہنچیں اور اس نے اظہار اسلام کیا تو حضور نے اس کو بھی معاف کردیا[2]

ابن زبعری

فتح مکہ کے بعد " ابن زبعری" بھاگ کر نجران چلا گیا لیکن کچھ دنوں کے بعد وہ رسول

---

1) (مغازی واقدی ترجمہ ڈاکٹر محمود مھدوی دامغانی ج2 ص 660)

2) (محمد الرسول ﷺ 318)_

خدا ﷺ کی خدمت میں پہنچا اس نے وحدانیت اور رسالت کی گواہی دی اور آنحضرت ﷺ سے کہا کہ میں نے آپ ﷺ سے دشمنی کی، آپ ﷺ سے جنگ کرنے کیلئے میں نے پیادوں کا لشکر جمع کیا ، اس کے بعد میں بھاگ کر نجران چلا گیا میرا ارادہ تھا کہ میں کبھی بھی اسلام کے قریب نہیں جاوں گا لیکن خدا نے مجھ کو خیر کی توفیق عطا کی اور اس نے اسلام کی محبت میرے دل میں بٹھادی، آنحضرت ﷺ نے فرمایا : کہ اس خدا کی تعریف کہ جس نے تم کو اسلام کا راستہ دکھایا وہ اس سے پہلے کی باتوں پر پردہ ڈال دیتاہے_ [1]

ابوسفیان ابن حارث ابن عبدالمطلب (معاویہ کا باپ ابوسفیان نہیں بلکہ یہ دوسرا ابوسفیان ہے)_

یہ پیغمبر صلی‌اللہ‌علیہ‌وآلہ‌وسلم کا چچا زاد اور دودھ شریک بھائی تھا ، اس نے کچھ مدت جناب حلیمہ کا دودھ پیا تھا اور پیغمبر ﷺ کا ہم سن تھا_

بعثت سے پہلے تو یہ ٹھیک تھا مگر بعد میں یہ آپ ﷺ کا سخت ترین دشمن بن گیا ، پیغمبر اسلام ﷺ اور مسلمانوں کی ہجو میں یہ اشعار کہا کرتا تھا، بیس سال تک اس نے پیغمبر ﷺ سے دشمنوں کا سا سلوک روا رکھا مسلمانوں سے لڑی جانے والی تمام جنگوں میں کفار کے ساتھ رہا ، یہاں تک کہ اس کے دل میں نور اسلام کی روشنی پہنچ گئی ، چنانچہ ایک روز وہ اپنے بیٹے اور غلام کے ساتھ مکہ سے باہر آیا اور اس وقت پیغمبر ﷺ کے پاس پہونچا کہ جب آپ ﷺ حنین

1)(مغازی واقدی ج2 ص 648، ترجمہ ڈاکٹر محمود مہدوی دامغانی)_

کی طرف روانہ ہورہے تھے، اس نے کئی بار اپنے آپ کو پیغمبر ﷺ کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی لیکن آنحضرت ﷺ نے کوئی توجہ نہیں دی اور اپنا رخ اس کی جانب سے پھیر لیا ، مسلمانوں نے بھی رسول اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے بے اعتنائی کا ثبوت دیا ، لیکن وہ بھی پیغمبر ﷺ کے لطف و کرم کا امیدوار رہا ، بات یوں ہی ٹلتی رہی یہاں تک کہ جنگ حنین شروع ہوگئی ابوسفیان کا بیان ہے کہ پیغمبر ﷺ میدان جنگ میں ایک سفید اور سیاہ رنگ کے گھوڑے پر سوار تھے آپ ﷺ کے ہاتھوں میں برہنہ تلوار تھی ، میں تلوار لئے ہوئے اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور میں نے عمداً اپنی تلوار کی نیام توڑ ڈالی ، خدا شاہد ہے کہ وہاں میری یہی آرزو تھی کہ پیغمبر ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے میں قتل کردیا جاؤں_

عباس بن عبدالمطلب نے پیغمبر ﷺ کے گھوڑے کی لگام تھام رکھی تھی میں بھی دوسری طرف تھا،آنحضرت ﷺ نے میری طرف نگاہ کی اور پوچھا کہ یہ کون ہے ؟ میں نے چاہا کہ اپنے چہرہ کی نقاب ہٹادوں، عباس نے کہا :

اے رسول خدا ﷺ یہ آپ کا چچا زاد بھائی ابوسفیان بن حارث ہے ، آپ اس پر مہربانی فرمائیں اور اس سے راضی ہوجائیں، آپ ﷺ نے فرمایا : میں راضی ہوگیا خدا نے اس کی وہ تمام دشمنی جو اس نے مجھ سے کی معاف کردی ہے _

ابوسفیان کا کہناہے کہ میں نے پیغمبر ﷺ کے پاؤں کو رکاب میں بوسے دیئے آنحضرت ﷺ نے میری طرف توجہ کی اور فرمایا: میرے بھائی تمہیں میری جان کی قسم یہ نہ کرو پھر آپ ﷺ نے

فرمایا: آگے بڑھو اور دشمن پر حملہ کردو میں نے حملہ کرکے دشمن کو بھگا دیا، میں آگے آگے تھا اور رسول خدا ﷺ میرے پیچھے آرہے تھے میں لوگوں کو قتل کررہا تھا اور دشمن بھا گے جارہے تھے_[1]

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام

عفو و رحمت کا دوسرانمونہ پیغمبر ﷺ کی گود کے پالے ،انسانیت کا اعلی نمونہ حضرت علی علیہ السلام ہیں آپ ﷺ کی زندگی سے بھی یہی واضح ہوتاہے کہ آپ ﷺ نے بھی پوری طاقت اور قدرت و اختیار کے باوجود عفو و درگزر سے کام لیا اور پیغمبر ﷺ کی سیرت کو نمونہ بنایا_

فتح بصرہ کے بعد آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے ان لوگوں کو معاف کردینے کی سفارش کی جنہوں نے جنگ کی آگ بھڑکائی تھی اور نئی حکومت کو جڑ سے اکھاڑ دینے کی کوشش کی تھی ، آپ ﷺ نے حکم دیا کہ بھاگ جانے والوں کا پیچھا نہ کیا جائے ان کا مال نہ لوٹا جائے، آپ علیہ السلام کی طرف سے ایک منادی ندا دیتا جارہا تھا جو اپنا اسلحہ زمین پر رکھ دے اور گھر میں چلا جائے اس کو امان ہے، آپ ﷺ کے عفو کا دامن اتنا پھیلا کہ آپ علیہ السلام نے لشکر کے سپہ سالاروں اور قوم کے سربرآوردہ افراد نیز جناب عائشہ کو معاف کردیا،تو جناب عائشہ کو تو احترام اور تحفظ کے ساتھ مدینہ بھیجا اور مروان بن حکم کو بھی معاف کردیا جو کہ آپ علیہ السلام

---

1) (مغازی واقدی ترجمہ ڈاکٹر محمود مھدوی دامغانی ج2 ص 619 ، 616)_

کا سخت ترین دشمن تھااور ابن زبیر کو بھی معاف کردیا جو آپ کے لشکر کی کامیابی سے پہلے بصرہ میں آپ عليه‌السلام کے خلاف ناروا باتیں کہا کرتا تھا اور لوگوں کو آپ عليه‌السلام کی خلاف بھڑکاتارہتا تھا [1]

---

1) (اءمتنا ج 1 ص 4)_

خلاصہ درس

1)انسانیت کے مظہر کامل ہونے کے اعتبار سے آنحضرت ﷺ انسانیت کے فضاءل اور کرامات کااعلی نمونہ تھے، آپ اخلاق الھی سے مزین اور انک لعلی خلق عظیم کے مرتبہ پر فائز تھے_

2) آپ کے فضاءل میں سے یہ بھی ہے کہ خدا نے آپ ﷺ کو " روف و رحیم " کی صفت سے یاد فرمایاہے _

3) پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے ذاتی حق کے لئے کسی سے بھی انتقام نہیں لیا بلکہ جو بھی آپ ﷺ کو اذیت پہنچا تھا آپ ﷺ اسکو معاف فرمادیتے تھا مگر جب آپ ﷺ یہ دیکھتے تھے کہ حکم خدا کی ہتک حرمت کی جاتی تھی تو اس وقت آپ ﷺ حد جاری کرتے تھے_

4) عفو کردینا انسانیت کا کامل ہے اسلئے کہ عفو کرنے والا اپنے نفس کو دبانے کے سلسلہ میں جہاد اکبر میں مشغول ہوتاہے_

5)عفو کا ایک قابل قدر اثر یہ بھی ہے کہ انسان دنیا و آخرت میں باعزت رہتاہے_

6)رسول خدا اپنی صفات کمال عفو اور مہربانی کے ذریعہ خدا کے نزدیک حقیقی عزت کے مالک ہیں اور مؤمنین کے دلوں میں بھی آپ ﷺ کی بڑی قدر و منزلت ہے_

7) سب سے زیادہ بہترین عفو و ہ ہے جو طاقت اور قدرت کے باوجود ہو اور اگر عفو کے ساتھ احسان ہو تو اس کا درجہ اس سے بھی بڑا ہے_

سوالات :

1 _ اصحاب نے جب کفار کے بارے میں لعن اور نفرین کی بات کہی تو اس وقت رسول خدا ﷺ نے کیا جواب دیا؟

2 _ عفو کیونکر انسان کے کمالات کی زمین ہموار کرتاہے؟

3 _ سب سے بلند اور سب سے بہترین معافی کون سی معافی تھی ؟

4 _ فتح مکہ کے دن رسول خدا ﷺ نے سعد بن عبادہ سے کیا فرمایا تھا؟

5 _ فتح مکہ کے دن پیغمبر ﷺ نے جو عفو اور درگذر کے نمونے پیش کئے ان میں سے ایک نمونہ بیان فرمایئے؟

دسواں سبق:

(بدزبانی کرنے والوں سے درگزر)

عفو،درگذر، معافی اور چشم پوشی کے حوالے سے رسول اکرم، اور ائمہ اطہار علیہم السلام کا سبق آموز برتاؤ وہاں بھی نظر آتا ہے جہاں ان ہستیوں نے ان لوگوں کو معاف فرمادیا کہ جو ان عظیم و کریم ہستیوں کے حضور توہین، جسارت اور بدزبانی کے مرتکب ہوئے تھے، یہ وہ افراد تھے جو ان گستاخوں کو معاف کرکے ان کو شرمندہ کردیتے تھے اور اس طرح ہدایت کا راستہ فراہم ہوجایا کرتا تھا۔

اعرابی کا واقعہ

ایک دن ایک اعرابی رسول خدا ﷺ کی خدمت میں پہونچا اس نے آنحضرت ﷺ سے کوئی چیز مانگی آپ ﷺ نے اس کو وہ چیز دینے کے بعد فرمایا کہ : کیا میں نے تم پر کوئی احسان کیا ہے ؟ اس شخص نے کہا نہیں آپ ﷺ نے ہرگز مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا ہے ۔ اصحاب کو غصہ

آگیا وہ آگے بڑھے تو آپ ﷺ نے ان کو منع کیا ، پھر آپ ﷺ گھر کے اندر تشریف لے گئے اور واپس آکر کچھ اور بھی عطا فرمایا اور اس سے پوچھا کہ کیا اب میں نے تم پر کوئی احسان کیا ہے ؟ اس شخص نے کہا ہاں آپ ﷺ نے احسان کیا ہے خدا آپ کو جزائے خیر دے_ رسول خدا ﷺ نے فرمایا : تم نے جو بات میرے اصحاب کہ سامنے کہی تھی ہوسکتاہے کہ اس سے ان کے دل میں تمہاری طرف سے بدگمانی پیدا ہوگئی ہو لہذا اگر تم پسند کرو تو ان کے سامنے چل کر اپنی رضامندی کا اظہار کردو تا کہ ان کے دل میں کوئی بات باقی نہ رہ جائے، وہ اصحاب کے پاس آیا پیغمبر ﷺ نے فرمایا: یہ شخص مجھ سے راضی ہوگیا ہے،کیا ایسا ہی ہے ؟ اس شخص نے کہا جی ہاں خدا آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے خاندان کو جزائے خیردے، پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری اور اس شخص کی مثال اس آدمی جیسی ہے جسکی اونٹنی کھل کر بھاگ گئی ہو لوگ اس کا پیچھا کررہے ہوں اور وہ بھاگی جارہی ہو،اونٹنی کا مالک کہے کہ تم لوگ ہٹ جاو مجھے معلوم ہے کہ اس کو کیسے رام کیا جاتا ہے پھر مالک آگے بڑھے اور اس کے سر اور چہرہ پر ہاتھ پھیرے اس کے جسم اور چہرہ سے گرد و غبار صاف کرے اور اسکی رسی پکڑلے، اگر کل میں تم کو چھوڑ دیتا تو تم بد زبانی کی بناپر اس کو قتل کردیتے اور یہ جہنم میں چلاجاتا_

---

1)(سفینۃ البحار ج1 ص416)_

امام حسن مجتبی اور شامی شخص

ایک دن حسن مجتبی علیہ السلام مدینہ میں چلے جارہے تھے ایک مرد شامی سے ملاقات ہوئی اس نے آپ علیہ السلام کو برا بھلا کہنا شروع کردیا کیونکہ حاکم شام کے زہریلے پروپیگنڈہ کی بناپر شام کے رہنے والے علی علیہ السلام اور فرزندان علی علیہ السلام کے دشمن تھے، اس شخص نے یہ چاہا کہ اپنے دل کے بھڑ اس نکال لے، امام علیہ السلام خاموش رہے ، وہ اپنی بات کہہ کر خاموش ہوگیا تو آپ علیہ السلام نے مسکراتے ہوئے کہا " اے شخص میرا خیال ہے کہ تو مسافر ہے اور تم میرے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہوئے ہو (یعنی تو دشمنوں کے پروپیگنڈوں سے متاثر ہے) لہذا اگر تو مجھ سے میری رضامندے حاصل کرنا چاہے تو میں تجھ سے راضی ہوجاؤنگا ، اگر کچھ سوال کروگے تو ہم عطا کریں گے ، اگر رہنمائی اور ہدایت کا طالب ہے تو ہم تیری رہنمایی کریں گے _ اگر کسی خدمتگار کی تجھ کو ضرورت ہے تو ہم تیرے لئے اس کا بھی انتظام کریں گے _ اگر تو بھوکا ہوگا تو ہم تجھے سیر کریں گے محتاج لباس ہوگا تو ہم تجھے لباس دیں گے_ محتاج ہوگا تو ہم تجھے بے نیاز کریں گے _ پناہ چاہتے ہو تو ہم پناہ دیں گے _ اگر تیری کوئی بھی حاجت ہو تو ہم تیری حاجت روائی کریں گے _ اگر تو میرے گھر مہمان بننا چاہتاہے تو میں راضی ہوں یہ تیرے لئے بہت ہی اچھا ہوگا اس لیئے کہ میرا گھر بہت وسیع ہے اور میرے پاس عزت و دولت سبھی کچھ موجود ہے _

جب اس شامی نے یہ باتیں سنیں تو رونے لگا اور اس نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ

آپ علیہ السلام زمیں پر خلیفۃ اللہ ہیں ، خدا ہی بہتر جانتا ہے اپنی رسالت اور خلافت کو کہاں قرار دے گا _ اس ملاقات سے پہلے آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے پدر بزرگوار میرے نزدیک بہت بڑے دشمن تھے اب سب سے زیادہ محبوب آپ ہی حضرات ہیں _ پھروہ امام کے گھر گیا اور جب تک مدینہ میں رہا آپ ہی کا مہمان رہا پھر آپ کے دوستوں اور اہلبیت (علیہم السلام) کے ماننے والوں میں شامل ہو گیا _[1]

امام سجاد علیہ السلام اور آپ کا ایک دشمن

منقول ہے کہ ایک شخص نے امام زین العابدین علیہ السلام کو برا بھلا کہا آپ کو اس نے دشنام دی آپ علیہ السلام نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا ، پھر آپ علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے پلٹ کر کہا: آپ لوگوں نے اس شخص کی باتیں سنں ؟ اب آپ ہمارے ساتھ آئیں تا کہ ہمارا بھی جواب سن لیں وہ لوگ آپ کے ساتھ چل دیئے اور جواب کے منتظر رہے _ لیکن انہوں نے دیکھا کہ امام علیہ السلام راستے میں مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت کر رہے ہیں _

(و الکاظمین الغیظ و العافین عن الناس و اللہ یحب المحسنین)[2]

وہ لوگ جو اپنے غصہ کوپی جاتے ہیں; لوگوں کو معاف کردیتے ہیں ، خدا نیکی کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے _

---

1) (منتہی الامال ج 1 ص 162)_

2) (آل عمران134)_

ان لوگوں نے سمجھا کہ امام علیہ السلام اس شخص کو معاف کردینا چاہتے ہیں جب اس شخص کے دروازہ پر پہونچے او حضرت علیہ السلام نے فرمایا : تم اس کو جاکر بتادو علی بن الحسین علیہ السلام آئے ہیں ، وہ شخص ڈراگیا اور اس نے سمجھا کہ آپ علیہ السلام ان باتوں کا بدلہ لینے آئے ہیں جو باتیں وہ پہلے کہہ کے آیا تھا ، لیکن امام علیہ السلام نے فرمایا: میرے بھائی تیرے منہ میں جو کچھ 1آیا تو کہہ کے چلا آیا تو نے جو کچھ کہا تھا اگر وہ باتیں میرے اندر موجود ہیں تو میں خدا سے مغفرت کا طالب ہوں اور اگر نہیں ہیں تو خدا تجھے معاف کرے ، اس شخص نے حضرت کی پیشانی کا بوسہ دیا اور کہا میں نے جو کچھ کہا تھا وہ باتیں آپ میں نہیں ہیں وہ باتیں خود میرے اندر پائی جاتی ہیں ـ[1]

ائمہ معصومین (علیہم السلام) صرف پسندیدہ صفات اور اخلاق کریمہ کی بلندیوں کے مالک نہ تھے بلکہ ان کے مکتب کے پروردہ افراد بھی شرح صدر اور وسعت قلب اور مہربانیوں کا مجسمہ تھے نیز نا واقف اور خود غرض افراد کو معاف کردیا کرتے تھے ـ

مالک اشتر کی مہربانی اور عفو

جناب مالک اشتر مکتب اسلام کے شاگرد اور حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کے تربیت کردہ تھے اور حضرت علی علیہ السلام کے لشکر کے سپہ سالار بھی تھے آپ کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ اگر کوئی یہ قسم کھائے کہ عرب اور عجم میں علی علیہ السلام کے علاوہ مالک اشتر

1) (بحارالانوار ج 46 ص 55) ـ

سے بڑھ کر کوئی شجاع نہیں ہے تو اس کی قسم صحیح ہوگی حضرت علی علیہ السلام نے آپ کے بارے میں فرمایا : مالک اشتر میرے لئے اس طرح تھا جیسے میں رسول خدا کے لئے تھا _ نیز آپ علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا : کاش تمہارے در میان مالک اشتر جیسے دو افراد ہوتے بلکہ ان کے جیسا کوئی ایک ہوتا _ایسی بلند شخصیت اور شجاعت کے مالک ہونے کے با وجود آپ کا دل رحم و مروت سے لبریز تھا ایک دن آپ بازار کوفہ سے گذر رہے تھے ، ایک معمولی لباس آپ نے زیب تن کر رکھا تھا اور اسی لباس کی جنس کا ایک ٹکڑا سر پر بندھا ہوا تہا ، بازار کی کسی دو کان پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا، جب اس نے مالک کو دیکھا کہ وہ اس حالت میں چلے جارہے ہیں تو اس نے مالک کو بہت ذلیل سمجھا اور بے عزتی کرنے کی غرض سے آپ کی طرف سبزی کا ایک ٹکڑا اچھال دیا، لیکن آپ نے کوئی توجہ نہیں کی اور وہاں سے گزر گئے ایک اور شخص یہ منظر دیکھ رہاتھا وہ مالک کو پہچانتا تھا، اس نے آدمی سے پوچھا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ تم نے کس کی توہین کی ہے؟ اس نے کہا نہیں ، اس شخص نے کہا کہ وہ علی علیہ السلام کے صحابی مالک اشتر ہیں وہ شخص کانپ اٹھا اور تیزی سے مالک کی طرف دوڑا تا کہ آپ تک پہنچ کر معذرت کرے، مالک مسجد میں داخل ہو چکے تھے اور نماز میں مشغول ہوگئے تھے، اس شخص نے مالک کے نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کیا جب آپ نماز سے فارغ ہوگئے تو اس نے پہلے سلام کیا پھر قدموں کے بوسے لینے لگا، مالک نے اس کا شانہ پکڑ کر اٹھایا اور کہا یہ کیا کررہے ہو؟ اس شخص نے کہا کہ جو گناہ مجھ سے سرزد ہوچکاہے میں اس کے

لئے معذرت کررہاہوں، اس لئے کہ میں اب آپ کو پہچان گیا ہوں، مالک نے کہا کوئی بات نہیں تو گناہ گار نہیں ہے اس لئے کہ میں مسجد میں تیری بخشش کی دعا کرنے آیا تھا_[1]

ظالم سے درگذر

خدا نے ابتدائے خلقت سے انسان میں غیظ و غضب کا مادہ قرار دیا ہے ، جب کوئی دشمن اس پر حملہ کرتاہے یا اس کا کوئی حق ضاءع ہوتاہے یا اس پر ظلم ہوتاہے یا اس کی توہین کی جاتی ہے تو یہ اندرونی طاقت اس کو شخصیت مفاد اور حقوق سے دفاع پر آمادہ کرتی ہے اور یہی قوت خطروں کو برطرف کرتی ہے _

قرآن کا ارشاد ہے :

(فمن اعتدی علیکم فاعتدوا بمثل ما عتدی علیکم)[2]

جو تم پر ظلم کرے تو تم بھی اس پر اتنی زیادتی کرسکتے ہو جتنی اس نے کی ہے _

قرآن مجید میں قانون قصاص کو بھی انسان اور معاشرہ کی حیات کا ذریعہ قرار دیا گیاہے اور یہ واقعیت پر مبنی ہے _

(و لکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب)[3]

اے عقل والو قصاص تمہاری زندگی کی حفاظت کیلئے ہے_

---

1) (منتہی الامال ص 155)_

2) (بقرہ 194)_

3) (بقرہ 179) _

لیکن بلند نگاہیوں اور ہمتوں کے مالکوںکی نظر میں مقابلہ بالمثل اور قصاص سے بڑھ کر جو چیز اہمیت کی حامل ہے وہ آتش غضب کو آپ رحمت سے بجھا دیناہے _

(و ان تعفوااقرب للتقوی) [1]

اگر تم معاف کردو تو یہ تقوی سے قریب ہے_

عفو اور درگذر ہر حال میں تقوی سے نزدیک ہے اسلئے کہ جو شخص اپنے مسلم حق سے ہاتھ اٹھالے تو اس کا مرتبہ محرمات سے پرہیز کرنے والوں سے زیادہ بلند ہے[2]

رسول خدا ﷺ اور ائمہ معصومین (علیہم السلام) پر جن لوگوں نے ظلم ڈھائے ان کے ساتھ رسول خدا ﷺ اور ائمہ اطہار کا ہم کو کچھ اور ہی سلوک نظر آتاہے جن لوگوں نے اپنی طاقت کے زمانہ میں حقوق کو پامال کیا اور ظلم و ستم کا بازار گرم رکھا جب وہی افراد ذلیل و رسوا ہوکر نظر لطف و عنایت کے محتاج بن گئے تو رسول خدا ﷺ اور ائمہ اطہار نے ان کو معاف کردیا_

امام زین العابدین علیہ السلام اور ہشام

بیس سال تک ظلم و استبداد کے ساتھ حکومت کرنے کے بعد سنہ 86 ھ میں عبدالملک بن مروان دنیا سے رخصت ہوگیا اس کے بعد اس کا بیٹا ولید تخت خلافت پر بیٹھا اس نے

---

1) (بقرہ 237)_

2) (المیزان ج2 ص 258)_

لوگوں کی توجہ حاصل کرنے اور عمومی مخالفت کا زور کم کرنے کے لئے حکومت کے اندر کچھ تبدیلی کی ان تبدیلیوں میں سے ایک تبدیلی یہ تھی کہ اس نے مدینہ کے گورنر ہشام بن اسماعیل کو معزول کردیا کہ جس نے اہلبیت (علیہم السلام) پر بڑا ظلم کیا تھا۔ جب عمر بن عبدالعزیز مدینہ کا حاکم بنا تو اس نے حکم دیا کہ ہشام کو مروان حکم کے گھر کے سامنے لاکر کھڑا کیاجائے تا کہ جو اس کے مظالم کا شکا رہوئے ہیں وہ آئیں اور ان کے مظالم کی تلافی ہوجائے_لوگ گروہ در گروہ آتے اورہشام پر نفرین کرتے تھے اور اسے گالیاں دیتے تھے، ہشام علی بن الحسین علیہ السلام سے بہت خوفزدہ تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ میں نے چونکہ ان کے باپ پر لعن کیا ہے لہذا اسکی سزا قتل سے کم نہیں ہوگی ، لیکن امام علیہ السلام نے اپنے چاہنے والوں سے کہا کہ : یہ شخص اب ضعیف اور کمزور ہوچکاہے اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ ضعیفوں کی مدد کرنی چاہئے، امام علیہ السلام ہشام کے قریب آئے اور آپ علیہ السلام نے اس کو سلام کیا ، مصافحہ فرمایا اور کہا کہ اگر ہماری مدد کی ضرورت ہو تو ہم تیار ہیں ، آپ علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ : تم اس کے پاس زیادہ نہ جاو اس لئے کہ تمہیں دیکھ کر اس کو شرم آئے گی ایک روایت کے مطابق امام علیہ السلام نے خلیفہ کو خط لکھا کہ اس کو آزاد کردو اور ہشام کو چند دنوں کے بعد آزاد کردیا گیا_[1]

---

1)(بحارالانوار ج46 ص 94)_

امام رضا علیہ السلام اور جلودی

جلودی وہ شخص تھا جس کو محمد بن جعفر بن محمد کے قیام کے زمانہ میں مدینہ میں ہارون الرشد کی طرف سے اس بات پر مامور کیا گیا تھا کہ وہ علویوں کی سرکوبی کرے ان کو جہاں دیکھے قتل کردے ، اولاد علی علیہ السلام کے تمام گھروں کو تاراج کردے اور بنی ہاشم کی عورتوں کے زیورات چھین لے ، اس نے یہ کام انجام بھی دیا جب وہ امام رضا علیہ السلام کے گھر پہونچا تو اس نے آپ علیہ السلام کے گھر پر حملہ کردیاامام علیہ السلام نے عورتوں اور بچوں کو گھر میں چھپادیا اور خود دروازہ پر کھڑے ہوگئے، اس نے کہاکہ مجھ کو خلیفہ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ عورتوںکے تمام زیورات لے لوں، امام نے فرمایا: میں قسم کھاکر کہتاہوں کہ میں خود ہی تم کو سب لاکردے دونگا کوئی بھی چیز باقی نہیں رہے گی لیکن جلودی نے امام علیہ السلام کی بات ماننے سے انکار کردیا، یہاں تک کہ امام علیہ السلام نے کئی مرتبہ قسم کھاکر اس سے کہا تو وہ راضی ہوگیا اور وہیں ٹھہرگیا، امام علیہ السلام گھر کے اندر تشریف لے گئے، آپ علیہ السلام نے سب کچھ یہانتک کہ عورتوں اور بچوں کے لباس نیز جو اثاثہ بھی گھر میں تھا اٹھالائے اور اس کے حوالہ کردیا _

جب مامون نے اپنی خلافت کے زمانہ میں امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنایا تو جلودی مخالفت کرنے والوں میں تھا اور مامون کے حکم سے قید میں ڈال دیا گیا ، ایک دن قیدخانہ سے نکال کر اسکو ایسی بزم میں لایا گیا جہاں امام رضا علیہ السلام بھی موجود تھے، مامون جلودی کو قتل کرنا چاہتا تھا لیکن امام علیہ السلام نے کہا : اس کو معاف کردیا جائے، مامون نے کہا : اس نے آپ علیہ السلام پر

بڑا ظلم کیا ہے _ آپ علیہ السلام نے فرمایا اس کی باوجود اس کو معاف کردیا جائے_

جلودی نے دیکھا کہ امام مامون سے کچھ باتیں کررہے ہیں اس نے سمجھا کہ میرے خلاف کچھ باتیں ہورہی ہیں اور شاید مجھے سزا دینے کی بات ہورہی ہے اس نے مامون کو قسم دیکر کہا کہ امام علیہ السلام کی بات نہ قبول کی جائے ، مامون نے حکم دیا کہ جلودی کی قسم اور اس کی درخواست کے مطابق اسکو قتل کردیا جائے_[1]

سازش کرنے والے کی معافی

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ(علیہم السلام) نے ان افراد کو بھی معاف کردیا جنہوں نے آپ علیہ السلام حضرات کے خلاف سازشیں کیں اور آپ علیہ السلام کے قتل کی سازش کی شقی اور سنگدل انسان اپنی غلط فکر کی بدولت اتنا مرجاتاہے کہ وہ حجت خدا کو قتل کرنے کی سازش کرتاہے لیکن جو افراد حقیقی ایمان کے مالک اور لطف و عنایت کے مظہر اعلی ہیں وہ ایسے لوگوں کی منحوس سازشوں کے خبر رکھنے کے باوجود ان کے ساتھ عفو و بخشش سے پیش آتے ہیں اور قتل سے پہلے قصاص نہیں لیتے البتہ ذہنوں میں اس نکتہ کا رہنا بہت ضروری ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہنے ایک طرف تو اپنے ذاتی حقوق کے پیش نظر ان کو معاف کردیا دوسری طرف انہوں نے اپنے علم غیب پر عمل نہیں کیا، اس لئے کہ علم غیب پر عمل کرنا ان کا فریضہ نہ تھا وہ ظاہر کے

---

1) (بحارالانوار ج9 ص 167 ، 166)_

مطابق عمل کرنے پر مامور تھے_ لہذا جو لوگ نظام اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں انکا جرم ثابت ہوجانے کے بعد ممکن ہے کہ ان کو معاف نہ کیا جائے یہ چیز اسلامی معاشرہ کی عمومی مصلحت و مفسدہ کی تشخیص پر مبنی ہے اس سلسلہ میں رہبر کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوتاہے_

ایک اعرابی کا واقعہ

جنگ خندق سے واپسی کے بعد سنہ 5 ھ میں ابوسفیان نے ایک دن قریش کے مجمع میں کہا کہ مدینہ جاکر محمد ﷺ کو کون قتل کرسکتاہے؟ کیونکہ وہ مدینہ کے بازاروں میں اکیلے ہی گھومتے رہتے ہیں ، ایک اعرابی نے کہا کہ اگر تم مجھے تیار کردو تو میں اس کام کیلئے حاضر ہوں، ابوسفیان نے اس کو سواری اور اسلحہ دیکر آدھی رات خاموشی کے ساتھ مدینہ روانہ کردیا،اعرابی مدینہ میں پیغمبر ﷺ کو ڈھونڈھتاہوا مسجد میں پہنچاآنحضرت ﷺ نے جب اسکو دیکھا تو کہا کہ یہ مکار شخص اپنے دل میں برا ارادہ رکھتاہے، وہ شخص جب پیغمبر ﷺ کے قریب آیا تو اس نے پوچھاکہ تم میں سے فرزند عبدالمطلب کون ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں ہوں، اعرابی آگے بڑھ گیا اسید بن خضیر کھڑے ہوئے اسے پکڑلیا اور اس سے کہا : تم جیسا گستاخ آگے نہیں جاسکتا، جب اسکی تلاشی لی تو اس کے پاس خنجر نکلاوہ اعرابی فریاد کرنے لگا پھر اس نے اسید کے پیروں کا بوسہ دیا _

پیغمبر ﷺ نے فرمایا : سچ سچ بتادو کہ تم کہاں سے اور کیوں آئے تھے؟ اعرابی نے پہلے امان چاہی پھر سارا ماجرا بیان کردیا،پیغمبر ﷺ کے حکم کے مطابق اسید نے اسکو قید کردیا ، کچھ دنوں بعد پیغمبر ﷺ نے اسکو بلاکر کہا تم جہاں بھی جانا چاہتے ہو چلے جاو لیکن اسلام قبول کرلو تو (تمہارے لئے) بہتر ہے اعرابی ایمان لایا اور اس نے کہا میں تلوار سے نہیں ڈرا لیکن جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو مجھ پر ضعف اور خوف طاری ہوگیا، آپ تو میرے ضمیر و ارادہ سے آگاہ ہوگئے حالانکہ ابوسفیان اور میرے علاوہ کسی کو اس بات کی خبر نہیں تھی، کچھ دنوں وہاں رہنے کے بعد اس نے پیغمبر ﷺ سے اجازت حاصل کی اور مکہ واپس چلا گیا _(1)

اس طرح پیغمبر ﷺ کے عفو اور درگذر کی بناپر ایک جانی دشمن کیلئے ہدایت کا راستہ پیدا ہوگیا اور وہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب میں شامل ہوگیا_

یہودیہ عورت کی مسموم غذا

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک یہودی عورت نے ایک گوسفند کی ران کو زہر آلود کرکے پیغمبر ﷺ کے سامنے پیش کیا ، لیکن پیغمبر نے جب کھانا چاہا تو گوسفند نے کلام کی اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں مسموم ہوں آپ ﷺ نہ کھائیں _پیغمبر ﷺ نے اس عورت کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا ؟ اس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے دل میں یہ سوچا تھا کہ

---

1) (ناسخ التواریخ ج2 ص151)_

اگر آپ ﷺ پیغمبر ہیں ، تو آپ ﷺ کو زہر نقصان نہیں کریگا اور اگر آپ ﷺ پیغمبر نہیں ہیں تو لوگوں کو آپ ﷺ سے چھٹکارا مل جائیگا، رسول خدا ﷺ نے اس عورت کو معاف کردیا _[1]

علی عليه‌السلام اور ابن ملجم

حضرت علی عليه‌السلام اگرچہ ابن ملجم کے برے ارادہ سے واقف تھے لیکن آپ عليه‌السلام نے اس کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا اصحاب امیر المؤمنین عليه‌السلام کو اس کی سازش سے کھٹکا تھا انہوں نے عرض کی کہ آپ عليه‌السلام ابن ملجم کو پہچانتے ہیں اور آپ عليه‌السلام نے ہم کو یہ بتایا بھی ہے کہ وہ آپ کا قاتل ہے پھر اس کو قتل کیوں نہیں کرتے؟ آپ عليه‌السلام نے فرمایا: ابھی اس نے کچھ نہیں کیا ہے میں اسکو کیسے قتل کردوں ؟ ماہ رمضان میں ایک دن علی عليه‌السلام نے منبر سے اسی مہینہ میں اپنے شہید ہوجانے کی خبر دی ابن ملجم بھی اس میں موجود تھا، آپ عليه‌السلام کی تقریر ختم ہونے کے بعد آپ عليه‌السلام کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میرے دائیں بائیں ہاتھ میرے پاس ہیں آپ عليه‌السلام حکم دے دیجئے کہ میرے ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں یا میری گردن اڑادی جائے _

حضرت علی عليه‌السلام نے فرمایا: تجھ کو کیسے قتل کردوں حالانکہ ابھی تک تجھ سے کوئی جرم نہیں سرزد ہوا ہے_[2]

---

1) (حیات القلوب ج2 ص 121)_

2) (ناسخ التواریخ ج1 ص 271 ، 268)_

جب ابن ملجم نے آپ علیہ السلام کے سرپر ضربت لگائی تو اسکو گرفتار کرکے آپ علیہ السلام کے پاس لایا گیا آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں نے یہ جانتے ہوئے تیرے ساتھ نیکی کہ تو میرا قاتل ہے ، میں چاہتا تھا کہ خدا کی حجت تیرے اوپر تمام ہوجائے پھر اس کے بعد بھی آپ علیہ السلام نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا۔[1]

سختی

اب تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ (علیہم السلام)کے دشمن پر عفو و مہربانی کے نمونے پیش کئے گئے ہیں اور یہ مہربانیاں ایسے موقع پر ہوتی ہیں جب ذاتی حق کو پامال کیا جائے یا ان کی توہین کی جائے اور ان کی شان میں گستاخی کی جائے، مثلاً فتح مکہ میں کفار قریش کو معاف کردیا گیا حالانکہ انہوں نے مسلمانوں پر بڑا ظلم ڈھایا تھا لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ مومنین کے ولی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق حاصل ہے ، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی معاشرہ کی مصلحت کے پیش نظر بہت سے مشرکین کو معاف فرمادیا تو بعض مشرکین کو قتل بھی کیا ، یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ معاف کردینے اور درگذر کرنے کی بات ہر مقام پر نہیں ہے اس لئے کہ جہاں احکام الٰہی کی بات ہو اور حدود الٰہی سامنے آجائیں اور کوئی شخص اسلامی قوانین کو پامال کرکے مفاسد اور منکرات کا مرتکب ہوجائے یا سماجی حقوق اور مسلمانوں

---

1) (اقتباس از ترجمہ ارشاد مفید رسول محلاتی ص 11)

کے بیت المال پر حملہ کرنا چاہے کہ جس میں سب کا حق ہے تو وہ معاف کردینے کی جگہ نہیں ہے وہاں تو حق یہ ہے کہ تمام افراد پر قانون کا اجرا ہوجائے چاہے وہ اونچی سطح کے لوگ ہوں یا نیچی سطح کے ، شریف ہوں یا رذیل_

پیغمبر ﷺ اور ائمہ (والحافظون لحدود الله)[1](حدود و قوانین الٰہی کے جاری کرنے والے اور انکی محافظت کرنے والے) کے مکمل مصداق ہیں_

پیغمبر اکرم ﷺ کی زندگی اور حضرت علی علیہ السلام کے دور حکومت میں ایسے بہت سے نمونے مل جاتے ہیں جن میں آپ حضرات نے احکام الہی کو جاری کرنے میں سختی سے کام لیا ہے معمولی سی ہی چشم پوشی نہیں کی _

مخزومیہ عورت

جناب عائشہ سے منقول ہے کہ ایک مخزومی عورت کسی جرم کی مرتکب ہوئی ، پیغمبر ﷺ کی طرف سے اسکا ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر ہوا ، اس کے قبیلہ والوں نے اس حد کے جاری ہونے میں اپنی بے عزتی محسوس کی تو انہوں نے اسامہ کو واسطہ بنایا تا کہ پیغمبر ﷺ کے پاس کردہ ان کی سفارش کریں رسول خدا ﷺ نے فرمایا: اسامہ، حدود خدا کے بارے میں تم کو ئی بات نہ کرنا پھر آپ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا: خدا کی قسم تم سے پہلے کی امتیں اس لئے ہلاک

---

1) (سورہ توبہ 112) _

ہوگئیں کہ ان میں اہل شرف اور بڑے افراد چوری کیا کرتے تھے ان کو چھوڑدیا جاتا تھا اگر کوئی چھوٹا آدمی چوری کرتا تھا تو اس پر حکم خدا کے مطابق حد جاری کرتے تھے ، خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ بھی اس جرم کی مرتکب ہو تو بھی میرا یہی فیصلہ ہوگا پھر آپ ﷺ نے اس عورت کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمائی[1]

آخرمیں خداوند عالم کی بارگاہ میں یہ دعا ہے کہ وہ ہم کو رحمۃ للعالمین کے سچے پیروکاروں میں شامل کرے اور یہ توفیق دے کہ ہم (والذین معه اشداء علی الکفار و رحماء بینهم) کے مصداق بن جائیں، دشمن کے ساتھ سختی کرنیوالے اور آپس میں مہر و محبت سے پیش آنیوالے قرار پائیں _

---

1) (میزان الحکمہ ج2 ص 308)_

خلاصه درس

1) رسول اکرم ﷺ اور ائمہ معصومین کاایک تربیتی درس یہ بھی ہے کہ بدزبانی کے بدلے عفو اور چشم پوشی سے کام لیا جائے_

2) نہ صرف یہ کہ ائمہ معصومین ہی پسندیدہ صفات کی بلندیوں پر فائز تھے بلکہ آپ علیہ السلام کے مکتب اخلاق و معرفت کے تربیت یافتہ افراد بھی شرح صدر اور مہربان دل کے مالک تھے، کہ ناواقف اور خودغرض افراد کے ساتھ مہربانی اور رحم و مروت کا سلوک کیا کرتے تھے_

3) جن لوگوں نے رسول اکرم ﷺ اور ائمہ معصومین کے اوپر ظلم کیا ان کو بھی ان بزرگ شخصیتوں نے معاف کردیا ، یہ معافی اور درگزر کی بڑی مثال ہے _

4) پیغمبر ﷺ اور ائمہ علیہم السلام کے عفو کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ آپ حضرات نے ان لوگوں کو بھی معاف کردیا جن لوگوں نے آپ کے قتل کی سازش کی تھی_

5) قابل توجہ بات یہ ہے کہ معافی ہر جگہ نہیں ہے اس لئے کہ جب احکام الہی کی بات ہو تو اور حقوق الہی پامال ہونے کی بات ہو اور جو لوگ قوانین الہی کو پامال کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے معافی کو کوئی گنجائشے نہیں ہے بلکہ عدالت یہ ہے کہ تمام افراد کے ساتھ قانون الہی جاری کرنے میں برابر کا سلوک کیا جائے_

سوالات

1 _ وہ اعرابی جو پیغمبر ﷺ سے زیادہ طلب کررہا تھا اس کے ساتھ آپ ﷺ نے کیا سلوک کیا تفصیل سے تحریر کیجئے؟

2_ امام زین العابدین علیہ السلام کی جس شخص نے امانت کی آپ علیہ السلام نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ؟

3_ رسول خدا ﷺ اور ائمہ معصومین (علیہم السلام) نے اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو کب معاف فرمایا؟

4 _ پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمہ معصومین (علیہم السلا م) جب سازشوں سے واقف تھے تو انہوں نے سازش کرنیوالوں کےو تنبیہ کا کوئی اقدام کیوں نہیں کیا ، مثال کے ذریعہ واضح کیجئے؟

5 _ جن جگھوں پر قوانین الہی پامال ہورہے ہوں کیاوہاں معاف کیا جاسکتاہے یا نہیں ؟ مثال کے ذریعہ سمجھایئے

گیارہواں سبق:

(شرح صدر)

شر ح کے معنی پھیلانے اور وسعت دینے کے ہیں _ صاحب اقرب الموارد لکھتے ہیں : "شرح الشیئ ای وسعه" (کسی چیز کی شرح کی یعنی اسے وسعت دی)(قاموس قرآن تھوڑے سے تصرف کے ساتھ)_

شرح یعنی کھولنا اور شرح صدر یعنی باطنی وسعت اور معنوی حقائق سمجھنے کے لئے آمادگی[1]_

شرح صدر کی تعریف میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس سے معلوم ہوتاہے کہ آمادگی اور مطالب کو درک کرنے کی ظرفیت و صلاحیت کا موجود ہونا شرح صدر ہے _ اب اگر یہ آمادگی الہی توفیق اور تایید کی بناپر ہوگی تو حق کی طرف رجحان بڑھ جائے گا قرآن مجید میں ارشاد ہوتاہے:

(فمن یرید الله ان یهدیه یشرح صدره للاسلام)[2]

---

1) (شر طوبی ج2 ص 4 تھوڑے سی تبدیلی کے ساتھ)_

2) (انعام آیت 125)_

" خدا جس کی ہدایت کرنا چاہتاہے اسلام قبول کرنے کے لئے اس کا سینہ کشادہ کر دیتاہے"

خدا سے دوری کی وجہ سے انسان میں کفر اور باطل کو قبول کرنے کی آمادگی پیدا ہوجاتی ہے یہ بھی شرح صـدر ہے لـیکن اس کـو کفر کے لئے شرح صدر کہتے ہیں : قرآن مجید میں ارشاد ہوتاہے:

(لكن من شرح بالكفر صدر فعليهم غضب الله) [1]

لیکن جن لوگوں کا سینہ کفر اختیار کرنے کے لئے کشادہ اور تیار ہے ان کے اوپر خدا کا غضب ہے اور ایسے لوگ آخرت میں عذاب میں مبتلا ہوں گے _

تفسیر المیزان میں علامۃ طباطبائی فرماتے ہیں :

" لكن من شرح بالكفر صدره اى بسط صدره للكفر فقبله قبول رضى و دعاه"[2]

کفر کے لئے شرح صدر کا مطلب یہ ہے کہ وہ کفر کو برضا و رغبت قبول کرلے_

اگر کوئی انسان حقیقت کا ادراک اور مشکلات سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتاہے تو اس کو سعہ صدر کا مالک ہونا چاہیے ، دریا دل ہونا چاہیے اور اس کو یہ قبول کرنا چاہیے کہ راستہ میں مشکلات موجود ہیں جن کو برداشت کئے بغیر کوئی بھی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا_

---

1) (نحل آیت 106)_

2) (المیزان ج12 ص 354)_

وسعت قلب پیغمبر ﷺ

پیغمبر اکر م ﷺ جس سرزمین پر مبعوث ہوئے وہ علم و تمدن سے دور تھی ، عقاءد و افکار پر خرافات اور بہ-ت پر س-تی کا رواج تھا، ان کے درمیان ناشاءستہ آداب و رسوم راءج تھے، پیغام حق پہنچانے کے لئے پیغمبر اکرم کو بڑے صبر سے کام لینا اور مشکلات کا کو برداشت کرنا تھا، آنحضرت نے مشکلات کا مقابلہ کیا ، سختیوں کو برداشت کیا ، اذیتوں کے سامنے پامردی سے ڈٹے ہے ل-یکن کبھی کبھی اتنی تکلیف دہ باتیں سامنے آجاتی تھیں کہ آپ ﷺ کو کہنا پڑتا تھا:

"ما اوذی احد مثل ما اوذیت فی اللہ"(1)

" خدا کی راہ میں کسی کو اتنی اذیت نہیں دی گئی جتنی مجھے دی گئی ہے "

لیکن ایسی حالت میں بھی آپ نے ان کے لئے بدعا نہیں فرمائی آپ فرماتے تھے:

(اللھم احد قومی فانھم لایعلمون) (2)

"پالنے والے میری قوم کو ہدایت فرمایہ ناواقف ہیں"

خداوند عالم کی طرف سے پیغمبر کو شرح صدر عطا کیا گیا تھا قرآن نے حضرت کو مخاطب کرکے فرمایا:

(الم نشرح لک صدرک) (3)

---

1) (میزان الحکمۃ ج1 ص88)_

2) (سورہ الم نشرح آیت 1)_

3) (سورہ الم نشرح 1)_

کیا ہم نے تمہارے سینہ کو کشادہ نہیں کیا _

امیر المؤمنین علیہ السلام نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخاوت اور شرح صدر میں سب سے آگے تھے_[1]

بد دعا کی جگہ دعا

کسی جنگ میں اصحاب نے کہا کہ آپ دشمن کے لئے بد دعا کیجئے ، آپ نے فرمایا: میں ہدایت ، مہربانی کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں بددعا کرنے کے لئے نہیں_[2]

جب کبھی کسی نے کسی مسلمان یا کافر کے لئے بددعا کرنے کے لئے کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ بددعا کے بجائے دعا کے لئے ہاتھ بلند فرمائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بددعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھائے مگر یہ کہ یہ کام خدا کے لئے ہو، کسی بھی غلط کام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی انتقام نہیں لیا، لیکن اگر کسی نے حرمت خدا کو پامال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ضرور انتقام لیا_[3]

ایک اعرابی کی ہدایت

صحراؤں میں رہنے والا ایک اعرابی پیغمبر کے پاس پہنچا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی چیز کا

---

1) (محجۃ البیضاء ج4 ص 149)_

2) (محجۃ البیضاء ج4 ص 129)_

3) (محجۃ البیضاء ج4 ص 129)_

سوال کیا آپ نے اس کو کچھ عطا کرنے کے بعد فرمایا:"کیا میں نے تمہارے ساتھ حسن سلوک کیا ؟

اس عرب نے کہا : '' نہیں آپ ﷺ نے میرے ساتھ کوئی نیکی نہیں کی _ مسلمان بہت ناراض ہوئے اور انھوں نے اس کی تنبیہ کا ارادہ کیا آپ ﷺ نے ان کو روکا آپ ﷺ بزم سے اٹھے اور اس اعرابی کو لے کر اپنے گھر تشریف لائے اس کو کچھ اور سامان دیا پھر اس سے پوچھا کہ میں نے تیرے ساتھ نیکی کی ؟ عرب نے کہا ہاں خدا آپ کے بال بچوں کو اچھا رکھے_

پیغمبر ﷺ نے فرمایا: تم نے ابھی جو بات کہی تھی اس کی وجہ سے میرے اصحاب ناراض ہوگئے تھے اگر تم کو یہ بات بھلی معلوم ہو تو میرے اصحاب کے سامنے بھی چل کر وہی کہہ دو جو تم ابھی کہہ رہے تھے تاکہ ان کے دلوں میں تمہارے خلاف جو بات ہے وہ نکل جائے _دوسرے دن جبپیغمبر ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس عرب سے ایک بات تم نے سنی تھی اس کے بعد میں نے اس کو کچھ اور دے دیا اب میرا خیال ہے کہ یہ راضی ہوگیا ہوگا عرب نے کہا جی ہاں میں راضی ہوں خدا آپ ﷺ کو اور آپ کے اہل و عیال کو خیر سے نوازے پیغمبر ﷺ نے فرمایا ایسے افراد کی مثال اس شخص کی ہے جس کا اونٹ بھاگ گیا ہو لوگوں نے اونٹ کے مالک کی مدد کے لئے اس کے پیچھے دوڑنا اور چلانا شروع کردیا ہو اونٹ ان آوازوں کو سن کر اور تیزی سے بھاگنے لگا ہو مالک نے کہا : ہو کہ آپ حضرات ہٹ جائیں مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میرا اونٹ کیسے قبضہ میں آئے گا پھر وہ تھوڑا چارہ

اپنی مٹھی میں لیکر آہستہ آہستہ اونٹ کے قریب آیا ہو اور چارہ دکھاتے دکھاتے اس نے اونٹ کو پکڑ لیا ہو_

اگر تم لوگوں کو میں چھوڑ دیتا تو تم لوگ اس کو قتل کردیتے اور یہ شخص گمراہی کے عالم میں جہنم میں چلا جاتا_[1]

تسلیم اور عبودیت

تمام ادیان الہی کی بنیاد اور اساس یہ ہے کہ خدا پر ایمان لایا جائے اور اس کے حکم کو بلا چون و چرا تسلیم کرلیا جائے ایمان اور تسلیم اگر چہ دو ایسی چیزیں ہیں جن کا تعلق دل سے ہے ظاہری طور پر یہ دکھائی نہیں دیتیں لیکن عمل اطاعت اور عبادت خدا کی منزل میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے اور یہ معلوم ہوجاتاہے کہ سچ اور جھوٹ کیا ہے ، صحیح اور غلط کیا ہے _

حضرت امیر المؤمنین فرماتے ہیں :

"الاسلام هو التسليم و التسليم هو اليقين واليقين هو التصديق والتصديق هو الاقرار والاقرار هو الاداء والاداء هو العمل" [2]

اسلام تسلیم ہے تسلیم یقین ہے ، یقین تصدیق ہے ، تصدیق اقرار ہے اقرار فرمان کوبجالانے کا نام ہے اور فرمان کو بجالانا نیک عمل ہے_

---

1) محجۃ البیضاء ج4 ص 149_

2) نہج البلاغہ حکمت 125 ص 265_

رسول اکرم ﷺ جو اسلام کے مؤسس اور پہلے مسلمان ہیں ، قرآن کریم آپ کے بارے میں فرماتاہے:

(و امرت ان اکون اول المسلمین) [1]

یعنی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں پہلا مسلمان ہوں_

خداوند عالم کی ذات مقدس کے سامنے آپ ﷺ تسلیم محض کی صفت سے متصف تھے آپ ﷺ عذاب و عقاب خدا سے محفوظ تھے لیکن پھر بھی آپ ﷺ کے بارے میں ارشاد ہوتاہے :

(لیغفر اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر) [2]

خدا نے آپ ﷺ کی گذشتہ اور آئندہ باتوں کو بخش دیا ، آپ نے کبھی بھی عبادت خدا سے ہاتھ نہیں اٹھا یا اور اتنی عبادت کی کہ سب حیرت میں پڑگئے_

ہم یہاں آپ کی کچھ عبادات کا ذکر کریں گے_

پیغمبر کی نماز

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں :

"ان جدی رسول اللہ قد غفر اللہ لہ ما تقدم من ذنبہ و ما تاخر فلم یدع الاجتھاد لہ و تعبد_ بابی و امی حتی انتفخ الساق و ورم القدم و

---

1) (سوہ زمر 12)_

2) (فتح آیت 2)_

قیل له اتفعل هذا و قد غفر الله لک ما تقدم من ذنبک و ما تاخر؟ قال افلا اکون عبداً شکوراً" [1]

اللہ تعالی نے میرے رسول خدا ﷺ کے گذشتہ اور آئندہ دونوں الزامات کو معاف کردیا تھا_ لیکن اس کے باوجود آپ نے سعی و عبادت کو ترک نہیں فرمایا_ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوجائیں_آپ اس طرح عبادت کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے پیروں میں ورم آجاتا تھا ، لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ کیوں اتنی زحمت کرتے ہیں خدا نے تو آپ ﷺ کے گذشتہ اور آئندہ دونوں الزامات کو معاف کردیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں خدا کا شکر گذار بندہ نہ رہوں ؟

امام زین العابدین فرماتے ہیں :

"و کان رسول الله ایقوم علی اطراف اصابع رجلیه ما نزل الله سبحانه طه ما انزلنا علیک القرآن لتشفی"[2]

پیغمبر اکرم ﷺ نماز کے لئے اتنا زیادہ قیام فرماتے تھے کہ خدا نے آیہ طه (ما انزلنا علیک القرآن لتشقی) نازل کی_ یعنی ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نہیں نازل کیا کہ آپ ﷺ اپنے کو مشقت میں ڈالدیں_

---

1) (بحارالانوار ج16 ص 288 طبع بیروت)_

2) (بحار الانوار ج16 ص 264 طبع بیروت)_

پیغمبر کی دعا

ایک رات رسول خدا ام سلمہ کے گھر پر تشریف فرما تھے _ جب تھوڑی رات گزری تو جناب ام سلمہ نے دیکھا کہ آپ ﷺ بستر پر موجود نہیں ہیں اٹھ کر تلاش کرنا شروع کیا تو پتہ چلا کہ آپ ﷺ کمرہ کے ایک کو نہ میں کھڑے ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور خدا کی بارگاہ میں ہاتھوں کو بلند کرکے دعا کررہے ہیں_

"اللهم لا تنزع منی صالح ما اعطیتنی ابداً"[1]

خدایا تو نے جو نیکی مجھ کو عطا کی ہے اس کو مجھ سے جدا نہ کرنا_

"اللهم لا تشمت عدواً و لا حاسداً ابداً"

خدایا میرے دشمنوں اور حاسدوں کو کبھی بھی خوش نہ رکھنا_

"اللهم لا ترد لی فی سوء استنقذتنی منه ابداً"

خدایا جن برائیوں سے تو نے مجھ کو نکالاہے اس میں پھر واپس نہ پلٹادینا_

"اللهم و لا تکلنی الی نفسی طرفة عین ابداً"

پالنے والے ایک لمحہ کے لئے بھی مجھ کو میرے نفس کے حوالے کبھی نہ کرنا_

ام سلمہ رونے لگیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ام سلمہ تم کیوں رورہی ہو؟

جناب ام سلمہ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوجائیں میں کیوں نہ گریہ کروں میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ ﷺ اس بلند مقام پر فائز کہ خدا نے گذشتہ اور آئندہ کے تمام

---

1) (بحارالانوار ج16 ص 217 مطبوعہ بیروت)_

الزامات کو آپ ﷺ کے لئے معاف کردیا_ پھر بھی آپ خدا سے اس طرح راز و نیاز کی کررہے ہیں (ہم کو تو اس سے زیادہ خدا سے ڈرنا چاہیے) آنحضرت نے فرمایا :

" و ما یومننی؟ و انما وکل اللہ یونس بن متی الی نفسه طرفة عین و کان منه ما کان" (1)

ہم کسی طرح اپنے کو محفوظ سمجھ لیں حالانکہ یونس پیغمبر علیہ السلام کو خدا نے ایک لمحہ کے لئے ان کے نفس کے حوالے کیا تھا تو جو مصیبت ان پر آنا تھی وہ آگئی"

پیغمبر کا استغفار

اس میں کوئی شک نہیں کہ پیغمبر نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی گناہ نہیں کیا لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ بہت استغفار کرتے تھے_

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں :

"کان رسول اللہ یستغفر اللہ عزوجل کل یوم سبعین مرة و یتوب الی اللہ سبعین مرة" (2)

رسول خدا ہر روز ستر مرتبہ استغفار کرتے اور ستر مرتبہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں توبہ کرتے تھے_

---

1) (بحارالانوار ج16 ص 218)_

2) (بحار الانوار ج16 ص285 مطبوعہ بیروت)_

پھر امام علیہ السلام فرماتے ہیں :

"ان رسول اللہ کان لا یقوم من مجلس و ان خفف حتی یستغفر اللہ خمس و عشرین مرة "[1]

رسول خدا کسی چھوٹی سے چھوٹی بزم سے بھی پچیس مرتبہ استغفر اللہ کہے بغیر نہیں اٹھتے تھے_

پیغمبر کا روزہ

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے :

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصوم حتی یقال لا یفطر ثم صام یوماً و افطر یوماً ثم صام الاثنین والخمیس ثم اتی من ذلک الی صیام ثلاثة ایام فی الشھر الخمیس فی اول الشھر و اربعاء فی وسط الشھر و خمیس فی آخر الشھر و کان یقول ذلک و صوم الدھر"[2]

رسول خدا مسلسل اتنے روزے رکھتے تھے کہ لوگ کہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی دن بھی بغیر روزے کے نہیں رہتے کچھ دنوں کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن ناغہ کرکے روزہ رکھنے لگے ، پھر اس کے بعد پیر اور جمرات کو روزہ رکھتے تھے پھر اس کے بعد آپ نے اس میں

---

1) (بحار الانوار ج17 ص 285 مطبوعہ بیروت)_

2) (بحارالانوار ج16 ص 270 مطبوعہ بیروت)_

تبدیلی کی اور ہر مہینے میں تین روزے رکھنے لگے اب ہر مہینہ کی پہلی جمعرات کواور مہینہ کے درمیان بدھ کے دن (اگر مہینہ کی درمیانی دھائی میں دوبدھ آجائے تو پہلے _ بدھ کو آپ روزہ رکھتے تھے _[1]

مہینہ کی آخری جمعرات کو اور آپ فرماتے تھے اگر کوئی ان دنوں میں روزہ رکھے تو وہ ہمیشہ روزہ دار سمجھا جائے گا_

رسول خدا ﷺ کا اعتکاف

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے :

"اعتکف رسول اللہ ﷺ فی شہر رمضان فی العشر الاول ثم اعتکف فی الثانیة فی العشر الوسطی ثم اعتکف فی الثلاثة فی العشر الاواخر ثم لم یزل یعتکف فی العشر الاخر"[2]

رسول خدا نے ماہ رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا دوسرے سال ماہ رمضان میں دوسرے عشرہ کو اعتکاف کے لیے منتخب فرمایا تیسرے سال آخری عشرہ ماہ رمضان میں آپ نے اعتکاف فرمایا اس کے بعد ہمیشہ رمضان کے آخری عشرہ میں آپ اعتکاف کرتے رہے_

---

1) (منتہی الآمال ص 27)_

2) (بحارالانوار ج16 ص 274)_

امام جعفر صادق عليه‌السلام نے فرمایا : جب ماہ رمضان کا آخری عشرہ آتا تھا تو رسول خدا صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم عبادت کے لیے آمادہ ہوجاتے عورتوں سے الگ ہوجاتے اور پوری پوری رات جاگ کر گذارتے تھے _ (1)

خدا کی مرضی پر خوش ہونا

جب رسول اللہ کے بیٹے ابراہیم دنیا سے رخصت ہوگئے اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے آپ نے فرمایا:

"تدمع العين ويحزن القلب و لا نقول ما يسخط الرب و انا بک يا ابراهيم لمحزون" (2)

آنکھوں سے اشک جاری ہیں دل رنجیدہ ہے لیکن خدا جس بات سے غضبناک ہوتاہے وہ بات میں زبان پر جاری نہیں کروں گا اے ابراہیم میں تمہارے غم میں سوگوار ہوں_

---

1) (بحارالانوار ج16 ص273 مطبوعہ بیروت)_

2) (بحارالانواج 22 ص 157 مطبوعہ بیروت)_

خلاصہ درس

1) لغت میں شرح کے معنی پھلانے اور وسعت دینے کے ہیں شرح صدر کا مطلب باطنی کشادگی کا ظہـوراور معـانی و حقـائق کـو قبول کرنے کی آمادگی ہے جب خدا کی طرف سے یہ آمادگی ہوتی ہے تو انسان خدا کی توفیق و تایید سے حق کی طرف مائل ہوتاہے جـس طرح خدا سے دوری کی بناپر باطل اور کفر کو قبول کرنے کی آمادگی پیدا کرلیتاہے اور یہ آمادگی بھی شرح صدر ہے مگر اس کو کفـر کے لیے شرح صدر کہا جاتاہے_

2) پیغمبر کو خدا کی طرف سے جو عطیات ملے ہیں ان میں سے شرح صدر کی نعمـت بھـی ہے ارشـاد ہے " الـم نشـرح لـک صدرک" کیا ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ نہیں کیا_ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا : پیغمبر کـی سـخاوت اور ان کا شرح صدر ہر ایک سے زیادہ تھا_

3) تمام ادیان الہی کی بنیاد خدا پرا یمان اور تسلیم محض پر استوار ہے _

4) خدا کی ذات کے سامنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر تسلیم خم کرلیا تھا_ باوجودیکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عذاب اور عقاب سے محفـوظ تھے پھر بھی عبادت میں کمی نہیں کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر استغفار کرتے تھے کہ لوگوں کو حیرت ہوتی تھی_

سوالات؟

1_ لغت میں شرح صدر کے کیا معنی ہیں ؟

2 _ شرح صدر کا کیا مطلب ہے ؟

3_ پیغمبر ﷺ کے شرح صدر کی کیفیت بیان فرمایئے_

4 _ انسان کے ایمان پر تسلیم و عبودیت کا کیا اثر پڑتاہے ؟

5 _ رسول خدا کا تعبد (تسلیم محض) کیساتھ تھا، آیہ لیغفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک و ما تاخر کو پیش نظر رکھ کر جواب دیجئے_

6_ جب حضور رسول اکرم ﷺ نے ابتدائے عمر سے انتہاء تک کوئی گناہ نہیں کیا تو آپ ﷺ اتنا زیادہ استغفار کیوں کرتے تھے؟

بارھواں سبق:

(مدد اور تعاون)

مدد اور باہمی تعاون پر انسانی معاشرہ کی بنیاد استوار ہے ضرورتوں اور مشکلات میں ایک دوسرے کی مدد اور تعاون سے ایک طرف تو معاشرہ مضبوط ہوتا ہے دوسری طرف آپس میں محبت اور دوستی بڑھتی ہے اس کے برعکس سماجی کاموں میں ہاتھ نہ بٹانا اور ذمہ داریوں سے فرار اختیار کرنا ظلم اور انسان کے خدا کی رحمت سے دوری کا باعث ہے_

پیغمبر اکرم ﷺ کا ارشاد ہے :

"ملعون من القی کلہ علی الناس "[1]

"جو اپنا بوجھ دوسرے کے کاندھے پر رکھدے وہ خدا کی رحمت سے دور ہوجاتا ہے "_

اسلام نے انسانوں کو اچھے اور نیک کاموں میں مدد کرنے کی تعلیم دی ہے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

(تعاونوا علی البر و التقوی و لا تعاونوا علی الاثم و العدوان) [2]

---

1) (نہج الفصاحہ 568) _

2) (سورہ مائدہ 2) _

نیکی میں ایک دوسرے کی مدد کرو ظلم و گناہ میں مدد گار نہ بنو_

پیغمبر اکرم ﷺ نے بھی اپنے اصحاب اور پیروکاروں کو مدد و نصرت اور تعاون کی تعلیم دی ہے :

"من اصبح لا یهتم بامور المسلمین فلیس بمسلم" (1)

جو شخص مسلمانوں کے امور سے بے توجھی برتتے ہوئے صبح کرے وہ مسلمان نہیں ہے_

نیز فرمایا :

"من بات شبعان و جاره جاءع فلیس بمسلم "(2)

جو شخص شکم سیر ہو کر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہ جائے تو وہ مسلمان نہیں ہے _

آنحضرت ﷺ نے با ایمان معاشرہ کی تشبیہ انسانی جسم سے دی ہے مثـل "المومنین فی توادهم و تراحمهم کمثل الجسد اذا شتکی بعضهم تداعی سایرهم بالسهر و الحمی "(3)

دوستی اور مہربانی میں مومنین کی مثال اعضاء بدن کی سی ہے جب کسی ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو دوسرے اعضاء بھی اسکی رعایت اور نگرانی کرنے لگتے ہیں _

---

1) (محجة البیضاء ج 2 ص 407) _

2) (نہج الفصاحہ 559) _

3) (نہج الفصاحہ 561) _

سعدی نے کہا تھا :

بنی آدم اعضاء یک پیکر اند

کہ در آفرینش ز یک گوہر اند

چو عضوی بدرد آورد روزگار

دگر عضوہا را نماند قرار

تو کز محنت دیگران بی غمی

نشاید کہ نامت نہند آدمی

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں :

"من قضا لاخیه المومن حاجة قضی الله عزوجل له یوم القیمه ماة الف حاجة من ذالک اولها الجنة" (1)

اگر کوئی اپنے مومن بھائی کی حاجت پوری کرے تو قیامت کے دن خدا اس کی ایک لاکھ حاجتیں پوری کریگا جن میں سب سے پہلی حاجت جنت ہے _پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف مسلمانوں ہی کو مدد اور تعاون کی تعلیم نہیں دیتے تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی مختلف کاموں میں شریک ہوجاتے تھے یہاں تک کہ اصحاب آگے بڑھ کر آپ، کے بدلے اس کام کے کرنے کا اصرار کرنے لگتے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کو قبول نہیں کرتے اور فرماتے تھے کہ خدا اپنے بندہ کو دوسروں کے درمیان امتیازی شکل میں دیکھنا پسند نہیں کرتا_ (1)

مدد اور تعاون کی اہمیت کو اور زیادہ واضح کرنے کیلئے رسول خدا کے معاشرتی کاموں میں تعاون اور مدد کی مزید مثالیں ہم پیش کر رہے ہیں _

---

1) (داستان راستان ج 1 ص 12)_

جناب ابوطالب کے ساتھ تعاون

پیغمبر اکرم ﷺ کے بعثت سے پہلے مکہ کے لوگ فقر و فاقہ اور اقتصادی پریشانیوں میں مبتلا تھے ، جناب ابوطالب بنی ہاشم کے سردار تھے ، لیکن اولاد کی کثرت کی بنا پر پریشانیوں اور الجھنوں میں مبتلا رہتے تھے ، پیغمبر ﷺ اس صورت حال کو دیکھ کر رنجیدہ ہوتے تھے لہذا ایک روز آپ ﷺ نے اپنے دوسرے چچا جناب عباس کے پاس گئے کہ جن کی حالت جناب ابوطالب علیہ السلام کی نسبت زیادہ بہتر تھی اور فرمایا : چچا آپ کے بھائی ابوطالب کا خاندان بڑا ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہ اقتصادی تنگی میں گزر بسر کر رہے ہیں آیئےم آپ کے ساتھ چلیں اور ان کا بوجھ بانٹ لیں ان کے ایک بچہ کو میں لے لوں اور ایک کو آپ لے آئیں، عباس نے آپ ﷺ کی بات قبول کی ، دونوں حضرات جناب ابوطالب کے پاس پہنچے عباس نے جعفر کو اور پیغمبر ﷺ نے علی علیہ السلام کو اپنے ساتھ لیا اس طرح ابوطالب کے خاندان کے دو افراد کا بوجھ ان سے کم ہوگیا [1]

مسجد مدینہ کی تعمیر میں شرکت :

پیغمبر ﷺ جب مدینہ پہنچے تو اس وقت عبادت اور دوسرے سیاسی و معاشرتی کاموں کیلئے ایک مسجد بنانا لازمی ہوگیا تھا _

---

1) (سیرہ ابن ہشام ج 2 ص 263) _

رسول خدا ﷺ نے مسجد بنانے کی پیشکش کی تو لوگوں نے اس تجویز کا استقبال کیا اور مسجد کے لیے زمین خریدی گئی اور مسجد بننے لگی _

سارے مسلمانوں کی طرح حضور اکرم ﷺ بھی پتھر اٹھا کرلا رہے تھے ، اسید بن حضیر نے جب پیغمبر ﷺ کو کام کرتے ہوئے دیکھا تو کہا اے اللہ کے رسول آپ ﷺ پتھر مجھے دیدیں میں لے چلوں گا آپ ﷺ نے فرمایا : نہیں ، جاؤتم دوسرا پتھر اٹھالو[1]

خندق کھودنے میں پیغمبر ﷺ کی شرکت

رسول خدا ﷺ کی نئی حکومت کو ختم کردینے کے ارادہ سے عرب کے مختلف قبائل مدینہ کی جانب بڑھے _

پیغمبر اکرم ﷺ نے دشمنوں کے ارادے کی خبر پاتے ہی اپنے اصحاب کو جمع کیا اور دشمن کے عظیم لشکر سے جنگ اور دفاع کے بارے میں ان سے مشورہ فرمایا _ جناب سلمان فارسی کی پیشکش اور پیغمبر ﷺ کی تائید سے یہ طے پایا کہ مدینہ کی اطراف میں خندق کھود دی جائے تا کہ دشمن شہر کے اندر داخل نہ ہوسکے _

ہر بیس تیس قدم کے فاصلہ پر آپ ﷺ نے مہاجرین و انصار کو خندق کھودنے کے لئے معین فرمایا جس حصہ میں مہاجرین خندق کھود رہے تھے وہاں کدال لیکر آپ ﷺ خود بھی پہنچ گئے اور

---

1) (بحار الانوار ج 9 ص 111)_

خندق کھورنے لگے امیر المؤمنین کھدی ہوئی مٹی کو خندق سے نکال کر باہر لے جار رہے تھے پیغمبر اکرم ﷺ نے اتنا کام کیا کہ پسینہ سے تر ہوگئے اور تھکاوٹ کے آثار آپ ﷺ کے چہرہ سے نمایاں تھے آپ ﷺ نے فرمایا :

"لا عیش لا عیش الاخرة اللهم اغفر للانصار و المهاجرین "(1)

آخرت کے آرام کے سوا اور کوئی آرام نہیں ہے اے اللہ مہاجرین و انصار کی مغفرت فرما_

جب آپ ﷺ کے اصحاب نے دیکھا کہ آپ ﷺ خود بہ نفس نفیس خندق کھودنے اور مٹی اٹھانے میں منہمک ہیں تو ان کو اور زیادہ جوش سے کام کرنے لگے_

جابر ابن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں : خندق کھودتے کھودتے ہم ایک بہت ہی سخت جگہ پر پہونچے ہم نے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ اب کیا کیا جائے آپ ﷺ نے فرمایا : وہاں تھوڑا پانی ڈال دو اس کے بعد آپ ﷺ وہاں خود تشریف لائے حالانکہ آپ ﷺ بھو کے بھی تھے اور پشت پر پتھر باندھے ہوئے تھے لیکن آپ ﷺ نے تین مرتبہ خدا کا نام زبان پر جاری کرنے کے بعد اس جگہ پر ضرب لگائی تو وہ جگہ بڑی آسانی سے کھد گئی_(2)

عمرو بن عوف کہتے ہیں کہ میں اور سلمان اور انصار میں سے چند افراد مل کر چالیس ہاتھ کے قریب زمین کھود رہے تھے ایک جگہ سخت پتھر آگیا جس کی وجہ سے ہمارے آلات ٹوٹ

---

1) (بحار الانوار ج 2 ص 218) _

2 (بحار الانوار ج 20 ص 198)_

گئے ہم نے سلمان سے کہا تم جاکر پیغمبر ﷺ سے ماجرا بیان کردو سلمان نے آنحضرت ﷺ سے سارا واقعہ بیان کردیاآنحضرت ﷺ خود تشریف لائے اور آپ ﷺ نے چند ضربوں میں پتھر کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا _ (1)

کھانا تیار کرنے میں پیغمبر ﷺ کی شرکت

جب پیغمبر ﷺ اور آپ کے اصحاب اپنی سواریوں سے اترے اور اپنا سامان اتار لیا تو یہ طے پایا کہ بھیڑ کو ذبح کرکے کھانا تیار کیا جائے _

اصحاب میں سے ایک نے کہا گوسفند ذبح کرنے کی ذمہ داری میرے اوپر ہے ، دوسرے نے کہا اس کی کھال میں اتاروں گا ، تیسرے نے کہا گوشت میں پکاؤں گا _ رسول خدا ﷺ نے فرمایا : جنگل سے لکڑی لانے کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ ﷺ زحمت نہ فرمائیں آپ ﷺ آرام سے بیٹھیں ان سارے کاموں کو ہم لوگ فخر کے ساتھ انجام دینے کے لئے تیار ہیں ، تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا : مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ سارا کام کرلو گے لیکن خدا کسی بندہ کو اس کے دوستوں کے درمیان امتیازی شکل میں دیکھنا پسند نہیں کرتا _پھر اس کے بعد آپ ﷺ صحرا کی جانب گئے اور وہاں سے لکڑی و غیرہ جمع کرکے لے آئے _ (2)

---

1) (بحار الانوار ج 20 ص 198)_

2) (داستان راستان منقول از کحل البصر ص 68)_

شجاعت کے معنی :

شجاعت کے معنی دلیری اور بہادری کے ہیں علمائے اخلاق کے نزدیک تہور اور جبن کی درمیانی قوت کا نام شجاعت ہے یہ ایک ایسی غصہ والی طاقت ہے جس کے ذریعہ نفس اس شخص پر برتری حاصل کرنا چاہتا ہے جس سے دشمنی ہوجاتی ہے ۔[1]

جب میدان کا رزار گرم ہو اور خطرہ سامنے آجائے تو کسی انسان کی شجاعت اور بزدلی کا اندازہ ایسے ہی موقع پر لگایا جاتا ہے ۔

شجاعت رسول خدا ﷺ :

صدر اسلام میں کفار اور مسلمانوں کے درمیان جو جنگیں ہوئیں تاریخ کی گواہی کے مطابق اس میں کامیابی کی بہت بڑی وجہ حضور نبی اکرم ﷺ وسلم کی شجاعت تھی آپ ﷺ بہ نفس نفیس بہت سی جنگوں میں موجود تھے اور جنگ کی کمان اپنے ہاتھوں میں سنبھالے ہوئے تھے ۔

رسول ﷺ کی شجاعت علی علیہ السلام کی زبانی :

تقریبا چالیس سال کا زمانہ علی علیہ السلام نے میدان جنگ میں گذارا عرب کے بڑے بڑے

---

1) (لغت نامہ دہخدا مادہ شجاعت)

پہلوانوں کو زیر کیا آپ ﷺ کا یہ بیان رسول خدا ﷺ کی شجاعت کی بہترین دلیل ہے کہ آپ علیہ السلام فرماتا ہیں :

"کنا اذا احمر الباس و القی القوم اتقینا برسول اللہ فما کان احد اقرب الی العدو منہ" (1)

جب جنگ کی آگ بھڑکتی تھی اور لشکر آپس میں ٹکراتے تھے تو ہم رسول خدا ﷺ کے دامن میں پناہ لیتے تھے ایسے موقع پر آپ ﷺ دشمن سے سب سے زیادہ نزدیک ہوئے تھے_

دوسری جگہ فرماتے ہیں :

"لقد رایتنی یوم بدر و نحن نلوذ بالنبی و ھو اقربنا الی العدو و کان من اشد الناس یومئذ" (2)

بے شک تم نے مجھ کو جنگ بدر کے دن دیکھا ہوگا اس دن ہم رسول خدا کی پناہ میں تھے اور آپ ﷺ دشمن سے سب سے زیادہ نزدیک اور لشکر میں سب سے زیادہ قوی تھے_

جنگ " حنین " میں براء بن مالک سے رسول خدا ﷺ کی شجاعت کے بارے میں دوسری روایت نقل ہوئی ہے جب قبیلہ قیس کے ایک شخص نے براء سے پوچھا کہ کیا تم جنگ حنین کے دن رسول خدا ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور تم نے ان کی مدد نہیں کی

---

1) (الوفاء باحوال المصطفی ج 2 ص 443) _

2) (الوفا باحوال المصطفی ج 2 ص 443)_

تھی ؟ تو انہوں نے کہا :

رسول خدا ﷺ نے محاذ جنگ سے فرار نہیں اختیار کیا قبیلہ " ہوازان " کے افراد بڑے ماہر تیرانداز تھے _ ابتداء میں جب ہم نے ان پر حملہ کیا تو انہوں نے فرار اختیار کیا _ جب ہم نے یہ ماحول دیکھا تو ہم مال غنیمت لوٹنے کے لئے دوڑ پڑے ، اچانک انہوں نے ہم پر تیروں سے حملہ کردیا ہیں نے رسول خدا ﷺ کو دیکھا کہ وہ سفید گھوڑے پر سوار ہیں_ ابو سفیان بن حارث نے اس کی لگام اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھی ہے اورآنحضرت ﷺ فرما رہے ہیں :

"اناالنبی لا کذب و انا بن عبدالمطلب" (1)

میں راست گو پیغمبر ﷺ ہوں میں فرزند عبدالمطلب ہوں _

1) (الوفاء باحوال المصطفی ج 2 ص 443)_

خلاصہ درس :

1 _ باہمی امداد اور تعاون معاشرتی زندگی کی اساس ہے اس سے افراد قوم کے دلوں میں محبت اور دوستی پیدا ہوتی ہے _

2 _ پیغمبر اکرم ﷺ صرف باہمی تعاون کی تعلیم ہی نہیں دیتے تھے بلکہ آپ ﷺ لوگوں کے کام میں خود بھی شریک ہوجاتے تھے آپ ﷺ کے اس عمل سے باہمی تعاون کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے _

3_ شجاعت کے معنی میدان کار زار میں دلیری اور بہادری کے مظاہرہ کے ہیں اور علمائے اخلاق کے نزدیک تہور اور جبن کی درمیانی قوت کا نام شجاعت ہے _

4_ تاریخ گواہ ہے کہ صدر اسلام میں مسلمانوں اور کفار کے درمیان جو جنگیں ہوئیں ہیں ان میں رسول اکرم ﷺ کی شجاعت اور استقامت فتح کا سب سے اہم سبب تھا_

5_ امیر المؤمنین فرماتے ہیں : جنگ بدر کے دن ہم نے رسول خدا ﷺ کے دامن میں پناہ لے لی اور وہ دشمنوں کے سب سے زیادہ قریب تھے اور اس دن تمام لوگوں میں سے سب زیادہ قوی اور طاقت ور تھے_

سوالات :

1_ باہمی تعاون اور ایک دوسرے کی مدد کی اہمیت کو ایک روایت کے ذریعے بیان کیجئے؟

2_ پیغمبر اکرم ﷺ کا ابوطالب کے ساتھ کس زمانہ اور کس چیز میں تعاون تھا ؟

3 _ وہ امور جن کا تعلق معاشرتی امور سے تھا ان میں رسول اکرم ﷺ کی کیا روش تھی مختصر طور پر بیان کیجئے؟

4_ شجاعت کا کیا مطلب ہے ؟

5_ علمائے اخلاق نے شجاعت کی کیا تعریف کی ہے ؟

6_ جنگوں میں رسول خدا ﷺ کی شجاعت کیا تھی ؟ بیان کیجئے؟

تیرہواں سبق:

(پیغمبر اکرم ﷺ کی بخشش و عطا)

دین اسلام میں جس صفت اور خصلت کی بڑی تعریف کی گئی ہے اور معصومین علیہم السلام کے اقوال میں جس پر بڑا زور دیا گیا ہے وہ جود و سخا کی صفت ہے _

سخاوت عام طور پر زہد اور دنیا سے عدم رغبت کا نتیجہ ہوا کرتی ہے اور یہ بات ہم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سب سے بڑے زاہد اور دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے والے افراد تھے اس بنا پر سخاوت کی صفت بھی زہد کے نتیجہ کے طور پر ان کی ایک علامت اور خصوصیت شمار کی جاتی ہے _

اس خصوصیت کا اعلی درجہ یعنی ایثار تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً پیغمبر ﷺ کی ذات گرامی میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے _

آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

"ما جبل الله اولیائه الا علی السخا ء و حسن الخلق" [(1)]

---

1) (الحقائق فی محاسن الاخلاق 117فیض کاشانی)_

سخاوت اور حسن خلق کی سرشت کے بغیر خدا نے اپنے اولیاء کو پیدا نہیں کیا ہے _

سخاوت کی تعریف :

سخاوت یعنی مناسب انداز میں اس طرح فائدہ پہونچانا کہ اس سے کسی غرض کی بونہ آتی ہو اور نہ اس کے عوض کسی چیز کا تقاضا ہو [(1)]

اسی معنی میں سخی مطلق صرف خدا کی ذات ہے جس کی بخشش غرض مندی پر مبنی نہیں ہے انبیاء علیہم السلام خدا " جن کے قافلہ سالار حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو کہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مقرب اور اخلاق الٰہی سے مزین ہیں" سخاوت میں تمام انسانوں سے نمایاں حیثیت کے مالک ہیں _

علماء اخلاق نے نفس کے ملکات اور صفات کو تقسیم کرتے ہوئے سخاوت کو بخل کا مد مقابل قرار دیا ہے اس بنا پر سخاوت کو اچھی طرح پہچاننے کے لئے اس کی ضد کو بھی پہچاننا لازمی ہے _

مرحوم نراقی تحریر فرماتے ہیں :" البخل هو الامساک حیث ینبغی البذل کما ان الاسراف هو البذل حیث ینبغی الامساک و کلا هما مذمومان و المحمود هو الوسط و هو الجود و السخا ء" [(2)] بخشش کی جگہ پر بخشش و عطا

1) (فرہنگ دہخدا ، منقول از کشاف اصطلاحات الفنون)_

2) (جامع السعادات ج 2 ص 112 مطبوعہ بیروت)_

نہ کرنا بخل ہے اور جہاں بخشش کی جگہ نہیں ہے وہاں بخشش و عطا سے کام لینا اسراف ہے یہ دونوں باتیں ناپسندیدہ میں ان م-یں سے نیک صفت وہ ہے جو درمیانی ہے اور وہ ہے جودوسخا_

پیغمبر اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے قرآن نے کہا ہے :

(لا تجعل یدک مغلولة الی عنقک و لا تبسطها کل البسط فتقعد ملوما محسورا) [1]

اپنے ہاتھوں کو لوگوں پر احسان کرنے میں نہ تو بالکل بندھا ہوا رکھیں اور نہ بہت کھلا ہوا ان میں سے دونوں باتیں مذمت و حسرت کے ساتھ بیٹھے کا باعث ہیں _

اپنے اچھے بندوں کی صفت بیان کرتے ہوئے اللہ فرماتا ہے :

(و الذین اذا انفقوا لم یسرفوا و لم یقتروا و کان بین ذالک قواما) [2]

اور وہ لوگ جو مسکینوں پر انفاق کرتے وقت اسراف نہیں کرتے اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ احسان میں میانہ رو ہوتے ہیں _

مگر صرف انہیں باتوں سے سخاوت متحقق نہیں ہوتی بلکہ دل کا بھی ساتھ ہونا ضروری ہے مرحوم نراقی لکھتے ہ-یں : "و لا یکفی فی تحقق الجود و السخا ان یفعل

---

1) (الاسراء 29) _

2) (فرقان 67) _

ذلک بالجوارح ما لم یکن قلبه طیبا غیر منازع له فیه"[1] سخاوت کے تحقق کیلئے صرف سخاوت کرنا کافی نہیں ہے بلکہ دل کا بھی اس کام پر راضی ہونا اور نزاع نہ کرنا ضروری ہے _

سخاوت کی اہمیت :

اسلام کی نظر میں سخاوت ایک بہترین اور قابل تعریف صفت ہے اس کی بہت تاکید بھی کی گئی ہے نمونہ کے طور پر اس کی قدر و قیمت کے سلسلہ میں رسول خدا ﷺ کے چند اقوال ملاحظہ فرمائیں_

"السخا شجرة من شجر الجنة ، اغصانها متدلية على الارض فمن اخذ منها غصنا قاده ذالک الغصن الى الجنة"[2]

سخاوت جنت کا ایک ایسا درخت ہے جس کی شاخیں زمین پر جھکی ہوئی ہیں جو اس شاخ کو پکڑلے وہ شاخ اسے جنت تک پہونچا دے گی _

"قال جبرئیل: قال الله تعالى : ان هذا دین ارتضیته لنفسی و لن یصلحه الا السخاء و حسن الخلق فاکرموه بهما ما استطعم "[3]

---

1) (جامع السعادات ج 2 ص 112 مطبوعہ بیروت)_

2) (الحقائق فی محاسن الاخلاق 117فیض کاشانی) _

3) (الحقائق فی محاسن الاخلاق 117 فیض کاشانی) _

رسول خدا ﷺ نے جبرئیل سے اور جبرئیل نے خدا سے نقل کیا ہے کہ خداوند فرماتا ہے : اسلام ایک ایسا دین ہے جس کو میں نے اپنے لیئے منتخب کر لیا ہے اس میں جود و سخا اور حسن خلق کے بغیر بھلائی نہیں ہے پس اس کو ان دو چیزوں کے ساتھ (سخاوت او حسن خلق) جہاں تک ہوسکے عزیز رکھو _

"تجافوا عن ذنب السخی فان الله آخذ بیده کلما عثر" [1] سخی کے گناہوں کو نظر انداز کردو کہ خدا (اس کی سخاوت کی وجہ سے) لغزشوں سے اس کے ہاتھ روک دیتا ہے _

سخاوت کے آثار :

خدا کی نظر میں سخاوت ایسی محبوب چیز ہے کہ بہت سی جگہوں پر اس نے سخاوت کی وجہ سے پیغمبر اکرم ﷺ کفار کے ساتھ مدارات کا حکم دیا ہے_

1 _ بہت بولنے والا سخی

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ یمن سے ایک وفد آنحضرت ﷺ سے ملاقات کیلئے آیا ان میں ایک ایسا بھی شخص تھا جو پیغمبر صلی‌الله‌علیه‌و آله‌وسلم کے ساتھ بڑی باتیں اور جدال کرنے والا شخص تھا اس نے کچھ ایسی باتیں کیں کہ غصہ کی وجہ سے آپ ﷺ کے ابرو اور چہرہ سے پسینہ ٹپکنے لگا _

---

1) (جامع السعادات ج 2 ص 117 مطبوعہ بیروت)_

اس وقت جبرئیل نازل ہوئے اور انہوں نے کہا کہ خدا نے آپ ﷺ کو سلام کہا ہے اور ارشاد فرمایا: کہ یہ شخص ایک سخی انسان ہے جو لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے _ یہ بات سن کر پیغمبر ﷺ کا غصہ کم ہوگیا اس شخص کی طرف مخاطب ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا : اگر جبرئیل نے مجھ کو یہ خبر نہ دی ہوتی کہ تو ایک سخی انسان ہے تو میں تیرے ساتھ بڑا سخت رویہ اختیار کرتا ایسا رویہ جس کی بنا پر تودوسروں کے لئے نمونہ عبرت بن جاتا _

اس شخص نے کہا : کہ کیا آپ ﷺ کا خدا سخاوت کو پسند کرتا ہے ؟ حضرت نے فرمایا : ہاں ، اس شخص نے یہ سن کے کلمہ شہادتیں زبان پر جاری کیا اور کہا، اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں نے آج تک کسی کو اپنے مال سے محروم نہیں کیا ہے [1]

2_ سخاوت روزی میں اضافہ کا سبب ہے :

مسلمانوں میں سخاوت کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ روزی کے معاملہ میں خدا پر توکل کرتے ہیں جو خدا کو رازق مانتا ہے اور اس بات کا معتقد ہے کہ اس کی روزی بندہ تک ضرور پہنچے گی وہ بخشش و عطا سے انکار نہیں کرتا اس لئے کہ اس کو یہ معلوم ہے کہ خداوند عالم اس کو بھی بے سہارا نہیں چھوڑ سکتا _

انفاق اور بخشش سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے جیسا کہ پیغمبر ﷺ نے معراج کے واقعات بتاتے ہوئے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے_

---

1) (بحار الانوار ج 22 ص 84)_

"و رایت ملکین ینادیان فی السماء احدهما یقول : اللهم اعط کل منفق خلفا و الاخر یقول : اللهم اعط کل ممسک تلفا"[1]

میں نے آسمان پر دو فرشتوں کو آواز دیتے ہوئے دیکھا ان میں سے ایک کہہ رہا تھا خدایا ہر انفاق کرنے والے کو اس کا عوض عطا کر _ دوسرا کہہ رہا تھا ہر بخیل کے مال کو گھٹادے _

دل سے دنیا کی محبت کو نکالنا :

بخل کے مد مقابل جو صفت ہے اس کا نام سخاوت ہے _ بخل کا سرچشمہ دنیا سے ربط و محبت ہے اس بنا پر سخاوت کا سب سے اہم نتیجہ یہ ہے کہ اس سے انسان کے اندر دنیا کی محبت ختم ہوجاتی ہے _ اس کے دل سے مال کی محبت نکل جاتی ہے اور اس جگہ حقیقی محبوب کا عشق سماجاتا ہے _

اصحاب کی روایت کے مطابق پیغمبر صلى الله عليه وآله وسلم کی سخاوت

جناب جابر بیان کرتے ہیں :

"ما سئل رسول الله شیئا قط فقال : لا"[2]

رسول خدا صلى الله عليه وآله وسلم سے جب کسی چیز کا سوال کیا گیا تو آپ صلى الله عليه وآله وسلم نے " نہیں " نہیں فرمایا _

امیرالمؤمنین عليه السلام رسول خدا صلى الله عليه وآله وسلم کے بارے میں ہمیشہ فرمایا کرتے تھے :

---

1) (بحار الانوار ج 18 ص 323) _

2) (الوفاء باحوال المصطفی ج 2 ص 441) _

" كان اجود الناس كفا و اجرا الناس صدرا و اصدق الناس لهجةو اوفاهم ذمة و الينهم عريكهة و اكرمهم عشيرة من راه بديهة هابه و من خالطه معرفة احبه لم ارقبله و بعده مثله "[1]

بخشش و عطا میں آپ ﷺ کے ہاتھ سب سے زیادہ کھلے ہوئے تھے_ شجاعت میں آپ ﷺ کا سینہ سب سے زیادہ کشادہ تھا ، آپ کی زبان سب سے زیادہ سچی تھی ، وفائے عہد کی صفت آپ ﷺ میں سب سے زیادہ موجود تھی ، تمام انسانوں سے زیادہ نرم عادت کے مالک تھے اور آپ ﷺ کا خاندان تمام خاندانوں سے زیادہ بزرگ تھا ، آپ کو جو دیکھتا تھا اسکے اوپر ہیبت طاری ہوجاتی تھی اور جب کوئی معرفت کی غرض سے آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھتا تھا وہ اپنے دل میں آپ ﷺ کی محبت لیکر اٹھتا تھا _ میں نے آپ ﷺ سے پہلے یا آپ کے بعد کسی کو بھی آپ ﷺ جیسا نہیں پایا _

رسول ﷺ مقبول کی یہ صفت تھی کہ آپ ﷺ وسلم کو جو بھی ملتا تھا وہ عطا کردیتے تھے اپنے لئے کوئی چیز بچاکر نہیں رکھتے تھے_ آپ ﷺ کے لئے نوے ہزار درہم لایا گیا آپ ﷺ نے ان درہموں کو تقسیم کردیا_ آپ ﷺ نے کبھی کسی سائل کو واپس نہیں کیا جب تک اسے فارغ نہیں کیا _[2]

---

1) (مکارم الاخلاق ص 18) _

2) (ترجمہ احیاء علوم الدین ج 2 ص 71)_

خلاصہ درس :

1) اسلام نے جس چیز کی تاکید کی اور جس پر سیرت معصومین علیہم السلام کی روایتوںمیں توجہ دلائی گئی ہے وہ سخاوت کی صفت ہے _

2) تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صفت کے اعلی درجہ " ایثار " فائز تھے _

3) سخاوت یعنی مناسب جگہوں پر اس طرح سے فائدہ پہونچانا کہ غرض مندی کی بو اس میں نہ آتی ہوا اور نہ کسی عوض کے تقاضے کی فکر ہو _

4) سخاوت بخل کی ضد ہے بخل اور اسراف کے درمیان جو راستہ ہے اس کا نام سخاوت ہے_

5)خدا کی نظر میں سخاوت ایسی محبوب صفت ہے کہ اس نے اپنے حبیب کو کافر سخی انسان کی عزت کرنے کا حکم دیا _

6) انفاق اور بخشش نعمت و روزی میں اضافہ کا سبب ہے_

7)رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو ملتا تھا اس کو بخش دیا کرتے تھے اپنے پاس بچاکر کچھ بھی نہیں رکھتے تھے_

سوالات :

1_ جود و سخاوت کا کیا مطلب ہے ؟

2_ سب سے اعلی درجہ کی سخاوت کی کیا تعبیر ہوسکتی ہے ؟

3_قرآن کریم کی ایک آیت کے ذریعہ سخاوت کے معنی بیان کیجئے؟

4_ سخاوت کی اہمیت اور قدر و قیمت بتانے کیلئے ایک روایت پیش کیجئے؟

5_ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جودو سخا کی ایک روایت کے ذریعے وضاحت کیجئے؟

چودھواں سبق:

(سخاوت ، پیغمبر ﷺ کی خداداد صفت)

ابن عباس نے رسول خدا ﷺ کا یہ قول نقل کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا :

"انا ادیب اللہ و علی ادیبی امرنی ربی بالسخاء و البر و نھانی عن البخل و الجفاء و ما شئ ابغض الی اللہ عزوجل من البخل و سوء الخلق و انہ لیفسد العمل کما یفسد الخل العسل "[1]

میری تربیت خدا نے کی ہے اور میں نے علی علیہ السلام کی تربیت کی ہے ، خدا نے مجھ کو سخاوت اور نیکی کا حکم دیا ہے اور اس نے مجھے بخل اور جفا سے منع کیا ہے ، خدا کے نزدیک بخل اور بد اخلاقی سے زیادہ بری کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ برا اخلاق عمل کو اسی طرح خراب کردیتا ہے جس طرح سرکہ شہد کو خراب کردیتا ہے _ جبیر بن مطعم سے منقول ہے کہ "حنین" سے واپسی کے بعد ، اعراب مال غنیمت میں سے اپنا حصہ لینے کیلئے پیغمبر ﷺ کے ارد گرد اکھٹے ہوئے اور بھیڑ میں پیغمبر ﷺ کی ردا اچک لے گئے _

---

1) مکارم الاخلاق ص 17_

حضرت ﷺ نے فرمایا :

"ردوا علی ردائی اتخشون علی البخل ؟ فلو کان لی عدد هذه العضاة ذهبا لقسمته بینکم و لا تجدونی بخیلا و لا کذابا و لا جبانا"[1]

میری ردا مجھ کو واپس کردو کیا تم کو یہ خوف ہے کہ میں بخل کروںگا ؟ اگر اس خار دار جھاڑی کے برابر بھی سونا میرے پاس ہو تو میں تم لوگوں کے درمیان سب تقسیم کردوں گا تم مجھ کو بخیل جھوٹا اور بزدل نہیں پاؤگے _

صدقہ کو حقیر جاننا

جناب عائشہ کہتی ہیں کہ : ایک دن ایک سائل میرے گھر آیا ، میں نے کنیز سے کہا کہ اس کو کھانا دیدو ، کنیز نے وہ چیز مجھے دکھائی جو اس سائل کو دینی تھی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا : اے عائشہ تم اس کو گن لوتا کہ تمہارے لئے گنا نہ جائے_[2]

انفاق کے سلسلہ میں اہم بات یہ ہے کہ انفاق کرنے والا اپنے اس عمل کو بڑا نہ سمجھے ورنہ اگر کوئی کسی عمل کو بہت عظیم سمجھتا ہے تو اس کے اندر غرور اور خود پسندی پیدا ہوگی کہ جو اسے کمال سے دور کرتی ہے یہ ایسی بیماری ہے کہ جس کو لگ جاتی ہے اس کو ہلاکت اور رسوائی تک پہونچا دیتی ہے _

---

1) الوفاء باحوال المصطفی ج 2 ص 442 _

2) شرف النبی ج 69_

اس سلسلہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد :

" رایت المعروف لا یصلح الابثلاث خصال : تصغیرہ و تستیرہ و تعجیلہ ، فانت اذا صغرتہ عظمتہ من تصنعہ الیہ و اذا سترتہ تممتہ و اذا عجلتہ ھناتہ و ان کان غیر ذلک محقتہ و نکدتہ" [1]

نیک کام میں بھلائی نہیں ہے مگر تین باتوں کی وجہ سے اس کو چھوٹا سمجھنے ، چھپا کر صدقہ دینے اور جلدی کرنے سے اگر تم اس کو چھوٹا سمجھ کر انجام دو گے تو جس کے لئے تم وہ کام کررے ہو اس کی نظر میں وہ کام بڑا شمار کیا جائیگا اگر تم نے اسے چھپا کر انجام دیا تو تم نے اس کام کو کمال تک پہونچا دیا اگر اس کو کرنے میں جلدی کی تو تم نے اچھا کام انجام دیا اس کے علاوہ اگر دوسری کوئی صورت اپنائی ہو تو گویا تم نے (اس نیک کام) کو برباد کردیا _

اس طرح کے نمونے ائمہ کی سیرت میں جگہ جگہ نظر آتے ہیں ،رات کی تاریکی میں روٹیوں کا بورا پیٹھ پر لاد کر غریبوں میں تقسیم کرنے کا عمل حضرت امیرالمومنین اور معصومین علیہم السلام کی زندگی میں محتاج بیان نہیں ہے _

---

1) (جامع السعادہ ج 2 ص 135)_

رسول خدا ﷺ کی کمال سخاوت یا ایثار

جود و سخاوت میں ایثار کا سب سے بلند مرتبہ ہے مال کو احتیاج کے باوجود خرچ کردینے کا نام ایثار ہے اسی وجہ سے اس کی تعریف قرآن مجید میں آئی ہے :

"و یوثرون علی انفسهم و لو کا ن بهم خصاصه "'[1]

وہ خود چاہے کتنے ہی ضرورت مند کیوں نہ ہوں دوسروں کو اپنے اوپر مقدم کرتے ہیں_

بے بضاعتی کے عالم میں سخاوت کرنا ایثار سے بہت قریب ہوتا ہے اسی وجہ سے غنی کے حالت میں بخشش و عطا کرنے سے زیادہ اس کی فضیلت ہے ، امام جعفر صادق سے پوچھا گیا کہ کون سا صدقہ زیادہ بہتر ہے ؟ تو آپ نے فرمایا :

"جهد المقل اما سمعت قول الله عزوجل و یوثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة" [2]

وہ صدقہ جو تنگ دست انسان دیتا ہے وہ سب سے بہتر ہے کیا تم نے خدا کا یہ قول (ویوثرون علی ...) نہیں سنا کہ لوگ خود نیازمند ہونے کے باوجود دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں_

پیغمبر ﷺ کی ازدواج میں سے ایک بیوی نے بتایا کہ آپ ﷺ نے آخر وقت تک کبھی بھی مسلسل

---

1) (سورہ حشر 9)_

2) (جامع السعادات ج 2ص 123 مطبوعہ بیروت) _

تین دن تک سیر ہوکر کھانا نہیں کھایا اگر ہم چاہتے تو بھوکے نہ رہتے مگر ہم نے ایثار سے کام لیا [1] منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک صحابی آئے ان کی شادی ہوچکی تھی اور ضرورت مند تھے انہوں نے آپ ﷺ سے کچھ طلب کیا آپ ﷺ عایشہ کے گھر میں تشریف لے گئے اور پوچھا کہ گھر میں کچھ ہے کہ اس دوست کی کچھ مدد کریں عائشہ نے کہا میرے گھر میں ایک زنبیل میں کچھ آٹا رکھا ہے ، آپ ﷺ نے وہ زنبیل مع آٹے کے اس صحابی کے حوالہ کردی پھر اس کے بعد گھر میں کچھ بھی نہ رہا[2]

دو طرح کے مسائل

الف _ ساءل کے سوال کا جواب

آپ ﷺ کی بے پناہ سخاوت اور بخشش اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ آپ ﷺ کسی ساءل کو خالی ہاتھ واپس کردیں _" ماسئل رسول اللہ شئا قط فقال لا"[3]رسول ﷺ نے کبھی کسی ساءل کے جواب میں انکار نہیں کیا اور یہ صفت آپ میں اسقدر راسخ تھی کہ اگرگھر میں کچھ نہیں ہوتا تھا تب بھی آپ ﷺ کسی کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرتے تھے _

---

1) (جامع السعادات ج 2ص 122) _

2) (شرف النبی ﷺ ص 70) _

3) (الوفاء باحوال المصطفی ج 2ص 441)_

عمر نقل کرتے ہیں کہ ایک دن ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے آپ سے کچھ طلب کیا آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس کچھ نہیں ہے تم جاو خرید لو اور حساب میرے نام لکھوا دو ، جب میرے پاس ہو گا تو میں ادا کرونگا ، عمر نے کہا اے اللہ کے رسول جس چیز پر آپ ﷺ قادر نہیں ہیں اللہ نے اس کی تکلیف آپ ﷺ کو نہیں دی ہے عمر کہتے ہیں کہ آپ ﷺ اس بات سے ناراض ہوگئے _

اس شخص نے کہا آپ ﷺ عطا فرمائیں اور خدا کی طرف سے کم دیئےانے پر رنج نہ کریں حضرت مسکرائے اور آپ ﷺ کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمودار ہوگئے[1]

ب_ کام کرنے کی ترغیب

دوسری طرفرسول ﷺ اکرم سستی ، کاہلی کو ختم کرنے اور سوال کرنے کی عادت چھڑانے کیلئے سوال کرنے والوں کو خود محنت کر کے رزق حاصل کرنے کی تعلیم دیتے تھے _

ایک صحابی کا بیان ہے کہ جب میں تنگ دست ہوگیا میری بیوی نے کہا کاش آپ پیغمبر ﷺ کے پاس جا کر ان سے کچھ لے آتے وہ صحابی حضور کے پاس آئے جب آپ ﷺ نے ان کو دیکھا تو فرمایا کہ جو مجھ سے کچھ مانگے گا میں اس کو عطا کروں گا لیکن اگر بے نیازی کا ثبوت دیگا تو خدا اس کو بے نیاز کردیگا ، صحابی نے اپنے دل میں کہا کہ حضور میرے ہی بارے میں باتیں کررہے ہیں ، اس نے واپس لوٹ کر بیوی سے پورا واقعہ بیان

---

1) (مکارم اخلاق ص 18) _

کیا تو بیوی نے کہا وہ باتیں تمہارے بارے میں نہیں تھیں تم جاکرپیغمبر ﷺ سے اپنی حالت تو بیان کرو وہ صحابی دوبارہ پیغمبر ﷺ کی پاس پہونچے ، اس مرتبہ بھی ان کو دیکھ کرحضور ﷺ نے وہی جملہ دہرایا اس طرح تین دفعہ یہ واقعہ پیش آیا تیسری دفعہ کے بعد اس شخص نے کسی سے ایک کلہاڑی مانگی اور لکڑی کاٹنے کیلئے نکل کھڑا ہوا لکڑیاں شہر لاتا اور ان کو بیچ ڈالتا تھا آہستہ آہستہ وہ صاحب ثروت بن گیا پھر تو اس کے پاس بوجھ ڈھونے اور لکڑی اٹھانے والے جانور بھی ہوگے ، بڑی خوشحالی آگئی ایک دن وہ پیغمبر ﷺ کے پاس پھر پہنچے اور آپ ﷺ سے سارا واقعہ بیان کردیا آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ جو مجھ سے مانگے گا میں عطا کرونگا لیکن اگر کوئی بے نیازی و خود داری سے کام لیگا تو خدا اسکو بے نیاز کردیگا[1]

دوسری روایت میں ہے :

"و کان ﷺ اذا نظر الی رجل فاعجبه قال ... هل له حرفة ; فان قيل لا قال: سقط من عينی ، قيل ، کيف ذلک يا رسول الله ﷺ قال ﷺ : لان المومن اذ لم يکن له حرفة يعيش بدينه"[2]

جب رسول خدا ﷺ کسی کی طرف دیکھتے تو اس سے سوال کرتے کہ اس کے پاس کوئی کام ہے وہ کوئی فن و ہنر جانتا ہے ؟ اگر کہا جاتا کہ نہیں تو آپ ﷺ فرماتے کہ

---

1) (اصول کافی ج2 ص 112باب القناعہ مطبع اسلامیہ عربی) _

2) (بحار ج 103 ص 9) _

یہ میری نظروں سے گر گیا ، لوگ سوال کرتے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ایسا کیوں ہے تو آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اگر مومن کے پاس کوئی فن اور ہنر نہ ہو تو وہ اپنے دین کو ذریعہ معاش بنالیتا ہے_

پیغمبر ﷺ کی بخشش کے نمونے

لباس کا عطیہ

ایک دن ایک عورت نے اپنے بیٹے سے کہاکہ پیغمبر ﷺ کے پاس جاؤ ان کی خدمت میں سلام عرض کرنا اور کہنا کہ مجھے کوئی کرتا دیدیں تا کہ میں اس سے قمیص بنالوں ، پیغمبر ﷺ نے فرمایا میرے پاس کرتا تو نہیں ہے شاید کہیں سے آجائے (تو میں دیدونگا) لڑکے نے کہا میری ماں نے کہا ہے کہ آپ ﷺ اپنی ردا دے دیجئے میں اس کا پیراہن بنالوں گی ، آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اتنی مہلت دو کہ میں حجرہ میں جا کر دیکھ لوں ، پیغمبر ﷺ حجرہ میں تشریف لے گئے اور اپنی ردا لاکر اس لڑکے کے حوالہ کردی ، وہ لڑکا ردا لیکر اپنے گھر چلاگیا _[1]

ایک دن کچھ ایسے افراد پیغمبر ﷺ کے پاس آئے جن کے جسم پر لباس نہیں تھا اور انہوں نے آنحضرت ﷺ سے لباس کا مطالبہ کیا آپ ﷺ گھر میں تشریف لے گئے وہاں کچھ بھی نہیں تھا

1) (شرف النبی ص 78) _

جناب فاطمہ کے پاس صرف ایک پردہ تھا جس سے کوئی سامان ڈھکا ہوا تھا آپ ﷺ نے فرمایا بیٹی کیا تم یہ چاہتی ہو کہ اس پردہ کے ذریعہ دوزخ کی آگ کو ٹھنڈا کرو؟ فاطمہ(س) نے جواب دیا ، جی ہاں ، پیغمبر ﷺ نے اس پردہ کے کئی ٹکڑے کر کے غریبوں میں تقسیم کردیا تا کہ وہ اپنا جسم چھپالیں[1]

ایک با برکت درہم

ایک دن آٹھ درہم لیکر پیغمبر ﷺ اکرم بازار تشریف لے گئے راستہ میں آپ نے دیکھا کہ ایک کنیز کھڑی رو رہی ہے ، آپ ﷺ نے رونے کا سبب پوچھا اس نے بتایا کہ میرے آقا نے مجھے دو درہم دیکر کچھ خریدنے کیلئے بھیجا تھا وہ دونوں درہم کھو گئے آپ ﷺ نے دو درہم اس عورت کو دے دیئے اور خود چھ در ہم لیکر بازار کی طرف چلے گئے ، چار درہم کا ایک پیراہن خرید کر آپ ﷺ نے پہن لیا ﷺ راستہ میں ایک نحیف و لاغر انسان نظر آیا جس کا جسم برہنہ تھا اور وہ آواز لگا رہا تھا کون ہے جو مجھ کو ایک کرتا پہنا دے خدا اس کو بہشت میں جنت کے حلے عطا کریگا ، آپ ﷺ نے وہ لباس جسم سے اتار کر اسکو پہنا دیا دوبارہ آپ ﷺ بازار تشریف لے گئے اس مرتبہ آپ ﷺ نے دو درہم کا ایک لباس خریدا _

---

1) (شرف النبی ص 75) _

واپسی پر آپ ﷺ نے دوبارہ اسی کنیز کو راستے میں روتے ہوئے دیکھا ، سوال کرنے پر اس نے بتایا کہ جو خریدنا تھا وہ تو میں خرید چکی لیکن اب گھر جانے میں مجھے دیر ہوگئی ہے مجھے خوف ہے کہ دیر سے گھر پہونچنے پر کہیں میرا آقا مجھے سزا نہ دے _

آپ ﷺ نے فرمایا مجھ کو اپنے گھر لے چل جب آپ ﷺ اس انصاری کے گھر پہونچے تو وہاں مرد موجود نہ تھے صرف عورتیں تھیں آپ ﷺ نے ان کو سلام کیا انہوں نے آپ ﷺ کی آواز پہچان لی مگرجواب نہیں آیا ، یہاں تک کہ پیغمبر ﷺ نے ان کو تین بار سلام کیا سب نے مل کر جواب دیا : علیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوجائیں ، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے میری آواز نہیں سنی تھی؟ عورتوں نے جواب دیا کیوں نہیں ، مگر ہم چاہتے تھے کہ ہم پر اور ہمارے خاندان پر آپ ﷺ کا زیادہ سلام ہوجائے _ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری کنیز کو پہنچنے میں دیر ہوگئی ہے وہ تم ڈر رہی ہے اس کی سزا معاف کردو ، سب نے ایک ساتھ کہا ہم نے آپ ﷺ کی سفارش قبول کی اس کی سزا معاف ہوئی اور آپ ﷺ کے مبارک قدم اس گھر تک آنے کی وجہ سے ہم نے اس کو آزاد کیا _

رسول ﷺ خدا واپس ہوگئے اور آپ ﷺ نے فرمایا اس سے زیادہ پر برکت میں نے دوسرے آٹھ درہم نہیں دیکھے ایک خو فزدہ کنیز کے خوف کو اس نے دور کیا اس کو آزاد کیا اور دو افراد کی ستر پوشی ہوگئی [1]

---

1) (شرف النبی ص 70) _

سخاوت مندانہ معاملہ

منقول ہے کہ ایک دن رسول خدا ﷺ جناب جابر کے ساتھ ان کے اونٹ پر بیٹھ کر کہیں چلے جار ہے تھے آپ ﷺ نے جابر نے فرمایا اس اونٹ کو میرے ہاتھ فروخت کردو جابر نے کہا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوجائیں اے اللہ کے رسول ، یہ اونٹ آپ ﷺ ہی کا ہے ، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں میرے ہاتھوں فروخت کرو ، جابر نے کہا میں نے فروخت کیا آپ ﷺ نے بلال سے کہا کہ اس کی قیمت ادا کردو جابر نے پوچھا اونٹ کس کے حوالہ کروں ؟ آپ ﷺ نے فرمایا اونٹ اور اس کی قیمت دونوں تم اپنے ہی پاس رکھو خدا تمہارے لئے اس کو مبارک قرار دے[1]

---

1) (شرف النبی ص 69_ 68)_

خلاصہ درس

1) پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ خدا نے میری تربیت کی ہے اور میں نے علی کی تربیت کی ہے خدا نے مجھے سخاوت اور نیکی کا حکم دیا بخل اور جفا کاری سے روکا خدا کے نزدیک بخل اور بد اخلاقی سے زیادہ بد کوئی چیز نہیں ہے برے اخلاق عمل کو اس طرح فاسد کردیتے ہیں جس طرح سرکہ شہد کو خراب کردیتا ہے _

2) اخلاق کے سلسلہ میں جس بات پر زیادہ دھیان دینے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ بخشش و عطا کرنے والا اس کو اپنی نظر میں بہت بڑا کارنامہ نہ سمجھ بیٹھے _

3) جود و سخاوت کا سب سے بلند درجہ ایثار ہے اور احتیاج کے باوجو دمال کو خرچ کردینے کا نام ایثار ہے پیغمبر اکرم ﷺ میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی _

4) رسول خدا ﷺ کے سامنے دوطرح کے مسائل تھے

الف_ ساءل کے سوال کا جواب

ب_ لوگوں کو کام کرنے کی ترغیب دلانا

سوالات :

1_ صدقہ کو اگر چھوٹا سمجھا جائے تو صدقہ دینے والے پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے ؟

2_ امام جعفر صادق نیک کام کیلئے تین خصلتوں کو شرط جانتے ہیں وہ تین خصلتیں کون کون سی ہیں ؟

3_ ایثار کے کیا معنی ہیں ؟

4_ ساءل کے ساتھ رسول خدا کی کیا سیرت تھی تفصیل سے بیان فرمایئے

5_ پیغمبر ﷺ کی بخشش و عطا کے دو نمونے بیان فرمایئے

پندرہواں سبق:

(دعا)

(وقل رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق و اجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا) [1]

ای رسول ﷺ) آپ ﷺ یہ دعا مانگا کریں کہ اے میرے پروردگار مجھے (جہاں) پہونچا اچھی طرح پہونچا اور مجھے (جہاں سے) نکال اچھی طرح نکال اور مجھے ایسی روشن حجت و بصیرت عطا فرما جو میری مدد گار ہو _

اس حصہ میں آپ کے سامنے پیغمبر اکرم حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ کی دعا کے وہ نمونے ہیں جو آپ ﷺ کا دعاوں سے انس و محبت کا پتہ دیتے ہیں اور آپ ﷺ کے پیرو کاروں کو آپ ﷺ سے دعا سیکھنے کا سلیقہ عطا کرتے ہیں _

دعا کیا ہے :

---

1) (اسراء 80) _

لفظ " دعا " یدعو کا مصدر ہے اور لغت کے اعتبار سے پکارنے ، بلانے اور دعوی کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اس کی جمع ادعیہ ہے (فرہنگ جدید عربی بہ فارسی ص 157) لفظ دعا استغاثہ کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے [1]

جس کے ذریعہ خدا کو حاجتیں پوری کرنے کیلئے پکارا جائے اصطلاح میں اس کو دعا کہتے ہیں _ فرہنگ جدید عربی _ فارسی ص 157 خدا کی بارگاہ میں تضرع و زاری کے معنی میں لفظ دعا استعمال کیا جاتا ہے[2] جو چیز خدا کے پاس ہے اس کو تضرع و زاری کے ذریعہ طلب کرنے کو بھی دعا کہتے ہیں_[3]دعا کے دوسرے معنی بھی بیان کئے گئے ہیں

دعا کی اہمیت اور اس کا اثر :

آیا ت و روایات میں جس طرح علم ، فکر سعی اور کوشش کی تاکید کی گئی ہے ویسے ہی دعا کی بھی تاکید بھی کی گئی ہے_

قرآن مجید میں مومن کو خدا کی بارگاہ میں دعا درخواست اور توسل کی طرف دعوت دینے کے ساتھ ساتھ[4] معصومین ؑ سے مروی معتبر روایتوں میں بھی دعا کے مقام کو

---

1) (فرہنگ جدید عربی _ فارسی ص 157) _

2) (لسان العرب ج 14 ص 257)_

3) (تاج العروس ج 10 ص 126)_

4) (بقرہ آیہ 250_ 286، 186، یونس 88، غافر60)_

بیان کرتے ہوئے یہ بتایا گیا ہے کہ یہ مقام اللہ تعالی کے نزدیک بلاء و آفات کے دور ہونے اور قضا و قدر کے تبدیل ہونے تک بلند ہے _ رسول اسلام ﷺ فرماتے ہیں :

"ادفعوا ابواب البلاء بالدعاء "[1]

دعا کے ذریعہ بلا و مصیبت کا دروازہ اپنے اوپر بند کرلو_

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں :

"الدعا یرد القضاء بعد ما ابرم ابراما "[2]

قضا کے یقینی ہوجانے کے بعد بھی دعا قضا کو پھیر دیتی ہے_

پیغمبر اکرم ﷺ کی چند چھوٹی چھوٹی حدیثیں ملاحظہ ہوں :

"الدعا ہو العباد ہ"[3]

دعا عبادت ہے _

"ما من شیی اکرم علی اللہ تعالی من الدعا" [4]

خدا کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی شئے مکرم نہیں ہے _

"الدعا مخ العبادۃ و لا یہلک مع الدعاء احد "[5]

حقیقت عبادت دعا ہے جو شخص دعا کرتا ہو وہ ہلاک نہیں ہوتا _

---

1) (بحار ج 93 ص 288)_

2) (اصول کافی ج 2 ص 47) _

3) (لسان العرب ج 14 ص 257)_

4) (میزان الحکمہ ج 3 ص 246)_

5) (بحار الانوار ج 93 ص 300) _

ایک دن پیغمبر اکرم ﷺ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

"الا ید لکم علی سلاح ینجیکم من اعداءکم "

کیا میں تم کو ایسے ہتھیار کا پتہ بتاؤں جو تم کو دشمن کے شر سے نجات دے؟

اصحاب نے کہا کیوں نہیں ، اے اللہ کے نبی آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

" تدعون ربکم باللیل و النھار فان سلاح المومن الدعاء"[1]

اپنے خدا کو شب و روز پکارتے رہو اسلئے کہ دعا مومن کا ہتھیار ہے_

دعا کی اہمیت کے سلسلہ میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ انسان دعا کے ذریعہ مبدا ہستی "خدا"سے ہم کلام ہوتا ہے خدا کی لازوال قدرت پر بھروسہ اور اس سے ارتباط مشکلات پر غلبہ حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے ، اس لئے کہ خدا پر بھروسہ کرنے کے بعد انسان دوسری قوتوں سے بے نیاز ہوجاتا ہے _

مصاءب سے مقابلہ کرنے کے لئے دعا کرنے والے میں دعا استقامت اور روحی تقویت کا باعث بنتی ہے دعا کرنے والے انسان کے دل میں امید کی کرن ہمیشہ جگمگاتی رہتی ہے اور وہ آئندہ کے لئے لولگائے رہتا ہے_

ان تمام باتوں زیادہ اہم یہ ہے کہ معبود سے راز و نیاز کرتے ہوئے جو دعا کی جاتی ہے وہ روح انسانی کے کمال میں مؤثر ہوتی ہے ، خدا سے محبت کے ساتھ راز و نیاز اور عشق کے ساتھ گفتگو کے موتی کی قدر و قیمت دنیا اوردنیا کی ساری چیزوں سے زیادہ ہے_

---

1) (اصول کافی ج 2 ص 468) _

دعا کے وقت آنحضرت ﷺ کی کیفیت :

آداب دعا کی رعایت سے قبولیت کا راستہ ہموار ہوتا ہے بارگاہ خداوندی میں دعا کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ انسان تضرع و زاری سے دعا کرے حضور نبی کریم ﷺ کی دعا کے وقت کی کیفیت میں لکھا گیا ہے کہ :

"کان ﷺ یرفع یدیه ، اذا ابتهل و دعا کما یستطعم المسکین "[1]

آپ دعا کے وقت اپنے ہاتھوں کو بلند فرماتے تھے اور رو رو کر کسی مسکین کی طرح خدا سے حاجت طلب کرتے تھے_

عبادت کے اوقات میں دعا

اذان کے وقت کی دعا :

مسلمانوں کو جن چیزوں کی تاکید کی گئی ہے ان میں سے ایک چیز اذان ہے ، اس کی اہمیت کے لئے بس اتنا جاننا کافی ہے کہ مسلمان دن رات میں کئی بار گلدستہ اذان سے آواز اذان سنتا ہے ، جو کہ نماز اور شرعی اوقات کیلئے ایک اعلان کی حیثیت رکھتی ہے ، اسی وجہ سے صدر اسلام میں موذن کا بڑا بلند مرتبہ تھا ، پہلے موذن کی حیثیت سے حضرت بلال کا نام آج

---

1) (سنن النبی مرحوم علامہ طباطبائی ص 315)_

بھی تاریخ کی پیشانی پر جگمگا رہا ہے ، رسول خدا ﷺ جب موذن کی آواز سنتے تو اذان کے کلمات کو دہرا تے جاتے تھے(اذان کے جملوں کو دہرانے کا عمل " حکایت اذان" کہلاتا ہے اور یہ مستحب ہے) اور جب موذن حی علی الصلوۃ ، حی علی الفلاح ، حی علی خیر العمل کہتا ہے تو آپ ﷺ لا حول و لا قوۃ الا باللہ فرماتے تھے ، جب اقامت ختم ہوجاتی تو آپ فرماتے : _

"اللهم رب هذه الدعوه التامة و الصلوة القائمه،اعط مُحَمَّدا سوله يوم القيمة وبلغه الدرجة الوسيلة من الجنة وتقبل شفاعة فی امته"(1)

اے وہ خدا جو اس دعوت تام اور قاءم ہونے والی نماز کا پروردگار ہے قیامت کے دن محمد ﷺ کی خواہشوں کو پورا فرما اور اس درجہ تک پہونچا جو وسیلہ جنت ہے اور امت کی شفاعت کو ان سے قبول فرما _

نماز صبح کے بعد :

نماز صبح کے بعد طلوع آفتاب تک آنحضرت ﷺ خداکی بارگاہ میں راز و نیاز اور دعا میں مشغول رہتے تھے، امیرالمؤمنین علی علیہ السلام لوگوں کی حاجتوں اور ضرورتوں کے بارے میں سننے کیلئے آپ ﷺ کے پیچھے لوگوں کی طرف رخ کر کے بیٹھ جاتے تھے اور لوگ اپنی ضرورتیں آپ علیہ السلام کےسامنے پیش کرتے تھے _(2)

---

1) (سنن النبی ص 329 منقول از دعاءم الاسلام ج 1 ص 146)_

2) (سنن النبی ص 336)_

نماز ظہر کے بعد :

حضرت علی ؑ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نماز ظہر تمام کرلیتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

" لا الہ الا اللہ العظیم الحلیم ، لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم والحمدللہ رب العالمین ، اللھم انی اسئلک موجبات رحمتک و عزاءم مغفرتک و الغنیمة من کل خیر و السلامة من کل اثم ، اللھم لا تدع لی ذنبا الا غفرته و لا ھما الا فرجته و لا کربا الا کشفته و لا سقما الا شفیته و لا عیبا الا سترته و لا رزقا الا بسطته و لا خوفا الا آمنته و لا سوء الا صرفته و لا حاجة ھی لک رضا ولی فیھا صلاح الا قضیتھا یا ارحم الراحمین آمین رب العالمین "[1]

سوائے بزرگ اور حلیم خدا کے کوئی خدا نہیں ہے ، عرش عظیم کے پیدا کرنے والے خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے ، حمد و سپاس اسی خدا سے مخصوص ہے جو عالمین کا پیدا کرنے والا ہے میرے مالک میں تجھ سے وہ چیز مانگ رہا ہوں جو تیری رحمت و مغفرت کا باعث ہو ، پالنے والے مجھے تمام نیکیوں سے بہرہ مند کردے اور ہر گناہ سے مجھ کو بچالے پالنے والے تو میرے تمام گناہوں کو بخش دے ، میرے غم و اندوہ کو ختم کردے ، سختیوں کو میرے لئے آسانی کردے میرے سارے رکھ درد کو شفا عطا کر ، عیوب کو

---

1) (سنن النبی ص 236، 237)_

چھپالے رزق کو کشادہ کردے خوف کو امن (بے خوفی) میں تبدیل کردے ، میری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے ، میں یہ چاہتا ہوں کہ تو میری ہراس خواہش کو پورا فرما جس میں تیری رضامندی اور میری بھلائی ہو ، اے مہربانی کرنے والوں میں سب سے زیادہ مہربان _ آمین یا رب العالمین _

سجدے میں دعا :

امام جعفر صادق ؑ فرماتے ہیں کہ سجدہ میں آنحضرت ﷺ فرماتے تھے:

"اللهم ان مغفرتک اوسع من ذنوبی و رحمتک ارجی عندی من عملی فاغفرلی ذنوبی یا حیا لا یموت "[1]

خدایا تیری بخشش میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور تیری رحمت میرے نزدیک میرے عمل سے زیادہ امید بخش ہے پس میرے گناہوں کو معاف کردے اے ایسے زندہ رہنے والے خدا ، موت جس تک نہیں پہنچ سکتی _

دعا اور روزمرہ کے امور

صبح و شام :

خدا کی بارگاہ میں پیغمبر ﷺ نے ہمیشہ اپنے کو نیازمند سمجھا اور کبھی بھی آپ ﷺ خدا سے غافل

1) (سنن النبی ص 337)_

نہیں ہوئے ، رات کے وقت خاک پر اپنا چہرہ رکھ کر فرماتے تھے :

"الهی لا تکلنی الی نفسی طرفة عین ابدا "

خدا ایک پلک جھپکنے کی مدت کیلئے بھی مجھ کو میرے نفس کے حوالہ نہ کرنا _

آنحضرت ﷺ صبح کا آغاز دعا سے کرتے اور شام کو دعا پڑھ کر بستر پر آرام کرنے کیلئے لیٹتے تھے، صبح کو فرماتے :

" اللهم بک اصبحنا و بک امسینا بک نحیا و بک نموت و الیک المصیر" [1]

خدایا میں نے تیری مدد سے صبح کی اور تیری مدد سے میں نے رات گزاری تیری وجہ سے میںزندہ ہوں اور جب تـو چـاہے گا تـب میں مروں گا اور ہر شئ کی بازگشت تیری طرف ہے_

کھانے کے وقت کی دعا :

جب دستر خوان بچھایا جاتا تو آپ ﷺ فرماتے :

"سبحانک اللهم ما احسن ما تبتلینا سبحانک ما اکثر ما تعطینا سبحانک ما اکثر ما تعافینا اللهم اوسع علینا و علی فقراء المومنین والمومنات و المسلمین و المسلمات "[2]

---

1) (الوفاء باحوال المصطفی ج 2 ص 574)_

2) (سنن النبی ص 323) _

اے میرے اللہ تو پاک و پاکیزہ ہے وہ کتنی اچھی بات ہے جس کے ذریعے تو نے ہم کو آزمایا ، تونے جو ہم کو عطا کیا ہے وہ کتنا زیادہے ، جو عافیت تو نے ہم کو دی ہے وہ کتنی زیادہ ہے ، خدا ہمارے اور اہل ایمان اور اہل اسلام کے فقراء کی روزی میں کشادگی عطا فرما _

جب کھانا سامنے آتا تو آپ ﷺ فرماتے :

" بسم الله ، اللهم اجعلها نعمة مشكورة تصل بها نعمة الجنة" (1)

شروع کرتاہوں میں اللہ کے نام سے ، خدایا اس کھانے کو نعمت مشکور قرار دے اور بہشت کی نعمت سے متصل کردے _

جب کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو فرماتے :

"بسم الله بارک لنا فیما رزقتنا و علیک خلفه "(2)

شروع کرتا ہوں میں خدا کے نام سے ، پالنے والے جو روزی تونے ہم کو دی ہے اس میں برکت دے اور مزید روزی عنایت فرما

_

جب کھانے کا برتن اٹھاتے تو فرماتے :

"اللهم اکثرت و اطبت و بارکت فاشبعت و ارویت الحمد الله الذی یطعم و لا یطعم "(3)

---

1) (سنن النبی ص 323)_

2) (سنن النبی ص 323) _

3) (سنن النبی 324) _

پالنے والے تو نے ہم کو اپنی کثیر نعمتیں عطا کیں ان نعمتوں کو پاکیزہ اور مبارک قرار دیا ، سیر و سیراب کیا ، حمد و ستائشے اس خدا کیلئے ہے جو کھلاتا ہے لیکن کھاتا نہیں ہے _

وقت خواب کی دعا :

آنحضرت ﷺ داہنی کروٹ لیٹ کر اپنا داہنا ہاتھ اپنے چہرہ کےنیچے رکھ کر فرماتے تھے:

" اللھم قنی عذابک یوم تبعث عبادک"[1]

پالنے والے جس دن تو اپنے بندوں کو قبروں سے اٹھانا اس دن ہم کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھنا _

دوسری روایت ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے:

" بسم اللہ اموت واحیی و الی اللہ المصیر، اللھم آمن روعتی و استر عورتی وادعنی امانتی "[2]

میری موت و حیات خدا ہی کے نام سے ہے اور اسی کی طرف تمام مخلوقات کی بازگشت ہے خدایا میرے خوف کو امن امین بدل دے میرے عیب کو چھپالے اور وہ امانت جو تو نے مجھے دی ہے وہ تو ہی ادا کردے_

---

1) (سنن النبی ص 320_322)_

2) (سنن النبی ص 322) _

وقت سفر کی دعا :

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جب کسی سفر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری سے نیچے اترتے تو خدا کی تسبیح پڑھتے جب سواری پر سوار ہوتے تو تکبیر کہتے اور جب رات آجاتی تو فرماتے:

" ارض ربی و ربک اللہ ، اعوذ من شرک و شر ما فیک و شر ما یدب علیک و اعوذ باللہ من اسد و اسود و من الحیة و العقرب ساکن البلدو والد و ما ولد "[1]

اے زمین میرا اور تیرا پروردگار اللہ ہے تیرے شر سے اور جو شئ تیرے اندر موجود ہے اس کے شر سے اور جو چیزیں تیرے اوپر حرکت کر رہی ہیں ان کے شر سے میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اسی طرح ہر درندہ اور ڈسنے والے کے شر سے ہر سانپ بچھو کے شر سے اور ہر اس شخص کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو اس دیار میں آباد ہے اسی طرح میں ہر والد اور اس کے فرزند کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں _

جب آپ سفر سے واپس آتے تو یہ دعا پڑھتے:

" اللهم لک الحمد علی حفظک ایای فی سفری و حضری "[2]

پالنے والے تو سفر و حضر میں میری حفاظت کرتا ہے اس لئے میں تیری حمد بجا لاتا ہوں_

1) (سنن النبی ص 318)_

2) (مکارم الاخلاق ص 360)_

مسافر کو رخصت کرتے وقت کی دعا:

رسول اکرم ﷺ سے مسلمانوں کو اتنی محبت تھی کہ جب آپ ﷺ سفر کیلئے نکلتے تو مسلمان آپ ﷺ کو رخصت کرنے کیلئے آتے تھے پیغمبر ﷺ رخصت ہوتے وقت ان کیلئے دعا فرماتے تھے _

کسی کو رخصت کرتے وقت آنحضرت ﷺ جو دعا پڑھتے تھے اس کو امام جعفر صادق علیہ السلام نے نقل فرمایا ہے :

"رحمکم اللہ و زودکم اللہ التقوی و وجھکم الی کل خیر و قضی لکم کل حاجۃ و سلم لکم دینکم و دنیاکم و ردکم سالمین الی سالمین" (1)

خدا تم پر رحم کرے اور تمہارے تقوی میں اضافہ فرمائے : کارہائے خیر کی طرف تمہارے رخ موڑ دے ، تمہاری تمام حاجتیں پوری کردے ، تمہارے دین و دنیا کو سلامت رکھے تم کو تمہارے گھر تک صحیح و سالم اس حال میں واپس لائے کہ تمہارے گھر والے بھی صحت و عافیت سے ہوں_

---

1) (محاسن ص 354)_

خلاصہ درس

1) لفظ " دعا " مصدر ہے جو کہ " دعا یدعو" سے مشتق ہے _ لغت کے اعتبار سے اس کے معنی بلانے اور آواز دینے کے ہیں اس کی جمع " ادعیہ " ہے اسی طرح دعا کو استغاثہ کے معنی میں بھی استعمال کیا گیا ہے_

2) اصطلاح میں جس کے ذریعہ خدا کو ضرورتیں پوری کرنے کیلئے پکارا جائے اسے دعا کہتے ہیں یا خدا کے پاس جو ذخیرہ ہے اس کو حاصل کرنے کیلئے تضرع و زاری کرنے کا نام دعا ہے_

3) زیارات و روایات میں جس طرح علم ، فکر ، سعی اور کوشش کے بارے میں تاکید کی گئی ہے اسی طرح دعا کے سلسلہ میں بھی بڑی تاکید وارد ہوئی ہے_

4)رسول خدا ﷺ نے بھی دعا کو بہت اہمیت دی ہے آپ ﷺ دعا کی حالت میں اپنے ہاتھوں کو بلند کرکے کسی مسکین کی طرح خدا سے اپنی حاجت طلب کرتے تھے_

5)پیغمبر ﷺ نے خدا کی بارگاہ میں دعا کرنے سے کبھی بھی اپنے کو بے نیاز نہیں کیا آپ رات دن صبح و شام کھانا کھانے کے وقت بستر پر لیٹتے اور سفر میں جاتے وقت دوستوں کو وداع کرتے وقت خدا کی بارگاہ میں دعا کیا کرتے تھے_

سوالا ت

1_ دعا کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کیجئے؟

2_دعا کی اہمیت کے بارے میں ایک روایت بیان کیجئے؟

3_دعا کے وقت رسول اکرم ﷺ کی کیا کیفیت ہوتی تھی ؟

4_ رسول اکرم دعا کو کتنی اہمیت دیتے تھے اس کا ایک نمونہ پیش کیجئے؟

سولھواں سبق:

(خاص جگہوں پر پڑھی جانیوالی دعا)

مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت پڑھی جانیوالی دعا

حضرت علی ؑ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ جب مسجد میں تشریف لے جاتے تھے تو اس وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے :

"اللھم افتح لی ابواب رحمتک" [1]

میرے اللہ میرے اوپر رحمت کے دروازے کھول دے_

مسجد سے نکلتے وقت آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے :

"اللھم افتح لی ابواب رزقک "[1]

بار الہا میرے اوپر اپنے رزق کے دروازے کھول دے_

---

1) (سنن النبی ص 321)_

2) (سنن النبی ص321)_

قبرستان سے گذرتے وقت کی دعا

امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے : جب رسول اکرم قبرستان کی طرف سے گذرتے تو یہ دعا پڑھتے:

"السلام علیکم من دیار قوم مؤمنین و انا انشاء اللہ بکم لاحقون"[1]

مؤمنین کی طرف سے تم پر سلام ہو، جب خدا چاہیگا ہم بھی تم سے مل جائیں گے

جمعرات کی شام کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چند اصحاب کے ساتھ بقیع میں تشریف لے جاتے اور اہل قبور کی زیارت میں تین بار یہ فقرہ دہراتے تھے :

"السلام علیکم اهل الدیار رحمکم الله "[2]

اے اس دیار کے رہنے والو تم پر میرا سلام ہو خدا تم پر رحمت نازل کے_

مخصوص اوقات کی دعا

دعائے رؤیت ہلال

علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جب پیغمبر نئے ماہ کا چاند دیکھتے تو ہاتھوں کو بلند کرکے فرماتے :

"بسم الله اللهم اهله علینا بالامن و الایمان والسلامة و الاسلام ربی و ربک الله" [3]

---

1) (کامل الزیارہ ص 332)_

2) (بحار الانوار ج 102 ص 94)_

3) (سنن النبی ص 341 منقول از امالی ج2 ص 109)_

میرے اللہ اس مہینہ کو ہمارے لئے امن، ایمان، سلامتی اور اسلام سے بہرہ ور ہونے کا مہینہ قرار دے_ اے چاند، میرا اور تیرا پروردگار خدا ہے _

ماہ رمضان کے چاند دیکھنے کے بعد کی دعا

رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کے بعد آپ ﷺ قبلہ کی طرف رخ کرکے فرماتے تھے:

"اللهم اهله علينا بالامن و الايمان والسلامة بالاسلام والعافية المجللة و دفاع الاسقام والعون على الصلوة والصيام تلاوة القرآن اللهم سلمنا لشهر رمضان ، و تسلمه منا و سلمنا فيه حتى ينقضى عنا شهر رمضان و قد عفوت عنا و غفرت لنا و رحمتنا "[1]

میرے اللہ اس مہینہ کے چاند کو ہمارے لئے امن، ایمان، سلامتی، اسلام سے بہرہ مندی اور عافیت اور بیماری سے دفاع کا چاند قرار دے اور اس کو نماز ، روزہ اور تلاوت قرآن جیسے کاموں میں مددگار بنا، پالنے والے ماہ رمضان کے اعمال کو انجام دینے کیلئے ہم کو اپنا مطیع قرار دے اور اس کو ہم سے راضی کردے ہم کو بھی اس مہینہ میں صحیح و سالم رکھ یہاں تک کہ ماہ رمضان اسی حالت میں گذر جائے کہ تیرا عفو مغفرت اور رحمت ہمارے شامل حال رہے_

---

1) (سنن النبی ص 342 منقول از تھذیب ج 4 ص 296)_

افطار کے وقت آنحضرت صلى الله عليه وآله وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:

"اللهم لک صمنا و علی رزقک افطرنا فتقبله منا ذهب الظماء و ابتلت العروق و بقی الاجر "(1)

خدایا ہم نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے دیئے ہوئے رزق سے ہم نے افطار کیا پس تو ہم سے اس روزہ کو قبول فرما۔ہم پانی اور غذا سے سیر و سیراب ہوگئے اور اس کا اجر باقی ہے _

دعائے روز عرفہ

ایام حج میں ، عبادت اور دعا و مناجات کیلئے بہترین ، جگہ " عرفات " کا میدان ہے پیغمبر صلى الله عليه وآله وسلم اور ائمہ معصومین اس دن کو بہت اہمیت دیتے تھے_

امام حسین عليه السلام کی دعائے عرفہ اس دن کی عظمت و اہمیت کو بیان کرتی ہے ، نیز بتاتی ہے کہ روز عرفہ دعا کیلئے ہے ،پیغمبر صلى الله عليه وآله وسلم فرماتے ہیں : روز عرفہ کی بہترین دعا اور میرا اور تمام انبیاء کا بہترین کلام یہ ہے :

"لا اله الا الله وحده لا شریک له ، له الملک و له الحمد و هو علی کل شئ قدیر "(2)

---

1) (فروع کافی ج4 ص 5 مطبوعہ بیروت)_

2) (الوفاء واحوال المصطفی ج2 ص 524)_

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں حکومت اور ستایش اسی کیلئے ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے ۔

سال نو کی دعا

سید ابن طاووس نے حضرت امام رضا علیہ السلام اور آپ نے اپنے اباء و اجداد سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ماہ محرم سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو رکعت نماز پڑھتے اور ہاتھوں کو بلند کرکے فرماتے تھے :

" اللھم انت الا لہ القدیم و ھذہ سنة جدیدة فاسئلک فیھا العصمة من الشیطان و القوة علی ھذہ النفس الامارة بالسوء و الاشتغال بما یقربنی الیک یا کریم، یا ذالجلال والاکرام ، یا عماد من لا عماد لہ ، یا ذخیرة من لا ذخیرة لہ ، یا حرز من لا حرز لہ ، یا غیاث من لا غیاث لہ ، یا سند من لا سند لہ ، یا کنز من لا کنز لہ ، یا حسن البلاء یا عظیم الرجاء، یا عز الضعفاء ، یا منقذ الغرقی یا منجی الھلکی، یا منعم یا مجمل، یا مفضل ، یا محسن ، انت الذی سجد لک سواد اللیل ونور النھار و ضوء القمر و شعاع الشمس ، و دوی الماء و حفیف الشجر ، یا اللہ لا شریک لک ، اللھم اجعلنا خیر ا مما یظنون و اغفر لنا ما لا یعلمون ، حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت و ھو رب العرش العظیم، آمنا بہ کل من عند ربناو ما یذکر، الا اولوالالباب ، ربنا لا

تزغ قلوبنا و هب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب " [1]

پالنے والے تو میرا قدیم معبود ہے اور یہ نیا سال ہے لہذا تجھ سے میری یہ التجا ہے کہ اس سال (بھی) تو مجھے شیطان کے شر سے محفوظ رکھ ، اور مجھے اس نفس امارہ پر کامیابی عطا فرما اور جو چیز مجھ کو تجھ سے قریب کرے تو اس میں مجھے مشغول فرما، اے کریم اے صاحب جلال و اکرام اے بے سہاروں کے سہارے، اے تہی دست کی امیدوں کے مرکز، اے اس کو دیکھنے والے جس کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے، اے بے کسوں کے فریاد رس ، اے اس شخص کی پناہ گاہ جسکی کوئی پناگاہ نہیں ہے ،میرے معبود تو اس کا خزانہ ہے جس کا کوئی خزانہ نہیں ، اے وہ خدا جس کی جانب سے بلا و مصیبت بھی اچھی چیز ہے سب سے زیادہ تجھ سے امیدیں وابستہ ہیں ، اے وہ جو ناتوان لوگوں کی عزت و شرافت کاباعث ہے ، اے غرق ہونے والوں کو نجات دینے والے ، اے ہلاک ہونے والوں کو بچانے والے، اے نعمتوں کو عطا کرنے والے اے حسن و جمال بخشنے والے ، اے زیادہ سے زیادہ نعمتیں دینے والے ، اے احسان کرنے والے خدا، تو وہ خدا ہے جسے شب کی تاریکی، دن کی روشنی ، چاند کا نور، آفتاب کی ضیاء ، پانی کی صدا اور درختوں کی آواز، غرض کہ سب شئے تجھ ہی کو سجدہ کرتی ہیں اے خدا تیرا کوئی شریک نہیں خدایا لوگ مجھ کو جیسا سمجھتے ہیں اس سے بہتر قرار دے اور جس گناہ کی ان کو خبر نہیں ہے اس کو معاف کردے، میرا خدا میرے لئے کافی ہے اس کے سوا

---

1) (سنن النبی ص339)_

کوئی معبود نہیں ، میں اس پر توکل کرتاہوں وہ عرش عظیم کا پروردگار ہے میں اس پر ایمان لایاہوں، تمام کام ہمارے پروردگار کس طرف سے ہیں لیکن صرف عقلمند ہی سمجھنے والے ہیں ، اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں کو لغزشوں سے بچا، اپنی طرف سے ہمارے اوپر رحمتیں نازل فرما تو ہی عطا کرنے والا ہے ۔

جنگ کے وقت دعا

جنگ کے وقت رسول مقبول ﷺ سب سے زیادہ خدا سے مدد مانگتے تھے 23 سالہ زمانہ رسالت میں آپ ﷺ نے بہت دشمنوں سے جنگیں کیں ان جنگوں میں آپ ﷺ کی بہت سی دعائیں منقول ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

جنگ بدر میں پیغمبر ﷺ کی دعا

جنگ بدر وہ پہلی لڑائی ہے جس میں آپ ﷺ کے اصحاب آپ ﷺ کے ساتھ تھے مسلمانوں کی تعداد 313 تھی اور تمام کفار کی تعداد 108 کے قریب تھی مسلمانون کے پاس جنگی ساز و سامان بہت ہی کم تھا، پیغمبر ﷺ نے جب لشکر کو ترتیب دیتے وقت سامان جنگ کی کمی دیکھی تو دعا کیلئے ہاتھ اٹھاکر فرمایا:

"یا رب انهم حفاة فاحملهم و جیاع فاشبعهم و عراة فاكسهم و عالة

فاغنهم من فضلک "[1]

خدایا یہ پیادہ ہیں ان کی سواری کا انتظام فرما یہ بھوکے ہیں ان کو سیر کردے یہ بے لباس ہیں انکو لباس عطا فرما یہ بے بضاعت ہیں انہیں اپنے فضل سے بے نیاز کردے_

بدر کی طرف جاتے ہوئے پیغمبر اکرم ﷺ مقام " روحا" پر پہونچے وہاں آپ ﷺ نے نماز پڑھ کر کفار پر لعنت اور مسلمانوں کیلئے دعا کی[2]

عمومی حملے کیلئے لشکر تیار کرلینے کے بعد آپ ﷺ اپنی قیام گاہ پر پہونچے اور وہاں آپ ﷺ نے دردمند دل کے ساتھ دعا فرمائی :

" اللهم ان تهلک هذه العصابة الیوم لا تعبد فی الارض " [3]

خدایا اگر آج یہ گروہ ہلاک ہوگیا تو روئے زمین پر تیری عبادت نہیں ہوگی [4]

جب سامان جنگ سے آمادہ قریش کے لشکر پر آپ کی نظر پڑی تو آپ نے فرمایا:

" اللهم هذه قریش قد اقبلت بخیلاءها و فخرها تمارک و تکذب رسولک، اللهم نصرک الذی و عدتنی اللهم احنهم العداة "[5]

---

1) (ناسخ التواریخ ج1 ص164)_

2) (بحار الانوار ج19 ص 332)_

3) (طبری ج2 ص 149) _

4) (فروغ ابدیت ج1 ص419)_

5) (بحار مطبوعہ بیروت ج19 ص337)_

بارالہا یہ قریش ہیں اپنی تمام نخوت و تکبر کے ساتھ ہماری طرف بڑھ رہے ہیں یہ تیرے دشمن ہیں اور تیرے رسول ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں پالنے والے میں تیری اس نصرت و مدد کا منتظر ہوں جس کا تونے وعدہ کیا تھا رات آنے سے پہلے انہیں تباہ کردے_

جنگ جب شروع ہوئی تو اس وقت آپ ﷺ نے ہاتھوں کو بلند کرکے دعا کی :

"اللهم انت عضدی و انت نصیری و بک اقاتل "[1]

پالنے والے تو میرا پشت پناہ ہے اور میرا مددگار ہے میں تیری مدد سے جنگ کررہاہوں_

جب جنگ میں ابوجھل کے قتل ہونے کی خبر آپ ﷺ کو پہونچی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللهم انک قد انجزت ما وعدتنی فتمم علی نعمتک" [2]

پروردگارا تو نے اپنا وعدہ پورا کیا اب میں چاہتاہوں کہ تو اپنی نعمتیں مجھ پر تمام کردے_

جنگ خندق میں پیغمبر ﷺ کی دعا

ابوسعید خدری اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جنگ احزاب (خندق) کے دن جب

---

1) (الوفاء باحوال المصطفی ج2 ص 673)_

2) (بحارالانوار ج19 ص337)_

مسلمانوں کیلئے معرکہ سخت ہوگیا تو ہم رسول خدا ﷺ کے پاس گئے اور ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ﷺ کوئی دعا تعلیم فرمائیں تا کہ ہم اس کو پڑھتے رہیں کیونکہ ہمارے دل گلے تک آ گئے ہیں اور ہماری جان لبوں پر ہے ، آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم یہ دعا پڑھو :

"اللهم استر عوراتنا و آمن روعاتنا "[1]

خدایا اس بے سروسامانی کے عالم میں حفاظت فرما ہماری بے اطمینانی کو اطمینان میں بدل دے _

جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ جنگ احزاب میں پیغمبراعظم ﷺ مسجد احزاب میں داخل ہوئے (مسجد احزاب وہی مسجد ہے جو اسوقت مسجدرسول ﷺ کے نام سے مشہور ہے) آپ ﷺ نے اپنی عبا زمین پر ڈال دی اور کھڑے ہوکر اپنے دونوں ہاتھ بلند کرکے آپ نے لشکر اسلام کی کامیابی کیلئے دعا کی ، نماز پڑھے بغیر مسجد سے باہر نکلے دوسری مرتبہ پھر آپ ﷺ نے آکر دعا کی اور نماز بھی پڑھی_[2]

عبداللہ بن ابی آدفی فرماتے ہیں پیغمبر اکرم ﷺ جنگ احزاب میں یہ دعا پڑھ رہے تھے:

---

1) (السیرۃ النبویہ ابن کثیر ج3 ص 213) _

2) (النبویہ ج3 ص 214)_

"اللهم انت منزل الکتاب، سریع الحساب اہزم الاحزاب اللهم اہزمہم و زلزلہم "[2]

خدایا تو کتاب کا نازل کرنیوالا اور بہت جلد حساب کرنیوالا ہے اس احزاب کو فرار پر مجبور کردے خدایا ان کو پسپا کردے اور ان کے پاؤں کو متزلزل کردے_

امام باقر عليه‌السلام فرماتے ہیں جنگ احزاب کی رات کو پیغمبر صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم نے یہ دعا کی :

"یا صریخ المکروبین یا مجیب دعوة المضطرین یا کاشف غمی اکشف عنی غمی و همی و کربی فانک تعلم حالی و حال اصحابی و اکفنی هول عدوی"(1)

اے کرب و مصیبت میں مبتلا افراد کی مدد کرنے والے ، اے پریشان حال لوگوں کی دعا سننے والے، اے غم و اندوہ کو برطرف کرنے والے، اے خدا تو میرے حال اور میرے لشکر والوں کے حال سے بخوبی واقف ہے مجھ کو دشمنوں کے خوف سے محفوظ رکھ _

جنگ خیبر میں جب آنحضرت صلى‌الله‌عليه‌وآله‌وسلم اپنا لشکر لیکر خیبر کے قلعوں کے پاس پہنچے اور اس مضبوط حصار کو دیکھا تو حکم دیا کہ لشکر کو یہیں روک دیا جائے اور پھر دعا کی ;

"اللهم رب السموات السبع و ما اظللن و رب الارضین السبع و ما

1) (السیرہ النبویہ ج3 ص 214 مجمع البیان ج8 ص345) _

2) (اصول کافی ج4 ص346 مطبوعہ دفتر فرہنگ اہلبیت علیہم السلام)_

اقللن و رب الشياطين و ما اضللن و رب الرياح و ما درين ، اسئلک خير هذه القرية وخير ما فيها واعوذ بک من شرها و شرما فيها "[1]

اے ساتوں آسمانوں اور ان چیزوں کے رب جن پر یہ آسمان اپنا سایہ ڈالتے ہیں اے ساتوں زمینوں اور ان چیزوں کے رب جو ان زمینوں پر موجود ہیں اے شیاطین اور ان کے رب جن کو یہ گمراہ کرتے ہیں اے ہواوں اور ان چیزوں کے خدا جن کو ہوائیں پراگندہ کرتی ہیں میں تجھ سے اس قریہ کی خوبیوں کا طالب ہوں اور ان چیزوں کا طالب ہوں جو اس میں موجود ہیں اور اس قریہ نیز اس میں موجود چیزوں کے برائیوں سے پناہ مانگتاہوں_

بارش برسنے کیلئے دعا

کسی صحابی سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن ہم پر پیاس کا غلبہ ہوا اور ہم لوگوں نے پیغمبر ﷺ کے پاس پہنچ کر آپ ﷺ سے پانی کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے دعا کیلئے اپنے ہاتھ کو بلند فرمایا تو اس وقت آسمان پر بادل نمایاں ہوئے اور برسات ہوگئی جس سے سب سیراب ہوگئے_

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ایک دن پیغمبر ﷺ کی خدمت میں ایک وفد آیا اس نے شکایت کی کہ مسلسل کئی برسوں سے ہمارا شہر قحط کا شکار ہے ، آپ ﷺ دعا فرمائیں تا کہ بارش

---

1) (ناسخ التواریخ ج2 ص 266)_

ہوجائے اور قحط کا یہ سلسلہ ختم ہو جائے، پیغمبر ﷺ نے منبر نصب کرنے اور تمام لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا_ پھر آپ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے آپ نے دعا کی اور لوگوں نے آمین کہا ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ جبرئیل نے آکر بتایا کہ خدا نے وعدہ کیا ہے کہ فلاں دن ان کے یہاں بارش ہوگی اور پھر اس دن خدا کا وعدہ پورا ہوا[1]

وقت آخر کی دعا

23 سال تک اسلام کی نشر و اشاعت کرنے اور سختیاں جھیلنے کی بعد جب آپ ﷺ بیمار ہوئے تو اس وقت بھی آپ ﷺ دعا و مناجات کرتے رہے ، آپ ﷺ کی ایک بیوی کا بیان ہے کہ جب آپ ﷺ کی رحلت کا وقت قریب آگیا_ تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں پانی لیکر چہرہ پر ملا اور فرمایا :

"اللھم اعنی عن سکرات الموات "[2]

پالنے والے موت کی سختی دور کرنے میں میری مدد فرما_

آخری لمحہ میں آپ ﷺ کے منھ سے جو آخری جملہ نکلا وہ یہ تھا :

"رب اغفرلی والحقنی بالرفیق "[3]

پالنے والے مجھ کو بخش دے اور مجھ کو میرے دوست سے ملحق کردے_

---

1) (بحارالانوار ج18 ص 22)_

2) (الوفا باحوال المصطفی ج2 ص 776 ، 788)_

3) (الوفا باحوال المصطفی ج2 ص 786 ، 788) _

خلاصه درس

1) رسول خدا خاص خاص مقامات پر دعا کرتے تھے مثلاً: مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت اور قبرستان سے گـزرتے وقـت آپ ﷺ دعا کرتے تھے_

2) خاص خاص دنوں میں جیسے رویت ہلال کے وقت ، ماہ مبارک رمضان کے آنے پر ، عرفہ کے دن ، سال نو کی ابتدا مـیں اور جنگ کے وقت آپ دعائیں پڑھتے تھے_

3) پیغمبر اکرم ﷺ جنگ کے موقع پر ہر کام سے پہلے خدا سے مدد طلب فرماتے تھے_

4) ایک صحابی کی روایت کے مطابق صلح حدیبیہ کے موقع پر جب مسلمان پیاسے تھے رسول خدا ﷺ نے بارش کیلئے دعا کی _

5) زندگی کے آخری لمحات میں بھی پیغمبر ﷺ نے اپنے خالق کی بارگاہ میں دعا کی اور آخری کلام تھا : رب اغفر لی والحقنی بالرفیق

سوالات :

1 _ اہل قبور کی زیارت کے وقت حضور نے کیا دعا کی ؟

2 _ جنگ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کیو ں دعا کرتے تھے؟

3_ جنگ بدر کے عمومی حملہ سے پہلے رسول خدا ﷺ نے کون سی دعا پڑھی ؟

4 _ جنگ خندق میں کون سی دعا رسول خدا ﷺ نے اپنے اصحاب کو تعلیم دی؟

5 _ رحلت کے وقت جو آنحضرت ﷺ نے آخری دعا پڑھی وہ کون سی دعا تھی؟

سترہواں سبق:

(حسن کلام)

حکمت آمیز باتیں، مواعظ ، دنیاوی اور دینی اوامر کے سلسلہ میں رسول خدا ﷺ کی حقائق پر مبنی گفتگو نیز پیام الٰہی کے ابلاغ اور جد و جہد سے بھر پور زندگی دیکھنے کی بعد یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ کے کلام میں کوئی ہنسی مزاق نہیں پایا جاتا،حالانکہ آپ کے اقوال خوش اخلاقی اور برادران دینی کو خوش کرنے والی باتوں پر مبنی ہیں اور آپ ﷺ کا اخلاق ایسا تھا کہ ہمیشہ لوگوں کے ساتھ کشادہ روئی اور چہرہ پر تبسم لیے ہوئے ملتے تھے۔

روایات سے پتہ چلتاہے کہ آپ ﷺ کا کلام حشو و زاءد سے پاک تھا بعض موارد کو چھوڑ کر آپ ﷺ کی ہنسی ، مسکراہٹ سے آگے نہیں بڑھتی تھی ، سکوت بھی طولانی اور فکر انگیز ہوتا تھا، اپنے اصحاب کو بھی آپ اکثر ان باتوں کی طرف متوجہ کرتے تھے۔

"قال رسول اللہ ﷺ من علامات الفقه، الحلم و العلم و الصمت ان الصمت باب من ابواب الحكمة ان الصمت يكسب المحبة انه دليل

علی کل خیر "[1]

دانا کی علامات میں سے بردباری ، علم اور سکوت ہے سکوت حکمت کے ابواب میں سے ایک باب ہے بلاشبہ سکوت محبت پیدا کرتاہے اور وہ ہر خیر کی طرف راہنمائی کرتاہے_

آنحضرت ﷺ زندگی کو بہت بیش قیمت شےء سمجھتے تھے اسے خواہ مخواہ ہنسی مزاق کی باتوں میں گنوادینا صحیح نہیں جانتے تھے آپ ﷺ کی نظر میں کمالات معنوی تک پہنچنے کی راہ میں زندگی کے کسی لمحہ کو بھی برباد کرنا جاءز نہ تھا_

آپ ﷺ کی زیادہ تر کوشش یہ تھی کہ عمر کا زیادہ حصہ خدا کی عبادت میں گذرے اس کے باوجود آپ ﷺ لوگوں سے خندہ پیشانی اور مسکراہٹ کے ساتھ ملتے تھے، ہاں کچھ استثنائی مواقع ایسے تھے جہاں آپ ﷺ کے لبوں پر مسکراہٹ نہیں آتی تھی مثلاً جب آپ ﷺ منکر یعنی بری باتوں کو دیکھتے تھے تو ایسے موقع پر ناراض ہوجاتے تھے_

آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے لوگوں نے اس سیرت کا مطالعہ کیا اور جو باتیں نقل ہوکر ہمارے لئے یادگار بن گئیں وہ ان سے مذکورہ بالا حقیقت کی عکاسی کرتی ہیں_

امام محمد باقر سے روایت ہے :

"اتی رسول اللہ رجل فقال یا رسول اللہ اوصنی فکان فیما اوصاہ أن

---

1) (کافی ج3 ص 174)_

قال الق اخاک بوجه منبسط "[1]

رسول خدا ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ آپ ﷺ مجھے کچھ تعلیم فرمائیں ، آپ ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملا کرو_

آنحضرت ﷺ سے بہت سی روایتوں میں مؤمنین کو مسرورکرنے کی تعلیم موجود ہے آپس میں مومنین کو مسرور کرنے کی بہت سے ذراءع ہیں مثلاً تحفہ دینا، ان کے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آنا خندہ پیشانی اور مزاح_

"قال رسول اللہ من سر مومناً فقد سرنی و من سرنی فقد سر اللہ "[2]

جو کسی مومن کو مسرور کرے اس نے مجھ کو خوش کیا اور جس نے مجھ کو خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا_

آپ ﷺ کے کلام کی شیرینی اور اعلی اخلاق کے بارے میں قرآن کہتاہے:

"فبما رحمة من اللہ لنت لهم و لو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک" [3]

خدا کی رحمت کے سبب آپ ﷺ نے لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار کی اگر آپ ﷺ کرخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ ﷺ کے پاس تتربتر ہوگئے ہوتے_

---

1) (کافی ج3 ج 161)_

2) (کافی ج2 ص 271)_

3) (آل عمران 159)_

امید ہے کہ آنحضرت کی سیرت مؤمنین کیلئے نمونہ بنے گی اور برادران مومن آپس میں طنز آمیز گفتگو اور مخرب اخلاق لطیفوں سے گریز کریں گے_

رسول خدا ﷺ کے کلام کا حسن اور جذابیت

رسول خدا ﷺ تخلیقی طور پر خوبصورت اور اخلاقی طور پر خوش گفتار تھے یہ اوصاف آپ ﷺ کے اندر اس درجہ تک موجود تھے کہ کمال کے متلاشی دیدہ و دل آپ ﷺ کی طرف کھینچنے لگتے تھے یہ آپ ﷺ کی شکل میں کوئی عیب تھا اور نہ آپ ﷺ کے اخلاق میں کوئی کرختگی تھی ،کم ہنسی بھلائی کے لئے کھلے ہاتھ، خندہ پیشانی سے ملنے والے، بہت غور و فکر کرنے والے، چہرہ پر مسکراہٹ، زباں پر اچھی اچھی باتیں، سخاوت کے ساتھ ، دیر میں غصہ کرنے الے، خوش خو، لطیف طبع اور تمام بری صفات سے مبرا تھے [1]

آپ ﷺ کی گفتگو فصیح و بلیغ ہوا کرتی تھی جب آپ ﷺ مزاح کی بات میں تبسم کے ساتھ باتیں کرتے تو انداز بہت ہی خوبصورت اور دل نشیں ہوجاتا تھا آنحضرت ﷺ کلام کی صفت میں لکھا گیا ہے :

بات کرنے میں آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح اور شیریں کلام تھے آپ ﷺ خود فرماتے ہیں :

---

1) (اقتباس از شرف النبی ص 64)_

میں عرب کا فصیح ترین انسان ہوں، اہل بہشت محمد ﷺ کی زبان میں باتیں کرتے ہیں ، آپ ﷺ کم سخن اور نرم گفتار تھے جب بات کرتے تھے تو آپ ﷺ زیادہ نہیں بولتے تھے آپ ﷺ کی باتیں ایسی تھیں جیسے ایک رشتہ میں پروئے ہوئے موتی (1)

کہا جاتاہے کہ : سب سے کم لفظوں میں باتیں کرنے والے آپ ﷺ ہی تھے یہ انداز جبرئیل آپ ﷺ پر لیکر نازل ہوئے تھے، بہت ہی کم لفظوں میں آپ ﷺ ساری باتیں کہہ جاتے تھے، افراط و تفریط سے مبرا بہت ہی جامع کلمات آپ ﷺ کے دہن مبارک سے نکلتے ، آپ ﷺ دو باتوں کے درمیان رک جاتے تھے تا کہ سننے والے اسے یاد کرلیں آواز بلند تھی اس میں بہترین نغماہٹ شامل تھی ، زیادہ تر خاموش رہتے تھے، ضرورت کے علاوہ باتیں نہیں کرتے تھے ، کبھی زبان پر کوئی نازیبا بات نہیںآتی تھی ، اور رضامندی اور ناراضگی دونوں ہی صورتوں میں حق کے علاوہ زبان پر کوئی لفظ نہیں آتا تھا_

اگر کوئی برا کہے تو اس کی طرف سے منہ پھیرلیتے اگر باتوں میں مجبوراً کوئی ایسی بات کہنی پڑتی جس کا بیان آپ ﷺ کو پسند نہیں ہوتا تو اسے کنایہ میں کہہ ڈالتے تھے اور جب خاموش ہوتے تو انکے پاس بیٹھے ہوئے لوگ باتیں کرنے لگتے تو اس وقت اصحاب کے سامنے آپ ﷺ کے چہرہ پر دوسرے افراد سے زیادہ تبسم ہوتا ، آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ بہترین معاشرت رکھتے ، کبھی اتنا ہنستے کہ آپ ﷺ کے چھوٹے دانت ظاہر ہوجاتے اور آپ ﷺ کی اقتدا و تعظیم میں آپ ﷺ کے اصحاب تبسم فرماتے تھے (2)

---

1) (ترجمہ احیاء العلوم ج2 ص 105)_

2) (ترجمہ احیاء العلوم ج2ص 1057)_

رسول خدا ﷺ کا مزاح

رسول خدا ﷺ کی صفت خندہ پیشانی تھی مزاح کی ساتھ اس میں اور بھی اضافہ ہوجاتا تھا آپ ﷺ اس حد تک مزاح فرماتے کہ کلام معیوب نہ ہوجائے ، جب گفتگو میں عیب جوئی ، غیبت ، تہمت اور دوسری آفتیں بھی ہوں تو وہ گفتگو ناپسندیدہ اور عیب بن جاتی لیکن حضور کی ذات گرامی ان تمام عیوب سے پاک تھی_

مزاح مگر حق

اسلامی تعلیم کے مطابق اگر مزاح میں تمسخر اور تحقیر ہو تو یہ ناپسندیدہ طریقہ ہے لیکن اگر کھیل تماشا ہو بلکہ حق کے قالب میں برادران دینی کو خوش کرنے کیلئے بات کہی جائے تو یہ پسندیدہ طریقہ ہے رسول خدا ﷺ سے مزاح کی جو باتیں منقول ہیں وہ حقیقت سے خالی نہیں ہیں_

"قال رسول الله: انی لا مزح و لا اقول الا حقا" (1)

میں مزاح کرتاہوں مگر حق کے علاوہ کچھ نہیں کہتا_

"قال علی علیه السلام : کان رسو ل الله ﷺ لیسرا الرجل من اصحابه اذا راه مغموماً بالمداعبة و کان یقول ان الله یبغض المعبس

---

1) (مکارم الاخلاق ص21)_

فی وجه اخیه" (1)

رسول خدا ﷺ اپنے اصحاب میں سے جب کسی کو غم زدہ پاتے تو اس کو مزاح کی ذریعہ خوش کردیتے اور فرماتے تھے خدا کسی ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جو اپنے بھائی سے ترش روئی سے پیش آئے_

شہید ثانی کی کتاب " کشف الریبہ" میں ہے کہ حسین بن زید کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہم نے پوچھا کہ پیغمبر خدا ﷺ مزاح کرتے تھے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"وصفه الله بخلق عظیم و ان الله بعث انبیاءه فکانت فیهم کزازة (انقباض) و بعث مُحَمّد بالترافة والرحمة و کان من رافته لامته مداعبته لهم لکیلا یبلغ باحد منهم التعظیم حتی لا ینظر الیه "(2)

خدا نے آپ ﷺ کو خلق عظیم پر فائز کیا ، خدا نے اپنے پیغمبروں کو مبعوث کیا حالانکہ ان کے اخلاق میں سنجیدگی تھی اور محمد کو اللہ نے مہربانی اور رحمت کے ساتھ مبعوث کیا آپ ﷺ کی مہربانی میں سے اپنی امت کے ساتھ مزاح بھی تھا کہ ایسا نہ ہوکر ان کیلئے عظمت رسول خدا ﷺ اس حد تک پہنچ جائے کہ وہ انکی طرف نگاہ بھی نہ کرسکتے ہوں_

رسول خدا ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے ائمہ معصومین علیہم السلام بھی اپنے اصحاب کو مزاح کرنے اور اپنے دینی بھائیوں کو مسرور کرنے کی تعلیم دیتے تھے_

---

1) (سنن النبی ص 60)_

2) (سنن النبی ص 61)_

"عن يونس الشيبانی قال: قال لی ابوعبدالله کيف مداعبة بعضکم بعضا؟ قلت : قليلاً : قال : فلا تفعلوا فان المداعبة من حسن الخلق و انک لتدخل بها السرور علی اخيک ، و لقد کان النبی ﷺ يداعب الرجل يديه به ان يسره "[1]

یونس شیبانی نے بتایا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مزاح کرتے ہو؟ میں نے کہا بہت کم آپ ﷺ نے فرمایا کم کیوں ؟ مزاح تو حسن اخلاق ہے کہ جس کے ذریعہ تم اپنے بھائی کو مسرور کرسکتے ہو رسول خدا ﷺ بھی مسرور کرنے کیلئے مزاح فرماتے تھے_

مومنین کو مسرور کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب وہ غمگین ہوں تو ان سے مزاح کیا جائے روایات میں اس بات کی نصیحت وجود ہے کہ اپنے مومن بھائیوں کو خوش کرو _

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایاہے :

"تبسم الرجل فی وجه اخيه حسنة و صرف القذی عنه حسنة و ما عبد "الله بشئ احب الی الله من ادخال السرور علی المؤمن" [2]

برادر مومن سے مسکرا کر ملنا نیکی ہے اور اس کے سامنے خس و خاشاک ہٹا دینا بھی نیکی ہے ، خداوند عالم کے نزدیک جو چیز سب سے زیادہ محبوب ہے وہ مومن کو مسرور کرنا ہے_

---

1) (بحارالانوار ج16 ص 298)_

2) (اصول کافی ج3 ص 271)_

رسول خدا ﷺ کی مزاح کے نمونے

رسول خدا ﷺ کبھی لطیف مزاح اور خوبصورت تشبیہ کے ذریعہ لوگوں کو مسرور کردیا کرتے تھے مندرجہ ذیل واقعات اصحاب کے ساتھ پیغمبر ﷺ کے مزاح اور پیغمبر کے ساتھ اصحاب کے مزاح پر مشتمل ہیں _

1_انجشہ رسول خدا ﷺ کے خادم تھے آپ ﷺ کی زوجہ کے اونٹ کیلئے حدی خونی کرتے تھے ، رسول خدا ﷺ نے ان سے فرمایا : " اے انجشہ آبگینوں کا خیال رکھو"(1)

(حدی خونی سے اونٹ صحرا میں تیزی سے دوڑنے لگتے ہیں اس جملہ میں اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ عورتیں نازک اور کمزور ہوتی ہیں اونٹ کی تیز رفتاری سے ممکن ہے ڈرکرعورتیں اونٹوں سے گر پڑیں اور آبگینون کی طرح ٹوٹ جائیں یہ تشبیہ اپنی جگہ پر بڑا ہی لطیف مزاح ہے)_

2_کسی سفر میں ایک سیاہ فام حبشی رسول خدا ﷺ کے ساتھ تھا، جو تھک جاتا تھا وہ اپنا تھوڑا بوجھ اس کے کاندے پر رکھ دیتا تھا غلام کے کاندھوں پر زیادہ بوجھ ہوگیا رسول خدا کا اسکے پاس سے گذراہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم کشتی بن گئے ہو پھر اسے آزاد کردیا_(2)

3_ ایک بچے سے آپ ﷺ نے فرمایا: " اے دو کانوں والے فراموش نہ کرنا " (3)

---

1) (بحارالانوار ج16 ص 294)_

2) (بحارالانوار ج16 ص 294)_

3) (بحارالانوار ج16 ص 294)

4 _ روایت ہے کہ ایک دن ایک عورت آنحضرت ﷺ کے پاس آئی اور اس نے اپنے شوہر کانام لیا _
آپ ﷺ نے فرمایا تیرا شوہر وہی تو ہے جس کی دونوں آنکھوں میں سفیدہ ہے اس عورت نے کہا نہیں ان کی آنکھوں میں سفیدہ نہیں ہے ،وہ عورت جب گھر لوٹی تو اس نے اپنے شوہر کو یہ واقعہ سنایا مرد نے کہ کہا تم نے نہیں دیکھا کہ میری آنکھوں کا سفیدہ سیاہی سے زیادہ ہے[1]

5 _ انصار کی ایک بوڑھی عورت نے آنحضرت ﷺ سے یہ عرض کیا کہ آپ ﷺ میری جنتی ہونے کی دعا فرمادیں_
آپ ﷺ نے فرمایا بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی، وہ عورت رونے لگی آپ ﷺ نے ہنس کر فرمایا کہ کیا تم نے خدا کا یہ قول نہیں سنا _

(انا انشانا هن انشاء فجعلنا هن ابكارا) [2]

ہم نے انکو پیدا کیا اور ہم نے ان عورتوں کوباکرہ بنایا ہے _

آپ ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ بوڑھی عورتیں جو ان بن کر بہشت میں داخل ہوں گی _

6_ قبیلہ اشجع کی ایک بوڑھی عورت سے آپ ﷺ نے فرمایا : بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں

---

1) (بحارالانوار ج16 ص 294)

2) (بحارالانوار ج16 ص 295)

جائیں گی، بلال نے اس عورت کو روتے ہوئے دیکھا تو آنحضرت ﷺ سے بیان کیا ، آپ ﷺ نے فرمایا سیاہ فام بھی نہیں جائیگا بلال بھی رونے لگے ، ادھر سے پیغمبر کے چچا جناب عباس کا گذرا ہوا، انہوں نے رسول خدا ﷺ سے ان کے رونے کا ماجرا بیان کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا بوڑھا جنت میں نہیں جائیگا، پھر آپ ﷺ نے ان کی دلجوئی کیلئے ان کو قریب بلاکر کہا بوڑھی عورت اور بوڑھے مرد کو جو ان اور سیاہ فام کو نورانی شکل والا بناکر جنت میں داخل کیا جائیگا (1)

اصحاب کا مزاح

رسول اکرم ﷺ کی سیرت کی بناپر اصحاب آپ ﷺ کے سامنے مزاح کرتے تھے لیکن رسول خدا ﷺ کی پیروی میں بیجا اور ناپسندیدہ مزاح سے پرہیز کرتے تھے آنحضرت ﷺ کبھی ان کے کلام کی شیرینی سے اصحاب ہنسنے لگتے اور آنحضرت ﷺ بھی تبسم فرماتے تھے_

1 _ رسول خدا ﷺ اصحاب کے ساتھ بیٹھے خرما تناول فرمارہے تھے اتنے میں جناب صہیب تشریف لائے صہیب کی آنکھیں دکھ رہی تھی اس لئے انہوں نے ان کو کسی چیز سے ڈھک رکھا تھا، صہیب بھی خرما کھانے لگے، رسول خدا ﷺ نے فرمایا ; صہیب تمہاری آنکھیں دکھ رہی ہیں پھر بھی تم میٹھا کھارہے ہو؟ صہیب نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں

---

1) (بحارالانوار ج16 ص 295)_

اس طرف سے کھارہاہوں جدھر درد نہیں ہے [1]

2 _ آنحضرت ﷺ نے اعراب (دیہاتیوں) سے مزاح کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے ایک دفعہ ابوہریرہ نے رسول خدا ﷺ کی نعلین مبارک کو گرو رکھ کر خرمے لے لئے اور رسول خدا ﷺ کی سامنے بیٹھ کر اس خرمے کو کھانے لگا، آنحضرت ﷺ نے پوچھا ابوہریرہ تم کیا کھارہے ہو ؟ اس نے عرض کی پیغمبر ﷺ کا جوتا [2]

3 _ نعمان بہت ہی بذلہ سنج تھے ایک دن نعمان نے دیکھا کہ ایک عرب شہد کا چھتہ بیچ رہا ہے نعمان نے اس کو خرید لیا اور عائشہ کے گھر لیکر پہنچے اس وقت عائشہ کی باری تھی رسول خدا ﷺ نے سمجھا کہ نعمان تحفہ لائے ہیں_

نعمان شہد دیکر چلے گئے اور وہ اعرابی دروازہ پر کھڑا انتظار کرتا رہا ، جب بہت دیر ہوگئی تو اس نے آوازدیدی کہ اے گھر والو اگر پیسے نہ ہوں تو میرا شہد واپس کردو رسول خدا ﷺ سمجھ گئے اورآپ ﷺ نے شہد کی قیمت ادا کردی ، پھر نعمان سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا ؟ میں نے دیکھا کہ رسول خدا ﷺ کو شہد بہت مرغوب ہے اور اعرابی کے پاس شہد بھی موجود ہے اسلئے میں نے شہد لے لیا آنحضرت ہنسنے لگے اور آپ ﷺ نے کچھ نہیں کہا[3]

---

1) (شرف النبی ص 84)_

2) (بحارالانوار ج16 ص296)_

3) (بحارالانوار ج16 ص 296)_

4 _ ایک دن رسول خدا ﷺ اور حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام ساتھ بیٹھے ہوئے خرمہ کھا رہے تھے رسول خدا ﷺ خرمہ کھالیتے اور اس کی گٹھلی آرام سے حضرت علی کے آگے رکھ دیے تھے جب خرمہ ختم ہوا آنحضرت ﷺ نے فرمایا : جس کے سامنے گٹھلیاں زیادہ ہیں اس نے زیادہ خرمہ کھایاہے ، حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا جو خرمہ مع گھٹی کے کھاگیا اس نے زیادہ کھایا ہے علی علیہ السلام کی بات کو سن کر آنحضرت ﷺ مسکرانے لگے اس کے بعد آپ ﷺ نے علی کو ہزاردرہم انعام دینے کا حکم دیا (1)

مذکورہ مزاح کے نحوتوں سے معلوم ہوتاہے کہ :

_آنحضرت ﷺ کے مزاح کے دامن میں عزت کلام محفوظ رہتی ہے _

_ آپ ﷺ کی گفتگو سے نہ کسی کا استہزاء ہوتا اور نہ کسی کی تحقیر_

_ آپ ﷺ کی ہنسی بہت کم مواقع کو چھوڑ کر تبسم کی حد سے آگے نہیں بڑھتی تھی_

_ مؤمنین کو مسرور کرنے کیلئے آنحضرت ﷺ مزاح فرماتے تھے_

غرضیکہ مومنین کو مسرور کرنے کی کوشش ، خندہ پیشانی ، تبسم اور مزاح سیرت رسول ہے لیکن اس بات کا دھیان رہے کہ اس میں نہ کسی کا مذاق اڑایا جائے اور نہ کسی کی تذلیل و تحقیر کی جائے_

---

1) (کتاب الخزاءن ص 325 احمد نراقی)_

خلاصہ درس

1)آنحضرت ﷺ کے اقوال میں خوش اخلاقی ، خندہ پیشانی، مؤمنین کو مسرور کرنے نیز آپ ﷺ کے اخلاق میں متبسم چہرہ کی جھلکیاں صاف نظر آتی ہیں ـ

2) قرآن کریم اخلاق پیغمبر کی خبر دیتے ہوئے بیان کرتاہے کہ " خدا کی رحمت سے آپ نے مؤمنین کے ساتھ نرمی اختیار کی اگر آپ ﷺ کرخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ ﷺ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے ـ

3)آنحضرت ﷺ کا کلام بہت ہی فصیح بلیغ ہوتا تھا اور جب مزاح کے قالب میں تبسم کیساتھ آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو کلام اور بھی زیادہ خوبصورت ہوجاتا تھاـ

4)رسول خدا ﷺ مزاح فرماتے تھے لیکن اس بات کی رعایت رکھتے تھے کہ گفتگو معیوب اور حقیقت سے عاری نہ ہوجائےـ

5) رسول خدا ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے ائمہ معصومین علیہم السلام بھی اپنے اصحاب کو مزاح اور بذلہ سنجی کی ذریعہ اپنے دینی بھائیوں کو مسرور کرنے کی ترغیب دلاتے رہتے تھےـ

سوالات

1 _ پیغمبر ﷺ کے پسندیدہ اخلاق کے بارے میں قرآن کیا کہتاہے ؟

2 _ لوگوں سے ملتے اور باتیں کرتے وقت رسول خدا ﷺ کا کیا انداز ہوتاتھا؟

3 _ آپ ﷺ کس طرح کا مزاح کرتے تھے؟

4 _ مزاح کی اہمیت بیان کیجئے؟

5 _ اصحاب کیساتھ رسول خدا ﷺ کے مزاح کا ایک نمونہ بیان کیجئے؟

اٹھارہواں سبق:

(تواضع)

لغت میں تواضع کے معنی فروتنی اورکسر نفسی کے ہیں_[1]

علمائے اخلاق کے نزدیک تکبر کی ضد اور ایسی کسر نفسی(منکر المزاجی)کو تواضع کہتے ہیں جس کی بنا پر انسان دوسروں پر فوقیت اور خصوصیت کا اظہار نہیں کرتا _

پیغمبر ﷺ کی پوری زندگی گواہ ہے کہ آپ ﷺ مکمل طور فروتنی او ر تواضع کے زیور سے آراستہ تھے ، خدا کی بھیجے ہوئے انبیاء کی تواضع کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے جلال و جبروت کو دیکھ کر لوگ ان سے وحشت محسوس نہ کریں بلکہ خدا کی خاطر ان پر ایمان لائیں_

اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں : اگر انبیاء کے پاس بہت زیادہ قوت و طاقت اور شان و شوکت اور حکومت ہوتی تو ان کے سامنے لوگوں کے سرجھک جاتے ان کے دیدار کیلئے لوگ دور ودراز سے سفر کرکے ان کے پاس

1) (فرہنگ دہخدا مادہ تواضع)_

آتے ، یہ بات پیغام کی قبولیت کیلئے بڑی آسانی فراہم کرتی در ان میں خود پسندی ختم ہو جاتی ، خوف کی وجہ سے لوگ ان پر ایمان لاتے یا دولت و ثروت کی لالچ میں ان کی طرف متوجہ ہوتے لیکن ، خدا نے چاہا کہ پیغمبروں کی پیروی ان کی کتاب پر یقین ، ان کے فرمان کا اجراء اور ان کی اطاعت خود انہیں سے مخصوص ہو اور اس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ ہو _[1]

انبیاء کرام کے درمیان رسول اسلام ﷺ کا مرتبہ سب سے بلند تھا اور ایک زمانہ میں حکومت الہی آپ ﷺ کے پاس تھی کہ جسے آپ ﷺ خود تشکیل دیا تھا اس کے باوجود تواضع اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ کہیں سے کبر و غرور کا شائبہ بھی نظر نہیں آتا تھا_

حضرت امیر المؤمنین حضور نبی اکرم ﷺ کے تواضع اور انکساری کو بیان فرماتے ہیں : پیغمبر اکرم زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے اور غلاموں کی طرح بیٹھتے تھے اپنے ہاتھوں سے اپنے جوتے ٹانکتے اور کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے ، جوپائے کی ننگی پیٹھ پر سواری کرتے اور اپنے ساتھ سواری پر دوسروں کو بھی سوار کرتے تھے_[2]

اس میں کوئی شک نہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی زندگی کا مطالعہ ہم کو اپنا کردار سنوارنے میں مدد دیتا ہے ، امید ہے کہ یہ تحریر اس راستہ میں ایک اچھا قدم ثابت ہوگی _

یہ بھی یاد دینا ضروریکہ پیغمبر ﷺ کی تواضع اور انکسار کے سلسلے میں اس باب میں جو کچھ نقل کیا

---

1) (نہج البلاغہ 'فیض' خ234 فراز 26) _

2) (نہج البلاغہ ' فیض 'خ 159 فراز 22) _

گیا ہے وہ ایک بڑے ذخیرہ کا بہت تھوڑا حصہ ہے ، ورنہ آنحضرت ﷺ کی پوری زندگی انکساری اور فروتنی کا اعلی نمونہ ہے_

بادشاہ نہیں ، پیغمبر ﷺ

رسول خدا ﷺ کی ایک بہت ہی واضح صفت انکساری اور فروتنی کی صفت ہے ، مختلف حالات میں معاشرہ کے مختلف طبقہ کے افراد کیسا تھ اس صفت کا مظاہرہ نظر آتا ہے شروع میں آپ ﷺ نے اصحاب کو یہ درس دیا کہ آپ ﷺ کے ساتھ حاکموں اور فرمان رواؤں جیسا برتاو نہ کریں ، جیسا کہ اس شخص سے آپ ﷺ نے فرمایا جو آپ ﷺ کے قریب آکر سہما ہوا تھا:

"ھون علیک فلست بملک انما انا بن امراۃ تاکل القدید "[1]

ذرا سنبھل جاو (ڈرو نہیں) میں بادشاہ نہیں ہوں میں اس عورت کا بیٹا ہوں جو خشک کیا ہو گوشت کھاتی تھی _

آپ ﷺ کے اصحاب آپ ﷺ کو بہت دوست رکھتے تھے اس کا باوجود آپ ﷺ کی تربیت کے زیر اثر وہ جب آپ ﷺ کو دیکھتے تھے تو (اگر بیٹھے ہوتے تو) کھڑے نہیں ہوتے تھے اسلئے کہ وہ جانتے تھے کہ اس عمل سے آپ ﷺ خوش نہیں ہوتے _[2]

---

1) (محجہ البیضاء ج 6ص 276)_

2) (مکارم الاخلاق ص 16 طبع بیروت)_

جب آپ ﷺ ہجرت کرکے مدینہ پہنچے تو ابو ایوب کا مکان دو منزلہ تھا ابو ایوب نے احتراما یہ چاہا کہ آپ ﷺ اوپر والے طبقہ میں قیام فرمائیں لیکن آپ ﷺ نے قبول نہیں کیا اور ارشاد فرمایا : جو مجھ سے یہاں ملنے آئیگا ان کیلئے نیچے کا طبقہ زیادہ بہتر رہے گا_ (1)

اس طرح کے سلوک کا یہ اثر ہوا کہ لوگ اپنی تمام مشکلات کے حل کیلئے آپ ﷺ تک پہنچنے کی کوشش کرتے تھے یہاں تک کہ زندگی کے عام معاملات میں بھی آپ ﷺ سے مشورہ کیا جاتا تھا_

ایک دیہاتی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں چند اونٹ لایا ہوں ان کو بیچنا چاہتا ہوں ، لیکن بازار کا بھاو نہیں معلوم اس لئے ڈر لگتا ہے کہ لوگ کہیں دھوکہ نہ دیدیں ، آپ ﷺ نے فرمایا : کہ تم اپنے اونٹوں کو میرے پاس لاکر ایک ایک اونٹ کو دکھاو ، اس طرح آپ ﷺ نے اونٹوں کو دیکھ کر ہر ایک کی قیمت بتادی ، اعرابی نے بازار جاکراسی قیمت پر اونٹ فروخت کردئے پھر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر اس نے کہا آپ ﷺ نے میری رہنمائی کی ، نتیجہ میں جتنا چاہتا تھا اس سے بھی زیادہ فائدہ حاصل ہوا_ (2)

---

1) (بحار الانوار ج 19 ص 109)_

2) (شرف النبی ص 75)_

رسول اکرم ﷺ کے انکسار اور تواضع نے لوگوں کو آپ ﷺ سے اتنا نزدیک کردیا تھا کہ اصحاب اپنے بچوں کو آپ ﷺ کی خدمت میں لیکر آتے اور کہتے کہ ان کے لئے دعا فرمادیں یا انکا نام رکھدیں ، آپ ﷺ بچوں کو ان کے گھر والوں کے احترام میں اپنی گود میں بٹھالیتے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بچہ آنحضرت ﷺ کا دامن تر کردیتا لوگ متوجہ ہونے کے بعد زور سے چلانے لگتے ، لیکن آنحضرت ﷺ فرماتے کہ بچے کو نہ ڈراؤ ، دعا کردینے یا نام رکھ دینے کے بعد بچہ کے عزیز و اقربا اس بات پر خوش ہوجاتے کہ رسول خدا ﷺ نے کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا : جب وہ لوگ چلے جاتے تو آپ ﷺ اپنا پیراہن دھوڈالتے _(1)

بشریت کی نگاہوں نے تواضع کا ایسا نمونہ کبھی نہیں دیکھا اگر یہ منظر کہیں نظر آیا تو وہ انبیاء یا جانشینان انبیاء علیہم السلام ہی کے یہاں ، ان مقدس ہستیوں نے اپنے اصحاب کو تواضع کا صحیح سلیقہ سکھایا اور ذلت میں ڈالنے والی باتوں سے منع فرمایا :

منقول ہے کہ رسول خدا ﷺ جب کبھی سواری پر سوار ہوتے تو کسی کو پیدل چلنے کی اجازت نہ دیتے اس کو اپنی سواری پر سوار کرلیتے ، اگر کوئی شخص سوار نہیں ہوتا تو فرماتے : تم آگے جاو پھر جہاں چاہنا مجھ سے آکر مل جانا _(2)

---

1) (مکارم الاخلاق ص 25)_

2) (مکارم الاخلاق ص 22)_

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیرالمؤمنین علیہ السلام اصحاب کے قریب سے کسی سواری پر سوار ہو کر گذر رہے تھے کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے پیدل چلنے لگے ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تمہاری کوئی حاجت ہے ؟ لوگوں نے کہا نہیں لیکن ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ چلنا اچھا لگتا ہے ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا واپس جاو اس لئے کہ سوار کیساتھ پیدل چلنے سے سوار کے اندر تکبر پیدا ہوتا ہے اور پیدل چلنے والے کیلئے یہ ذلت کا باعث ہے_[1]

اصحاب کے ساتھ تواضع

جو اصحاب کسی پوشیدہ خزانہ کی طرح انجانی جگہوں پر پڑے ہوئے تھے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع سے وہ شمع نبوت کے پروانے بن گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جاودانہ معنویت کی دولت سے مالا مال کردیا _ غریبوں ، غلاموں اور ستم رسیدہ افراد کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا مومن بنادیا جو راہ اسلام میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہادینے کیلئے تیار تھے _ وہ اپنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کا بندہ کہتے تھے اور اس پر فخر و مباہات کرتے تھے اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلاموں کے ساتھ ایک ہی دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے_

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک بد زبان عورت کاآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب سے گذر ہوا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ غلاموں کے ساتھ بیٹھے کھانا تناول فرما رہے تھے ، عورت نے کہا

---

1) (بحار الانوار ج 41ص 55)_

اے پیغمبر ﷺ آپ غلاموں کی طرح کھانا کھاتے ہیں اور غلاموں کی طرح بیٹھے ہیں رسول خدا ﷺ نے فرمایا : وائے ہو تجھ پر کون سا غلام مجھ سے بڑا غلام ہے ؟ اس عورت نے کہا پھر آپ ﷺ اپنے کھانے میں سے ایک لقمہ مجھ کو دیں ، پیغمبر ﷺ نے ایک لقمہ اسے دیا اس عورت نے کہا نہیں آپ ﷺ اپنا جھوٹا مجھ کو عنایت فرمائیں ، آپ ﷺ نے اپنا جھوٹا ایک لقمہ اسے دیدیا ، اس عورت نے لقمہ کھالیا امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تک وہ عورت زندہ ہی کبھی مرض میں مبتلا نہیں ہوئی_ (1)

اصحاب کے ساتھ پیغمبر ﷺ کی نشست کے بارے میں منقول ہے کہ آپ ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان جب بیٹھے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ ان ہی میں سے ایک ہیں اگر کوئی انجان آدمی آجاتا تو وہ پوچھے بغیر نہیں سمجھ سکتا تھا کہ رسول خدا ﷺ کون ہیں ،اصحاب نے آپ ﷺ کیلئے ایک ایسی جگہ کا بندو بست کرنا چاہا کہ آنے والے انجان افراد اس کی وجہ سے آپ ﷺ کو پہچان لیں پھر ان لوگوں نے مٹی کی ایک اونچی جگہ بنائی اور آپ ﷺ اس پر بیٹھنے لگے_ (2)

یہی مٹی کا چھوٹا سا چبو ترہ تھا جس نے محل میں بیٹھنے والے بادشاہوں کو ہلادیا اور یہ متواضعانہ اور سادہ بزم تھی جس نے ایک دن دنیا کی تصویر بدل دی _

---

1) (مکارم الاخلاق ص 16)_

2) (محجۃ البیضاء ج 6 ص 151)_

اصحاب کیساتھ گفتگو کا انداز :

اصحاب کے ساتھ بات کرتے وقت ان کو بھی گفتگو کرنے اور اظہار نظر کی اجازت دیتے تھے_ اگر کبھی بزم میں ان میں سے کوئی بات چھیڑتا تو آپ ﷺ سلسلہ کو منقطع نہیں کرتے تھے بلکہ ان کا ساتھ دیتے تھے_

اصحاب کا دل رکھنے اور ان کی تواضع کے لئے اگر کسی نشست میں آخرت کا ذکر ہوتا تو آپ ﷺ اس میں شرکت فرماتے اور اگر کھانے پینے کا ذکر چھڑ جاتا تو آپ ﷺ اس میں بھی شریک ہوجاتے تھے ، اگردنیا کا ذکر ہوتا تو آپ ﷺ اس بحث میں بھی شامل ہوجاتے _ کبھی اصحاب زمانہ جاہلیت کا شعر پڑھتے اور کسی چیز کو یاد کرکے ہنستے ، تو آپ بھی تبسم فرماتے اور لوگوں کو حرام باتوں کے علاوہ کسی چیزسے منع نہیں کرتے تھے_ (1)

فروتنی کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ شفقت و محبت بھی فرماتے تھے ، جب آپ ﷺ اپنے اصحاب کے پاس پہنچتے تو جس طرح معمول کے مطابق شفقت و محبت کی جاتی ہے اسی طرح آپ ﷺ انکے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آتے تھے_

---

1) (محجۃ البیضاء ج 4 ص 152)_

بچوں کے ساتھ تواضع کے ساتھ برتاو

بچے مستقبل کے معاشرہ کے معمار ہوتے ہیں لیکن عام طور پر اپنی کم سنی کی وجہ سے بزرگوں کی نظروں سے دور رہتے ہیں ، یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی ان پر حقارت کی نظر ڈالے ، لیکن رسول اللہ ﷺ نے صرف یہ کہے ان کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے بلکہ ان کے ساتھ تواضع کا برتاوکرتے ،ان کو اھمیت دیتے اور ان کا احترام کرتے تھے_

روایت ہے کہ جب رسول خدا ﷺ انصار کے بچوں کو دیکھتے تو ان کے سرپردست شفقت پھیرتے انہیں سلام کرتے او را نکے لئے دعا فرماتے تھے _[1]

ایک دن آپ ﷺ کچھ بچوں کے پاس گئے ان کو سلام کیا اور ان کے در میان غذائیں تقسیم کیں_ [2]

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں یہ طریقہ تھا کہ جب مسافر لوٹ کروطن آتے تھے تو اس وقت ان کے استقبال کو بچے آتے تھے ،آنحضرت ﷺ ان بچوں کے ساتھ بہت تواضع سے ملتے اور ان پر مہربانی فرمایا کرتے تھے _

جب رسول خد ا ﷺ سفر سے واپس لوٹتے اور بچے آپکا استقبال کرنے کیلئے آتے ،تو آپ فرماتے کہ ان کو سوارکر لوکچھ بچوں کو چوپائے کے اگلے حصہ پر او رکچھ کو پچھلے حصہ پر

---

1) (شرف النبی ص 65)_

2) (مکارم الاخلاق ص 16)_

سوار کرلیتے اور کچھ بچوں کیلئے اپنے اصحاب سے فرماتے کہ تم ان کو سوار کر لو اس کے بعد بچے ایکدوسرے پر فخر کرتے تھے بعض بچے کہتے تھے کہ مجھ کو رسول خدا ﷺ نے سوار کیا تھا اور تم کو اصحاب نے سوار کیا تھا _[1]

زندگی کے تمام امور میں فروتنی

سادہ بے داغ صداقت پر مبنی ، ظاہر داری سے پاک ، رسول خدا ﷺ کی زندگی ایک آزاد او رمتواضع انسان کی زندگی تھی ،گھر او رگھر سے باہر معاشرہ کے مختلف طبقوں کے ساتھ آپ ﷺ کی زاہدانہ اور تکلف سے پاک زندگی آپ ﷺ کے انکسار او رفروتنی کی داستان بیان کرتی ہے _

امیرالمومنین فرماتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ کی عبابستر کا کام او رتکیہ کی جگہ ایک کپڑے میںخرمے کی چھال بھری ہوتی تھی، ایک رات لوگوں نے اس بستر کو دہرا کردیا تو آپ ﷺ نے فرمایا : کہ کل رات کی بستر نماز شب کیلئے اٹھنے سے مانع تھا ، پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ایک بستر سے زیادہ بستر نہ بچھایا جائے_[2]

آپ ﷺ کے پاس کھال کا ایک بستر تھا جس میں خرمہ کی چھال بھری ہوئی تھی ، ایک عبا تھی

---

1) (شرف النبی ص 85)_

2) (مکارم الاخلاق ص 38)_

جب آپ ﷺ کہیں دوسری جگہ جاتے تو عبا دوہری کرکے بچھالیتے ، بیٹھنے کیلئے بھی خرمہ کی چھال سے بھری ہوئی ایک کھال بچھادی جاتی اسی پر بیٹھتے تھے اور ایک فدک کی چادر تھی اسی کو اپنے جسم پر لپیٹ لیتے تھے ایک تولیہ نما مصری چادر او ربالوں سے بنا ہوا ایک فرش بھی تھا جس پر آپ ﷺ بیٹھتے اور کبھی کبھی اسی پر نماز بھی بڑھتے تھے _ [1]

آپ ﷺ کی ایک زوجہ فرماتی ہیں کہ سماجی کاموں سے فرصت پانے کے بعد آپ ﷺ اپنا کپڑا سیتے،اپنی جوتیاں ٹانکتے اور جو کام گھروں میں مرد کیا کرتے ہیں وہ سارے کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتے تھے نیز فرماتی ہیں کہ ہر کام سے زیادہ آپ ﷺ کو خیاطی پسند تھی_ [2]

ذاتی کاموں میں مدد نہ لینا

رسول خدا ﷺ کا اپنے ذاتی کاموں کو انجام دینا آپ ﷺ کی متواضع شخصیت کے کمال کی علامت ہے ذاتی کاموں کے انجام دینے میں آنحضرت ﷺ کا اپنے آپ ﷺ کو دوسروں سے ممتاز نہ سمجھنا بذات خود آپکی ذات کو خصوصی امتیاز دیتا ہے _

آپ ﷺ اپنے کپڑے میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگا تے' جوتے ٹانکتے ،گھر کا دروازہ

---

1) (مکارم الاخلاق ص 38)_

2) (مکارم الاخلاق ص 17)_

کھولتے بھیڑوں او راونٹ کا دودھ دوہتے'اونٹ کو اپنے ہاتھ سے باندھتے 'خادم جب آٹا پیستے ہوئے تھک جاتا تواس مدد کرتے ' نماز شب کیلئے وضو کرنے کی غرض سے خود پانی لاتے ،گھر کے کاموں میں بیوی کی مدد کرتے اور گوشت کے ٹکڑے کاٹتے _[1]

اپنے کاموں کو اپنے ہاتھونسے اس طرح انجام دیتے تھے کہ اصحاب اگر مدد کرنے کی بھی کوشش کرتے تو منع دیتے تھے_

ایک سفر میں آپ ﷺ نماز کیلئے اپنی سواری سے اترے ، نماز کی جگہ پر کھڑے ہونے کے بعد آپ ﷺ پھر پلٹ گئے اصحاب نے وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے اونٹ کے پیر نہیں باندھے تھے میں نے چاہا کہ اس کے پیر باندھ دوں اصحاب نے کہا کہ یہ کام ہم کئے دیتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا : یہ اچھی بات نہیں ہے کہ کوئی اپنا ذاتی کام دوسروں سے کرائے ، چاہے وہ مسواک کیلئے ایک لکڑی ہی لانے کا کام کیوں نہ ہو_[2]

رسول خدا ﷺ کی انکساری کے دوسرے نمونے

آپ ﷺ کے اندر تواضع کی صفت بدرجہ اتم موجود تھی اس وجہ سے آپ ﷺ کی زندگی کے تمام شعبوں میں فروتنی کا مظاہرہ نظر آتا ہے _

---

1)(بحارالانوار ج 16ص227)_

2) (شرف النبی ص 75 عبارت میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ)_

لباس کے بارے میں منقول ہے :

آپ ﷺ لمبا لباس (شملہ) پہنتے تھے ، ایک ہی کپڑے سے قمیص اور شلوار بناتے تھے _ یہ کپڑا آپ ﷺ کے جسم پر بہت زیب دیتا تھا اور کبھی وہی لمبا لباس (شملہ) پہن کر لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے تھے_ [1]

آپ ﷺ کے معنوی قد و قامت کیلئے مہنگا اور طرح طرح کے رنگ برنگ کپڑے زیبا نہ تھے اس لیئے کہ آنحضرت صلی‌اللہ‌علیہ‌وآلہ‌وسلم دنیا کی رنگینوں کی حقیقت سے واقف تھے اور اسے ٹھکرا چکے تھے_

آپ ﷺ کے تواضع اور انکسار میں یہ بات بھی داخل تھی کہ : آپ ﷺ مریض کی عیادت کیلئے جاتے ، تشییع جنازہ میں شرکت کرتے ، غلاموں کی دعوت کو قبول کرتے اور گدھے پر سوار ہوتے_ [2]

تاریخ گواہ ہے کہ آپ ﷺ کے انکسار اور تواضع کی وجہ سے آپ ﷺ کی ہیبت اور شان و شوکت میں کوئی کمی نہیں واقع ہوئی بلکہ یہی انکساری سربلندی اور عزت کا ذریعہ بن گئی ، تھوڑی ہی مدت میں آپ ﷺ کی شہرت دنیا میں پھیل گئی اور آج گلدستہ اذان سے وحدانیت کی شہادت کے ساتھ ساتھ رسول ﷺ کی رسالت کا اعلان بھی دنیا میں گونج رہا ہے _

---

1) (ترجمہ مکارم اخلاق ص 69 مطبوعہ بیروت)_

2) (مکارم اخلاق ص 15) _

تواضع کے بارے میں آپ ﷺ ہی کے ایک قول پر میں اپنی گفتگو تمام کرتے ہیں _

طوبی لمن تواضع فی غیر مسکنة و انفق مالا جمعه من غیر معصیة و رحم اهل الذل و المسکنه و خالط اهل الفقه و الحکه [1]

بڑا خوش نصیب ہے وہ شخص جو فقر اور بیچارگی کے علاوہ تواضع کرے اور اس مال کو خرچ کرے جس کو گناہوں سے جمع نہیں کیا ہے اور ٹھکرائے ہوئے لوگوں پر رحم کرے اور اہل حکمت و دانش کے ساتھ زندگی گزارے_

---

1) (جامع السعادات ج 1 ص 395 طبع بیروت) _

خلاصہ درس

1) لغت میں تواضع کے معنی فروتنی اور انکسار کے ہیں اور علمائے اخلاق کی اصطلاح میں تکبر کی مخالف ایک صفت ہے اور ایسی کسر نفسی کہ جس میںانسان دوسروں پر اپنی فضیلت و فوقیت نہ جتائے _

2) فروتنی کے زیور سے تمام انبیاء آراستہ تھے _ ان کے تواضع سے پیش آنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے جلال و جبروت اور عظیم مقام سے خوف کی بنا پر لوگ ایمان نہ لائیں بلکہ خدا کی خاطر ایمان قبول کریں _

3)فروتنی ، اور انکسار ی پیغمبر ﷺ کی وہ نمایاں صفت تھی جو زندگی کے مختلف حالات میں اور معاشرہ کے دوسرے مختلف طبقات سے میل جول کے وقت لوگوں کے سامنے ظاہر ہوجاتی تھی_

4) غریبوں ، غلاموں اور مظلوموں کیساتھ رہ کر آپ ﷺ نے ان کی ایسی تربیت کی کہ وہ اسلام کے راستہ میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک پیش کردینے پر تیار تھے_

5) آنحضرت ﷺ بچوں کے ساتھ بھی تواضع سے پیش آتے تھے ان کو اہمیت دیتے اور انکا احترام کرتے تھے _

6) آپ ﷺ کی سادہ ، پاکیزہ ، سچی اور ظاہر داری سے مبرا زندگی آپ کے آزاد اور منکسر رویہ کی زندہ دلیل ہے _

سوالات :

1_ تواضع کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کیجئے ؟

2_ انبیائے خدا کیوں تواضع فرماتے تھے ؟

3_ رسول خدا ﷺ کی تواضع کو امیرالمومنین کی روایت کی روشنی میں بیان کیجئے ؟

4_ رسول خدا ﷺ کے تواضع کی ایک مثال پیش کیجئے ؟

5_ بچوں کے ساتھ حضور کا کیا سلوک تھا؟

انیسواں سبق:

(پاکیزگی اور آرائش)

اسلامی تہذیب میں جسم کو آلودگی سے پاک و پاکیزہ رکھنا ، روح کو پلیدگی سے بچانے اور نفس کو آب توبہ سے دھونے کے برابر اہمیت حاصل ہے _

(ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطھرین) [1]

بیشک خدا بہت زیادہ توبہ کرنیوالوں اور پاک و پاکیزہ رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے_

چونکہ متطہرین سے مراد طہارت معنوی اور ظاہری دونوں طہارتوں کے حامل افراد ہیں_

رسول خدا ﷺ اور ائمہ علیہم السلام سے بہت سی روایتوں میں صفائی ، اپنے کو آراستہ کرنے اور ان باتوں کو روح کی شادابی اور جسم کی سلامتی سے مربوط قرار دیا گیا ہے ، اس

---

1) بقرہ 222_

سے اسلام کی نظر میں طہارت کی اہمیت اور قدر و قیمت ظاہر ہوتی ہے نیز یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ طہارت کا انسانی زندگی کے سنوار نے میں کیا اثر ہے _

رسول خدا ﷺ کے اس حوالے سے چند فرامین کا انتخاب کیا گیا ہے :

"قال رسول اللہ ﷺ ان الاسلام نظیف فتنظفوا فانه لا یدخل الجنة الا نظیف"[1]

بے شک اسلام خود پاکیزہ ہے لہذا تم بھی پاک و پاکیزہ رہو جو پاک و پاکیزہ نہیں ہے وہ جنت میں نہیں جائیگا _ بس پاکیزہ افراد ہی جنت میں داخل ہوں گے_

"ان اللہ تعالی طیب یحب الطیب ، نظیف یحب النظافة "[2]

بے شک خدا طیب ہے اور وہ خوشبو کو دوست رکھتا ہے وہ پاک ہے اور پاکیزگی کو دوست رکھتا ہے_

"ان اللہ جمیل و یحب الجمال اللہ"

جمیل ہے وہ خوبصورتی کو دوست رکھتا ہے _

"قال النبی : لا نس یا انس اکثر من الطهور یزد اللہ فی عمرک فان استطعت ان تکون للیل و النهار علی طهارة فافعل فانک تکون اذا مت علی طهارة مت شهیدا"

---

1) (نہج الفصاحہ ص 122ح 611)_

2) (نہج الفصاحہ ص 142، ح 703)_

آنحضرت ﷺ نے انس سے فرمایا کہ بہت زیادہ باطہارت رہا کرو تاکہ خدا تمہاری عمر میں اضافہ کرے اور اگر ہوسکے تو شب و روز باطہارت رہو اگر طہارت کی حالت میں مرو گے تو شہید مروگے [1]

"قال علی علیہ السلام تنظفوا بالماء من الراءحة المنتنة فان اللہ تعالی یبغض من عبادہ القاذورة "[2]

بوئے بد کو پانی سے دھو ڈالواس لئے کہ کثیف بندوں سے اللہ ناراض رہتا ہے _

رسول خدا ﷺ نے اپنے اقوال میں نظافت اور پاکیزگی کی بڑی تاکید کی ہے آپ ﷺ خود بھی ظاہری طور پر آراستہ ، معطر اور پاک و پاکیزہ رہتے تھے دیکھنے میں دیدہ زیب نظر آتے تھے_

امید ہے کہ اس سلسلہ میں یہ کتاب چند نمونہ پیش کر کے اس سنت کو زندہ رکھنے میں ولو مختصر لیکن موثر ثابت ہوگی _

ظاہری و باطنی طہارت :

قرآنی نص کے مطابق رسول خدا ﷺ اور ائمہ معصومین علیہم السلام ذاتی طہارت کے مالک ہیں _

---

1) (ترجمہ مکارم الاخلاق ج 1 ص 78) _

2) (ترجمہ مکارم الاخلاق ج 1 ص 78)_

(انما یرید الله لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا)[1]

اے اہل بیت خدا کا یہ ارادہ ہے کہ وہ تم سے نجاست کو دور رکھے اور تم کو پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے

_

اسی طرح آغاز بعثت میں خدا نے پیغمبر ﷺ سے فرمایا : (و ثیابک فطھر و الرجز فاھجر) آپ اپنے کپڑے پاک رکھیں اور گناہوں سے الگ رہیں _[2]

پیغمبر اکرم ﷺ چونکہ خدا کے برگزیدہ ہیں اس لئے اس نے آپ ﷺ کو ہر نجاست سے پاک بنایا اور وحی کے مبلغ کو ہر آلایش سے دور ہونا چاہیے اور اس نے حکم دیا کہ آپ ہمیشہ پاک و پاکیزہ رہیں تا کہ آپ کا ظاہر دیکھ کر لوگ متنفر نہ ہوں _

پیغمبر ﷺ کا لباس

آپ ﷺ قیمتی اور فاخرہ لباس نہیں پہنتے تھے ، نہایت سادہ اورکم قیمت والا وہ لباس جو عام لوگ پہنا کرتے تھے وہی آپ ﷺ بھی زیب تن فرماتے تھے ، لیکن اس کے باوجود لباس کے رنگ اورکپڑے کی ساخت میں اپنے حسن انتخاب کی بدولت آپ ﷺ بہت خوبصورت نظر آتے تھے_

---

1) (احزاب 33)_

2) (مدثر 4،5)_

رسول اکرم ﷺ مختلف قسم کے لباس زیب تن فرماتے تھے جیسے " ازار" وہ کپڑا جو کمر کے نچلے حصہ کو ڈھکتا ہے _ " رداء " پائے پیراہن اور " جبہ" و غیرہ ، سبز رنگ کالباس آپ ﷺ کا پسندیدہ لباس تھا اور زیادہ تر سفید لباس پہنتے تھے ، آپ ﷺ فرماتے تھے : زندگی میں سفید لباس پہنو اور اپنے مردوں کو اس کا کفن دو اورآنحضرت ﷺ کا لباس ٹخنوں کے اوپر تک ہوتا تھا اور ازار پنڈلی تک ہوتی تھی ،تکمے ہمیشہ بند رہتے تھے کبھی نماز و غیرہ میں انھیں کھول بھی دیتے تھے_[1]

جمعہ کی اہمیت کے پیش نظر روزانہ پہنے جانے والے لباس کے علاوہ جمعہ کیلئے دو مخصوص لباس بھی آپ ﷺ کے پاس موجود تھے_[2]

لباس سے آپ ﷺ صرف جسم کے چھپانے کا کام نہیں لیتے تھے بلکہ کبھی خشوع اور خدا کے نزدیک فروتنی ظاہر کرنے کیلئے موٹا اورکھردرا بھی پہنتے تھے ، آپ ﷺ پیوند دار لباس پہننے میں بھی کسی طرح کی ذلت محسوس نہیں کرتے تھے_

اکثر اون کا بنا لباس پہنتے تھے اس کے علاوہ کوئی دوسرا لباس نہیں پہنتے تھے آپ ﷺ کے پاس اون کا ایک پیوند دار لباس تھا جس کو آپ ﷺ زیب تن فرماتے اور فرماتے تھے :

"انما انا عبد البس کما یلبس العبد "[3]

---

1) (محجۃ البیضاء ج 4 ص 141)_

2) (محجۃ البیضاء ج 4 ص 142)_

3) (ترجمہ احیاء العلوم الدین ج 2ص 1063) _

بیشک میں ایک بندہ ہوں اور بندوں جیسا لباس پہنتا ہوں _

جناب ابوذر سے آپ نے فخر اور تکبر کو ختم کرنے کیلئے کھر درے لباس کی تاثیر بیان کرتے ہوئے فرمایا :

"اباذر انی البس الغلیظ و اجلس علی الارض و العق اصابعی و ارکب الحمار بغیر سرج و اردف خلفی، فمن رغب عن سنتی فلیس منی ، یا اباذر البس الخشن من اللباس و الصفیق من الثیاب لئلا یجد الفخر فیک سلکا "

میں کھر درے کپڑے پہنتا ہوں ، زمین پر بیٹھتا ہوں ، کھانا کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹتا ہوں ، گدھے کی ننگی پیٹھ پر سواری کرتا ہوں اور اپنی سواری پر دوسروں کو بھی سوار کر لیتا ہوں (یہ سب تواضع اور انکساری اور میری سنت کی علامتیں ہیں) جو میری سنت سے روگردانی کرے وہ مجھ سے نہیں ہے اے ابوذر کھردرا اور موٹا لباس پہنو تا کہ فخر اور تکبر تم تک نہ آنے پائے _ [2]

کھردرا اور سیاہ رنگ کا لباس تھا جو آپ ﷺ کے بدن مبارک پر برا نہیں معلوم ہوتا تھا ، آپ کے پاس ایک سیاہ رنگ کا لباس تھا جو آپ ﷺ نے کسی کو دیدیا تھا _ آپ ﷺ سے جناب ام اسلمہ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوجائیں وہ سیاہ رنگ والا لباس کہاں ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا : میں نے کسی کو دیدیا ، ام سلمہ نے کہا: آپ ﷺ کے گورے رنگ پر اس

---

1) (ترجمہ مکارم الاخلاق ص 217) _

سیاہ کپڑے سے زیادہ دیدہ زیب کوئی دوسرا کپڑا میں نے نہیں دیکھا _ [1]

رسول خدا ﷺ کسی خاص قسم کا جوتا پہننے کے پابند نہیں تھے ، حالانکہ آپ ﷺ کے جوتوں کی خوبصورتی بہت نمایاں ہوتی تھی _ آپ ﷺ کے جوتوں کے دو بند ہوا کرتے تھے اور وہ انگلیوں کے درمیان رہتے تھے، پنجوں کی طرف نعلین کا منہ پتلا ہوتا مگر نوکیلا نہیں ہوتا تھا ، اکثر دباغت شدہ کھال کے جوتے پہنتے تھے ، جوتے پہنتے وقت پہلے داہنے پیر کا جوتا پہنتے اور اتار تے وقت پہلے بائیں پیر کا جوتا اتارتے تھے اور یہ حکم دیتے تھے کہ : یا تو دونوں پیروں میں جوتے پہنو یا پھر کسی پیر میں نہ پہنو ، آپ ﷺ کو یہ ہرگز پسند نہ تھا کہ کوئی ایک پیر میں جوتے پہنے اور ایک پیر بغیر جوتے کے چھوڑ دے _ [2]

خوشبو کا استعمال

آپ ﷺ بہت زیادہ خوشبو استعمال کرتے تھے اور اصحاب سے خوشبو لگانے کی فضیلت بھی بیان کرتے تھے امام جعفر صادق فرماتے ہیں :

"کان رسول اللہ ینفق علی الطیب اکثر مما ینفق علی الطعام "[3]

---

1) (مجمع البیضاء ج 4 ص 142) _

2) (ترجمہ مکارم الاخلاق ج 1ص 73) _

3) (ترجمہ مکارم الاخلاق ص 66) _

رسول خدا ﷺ خوشبو پر کھانے پینے سے زیادہ پیسے خرچ کر تے تھے _

امام باقر فرماتے ہیں :

رسول خدا ﷺ جس راستے سے گزرتے تھے اس راستہ سے دو تین دن بعد گذرنے والا یہ محسوس کرلیا تھا کہ آپ ﷺ اس جگہ سے گذرے ہیں ، اس لئے کہ وہاں آپ ﷺ ہی کس خوشبو سے فضا معطر رہتی تھی ، جب بھی کسی قسم کا عطر آپ ﷺ کے پاس لایا جاتا تھا تو آپ ﷺ اس کو لگاتے اور فرماتے تھے اس عطر کی خوشبو دل پسند ، اچھی اور قابل برداشت ہے _

مسواک کرنا

حفظان صحت کیلئے دانتوں کی صفائی اور دانتوں کا تحفظ بڑی اہمیت کا حامل ہے ، رسول خدا ﷺ نے صفائی کے ساتھ مسواک کرنے کی بھی تاکید کی ہے اور اس کے مفید اثرات کی طرف بھی متوجہ کیا ہے ، آپ ﷺ نے ہر مومن سے ہر وقت باوضو رہنے کی بڑی تاکید کی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ہر وضو کے ساتھ مسواک بھی کریں ، آپ ﷺ اس پر خود بھی عمل پیرا تھے_

"لم یر رسول الله قط خارجا من الغائط الاتوضئا و یتبدی بالسواک"[1]

رفع حاجت کے بعد رسول خدا ہمیشہ وضو کرتے تھے اور وضو کی شروعات مسواک سے کرتے تھے _

---

1) (محجہ البیضاء ج 1ص 294) _

موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ابتدا میں ہم آنحضرت ﷺ کے چند اقوال پیش کریں گے پھر اس کے بعد آپ ﷺ کی سیرت پر بحث کریں گے _

"قال رسول اللہ لو لا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک مع کل صلوۃ "[1]

اگر میری امت کیلئے یہ امر دشواری کا باعث نہ ہوتا تو میں ہر نماز کیلئے مسواک کرنے کا حکم دیتا _

حضرت امیرالمومنین سے فرمایا:

"یا علی ثلاث یزدن الحفظ و یذھبن السقم " اللبان " و السواک و قراءۃ القرآن"[2]

تین چیزویں حافظہ کو بڑھاتی اور بیماریوں کو دور کرتی ہیں اگربتی، مسواک اور قرآن کی تلاوت _

مسواک کے اچھے اثرات کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے :

"مطھرۃ للفم ، مرضاۃ للرب، یضاعف الحسنات سبعین ضعفا ، و ھو

---

1) (بحار الانوار ج 3 ص 126) _

2) (بحار الانواز ج 73ص 127)_

من السنة ، و يذهب بالحفر و يبيض الاسنان و يشد اللثةص و يقطع البلغم و يذهب بغشاوة البصر و يشهی الطعام "[1]

مسواک منہ کو صاف کرتی ہے ، خدا کو خوش کرتی ہے ، نیکیوں کو ستر گنا بڑھا دیتی ہے یہ پیغمبر ﷺ کی سنت ہے ، اس سے دانتوں کی زردی ختم ہوتی ہے ، انھیں سفید بناتی ہے مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے ، بلغم کو ختم کرتی ہے ، آنکھوں سے پردہ ہٹاتی ہے اور کھانے کی خواہش بڑھاتی ہے _

منہ کو بیماریوں سے محفوظ رکھنے کیلئے مسواک کے بارے میں آنحضرت ﷺ کے کچھ اقوال یہ ہیں :

"قال رسول الله مازال جبرئيل يوصينی بالسواک حتی خشيت ان ادرداو احفی "[2]

جبرئیل نے مجھ کو مسواک کرنے کی اتنی بار تاکید کی کہ میں سوچنے لگا کہ کہیں میرے دانت گر نہ پڑیں یا گھس نہ جائیں _

جو اصحاب اس سنت پر توجہ نہیں دیتے تھے ، آپ ﷺ کو ان پر بڑا تعجب ہوتا تھا اور آپ ﷺ ان کی مذمت کرتے تھے _

---

1) (بحارالانوار ج 73 ص 127) _

2) (بحارالانوار ج 73 ص2) _

"قال رسول الله ﷺ مالی اراکم تدخلون علی قلحا مرغا؟ مالکم لا تستاکون؟ "[1]

کیا ہوا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے پاس زردی مائل اور گندے دانت لیکر آتے ہو ایسا لگتا ہے کہ کوئی حیوان گھاس چر کر میرے پاس آرہا ہے تم کو کیا ہوگیا ہے ؟ آخر تم مسواک کیوں نہیں کرتے ؟

ان دو روایتوں سے معلوم ہوتاہے کہ آنحضرت ﷺ مسواک کو بڑی اہمیت دیتے تھے_

مسواک رسول اللہ ﷺ کی سنت

رسول خدا ﷺ مسواک کرنے کے بہت زیادہ پابند تھے اگر چہ یہ واجب نہیں تھی منقول ہے کہ آپ رات میں تین بار مسواک کرتے تھے; ایک بار سونے سے پہلے دوسری بار نماز شب کیلئے اٹھنے کے بعد اور تیسرے دفعہ نماز صبح کیلئے مسجد جانے سے پہلے ، جبرئیل کے کہنے کے مطابق اراک کی لکڑی (حجاز میں ایک لکڑی ہوتی ہے جس کو آج بھی مسواک کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے) سے مسواک کرتے تھے_[2]

ائمہ نے بھی مسواک کرنے کو آنحضرت ﷺ کی سنت بتایا ہے_

---

1) (بحارالانوار ج 73ص 131) _

2) (بحارالانوار ج73 ص 135)_

قال علی علیه‌السلام :

" لسواک مرضات اللہ و سنة النبی صلی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلم و مطهرة للفم "[1]

مسواک کرنے میں خدا کی خوشنودی پیغمبر صلی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلم کی سنت اور منہ کی صفائی ہے _

ذیل کی روایت سے معلوم ہوتاہے کہ پیغمبر اکرم صلی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلم قوموں میں منہ کی پاکیزگی کو انکے لیے امتیاز اور فضیلت شمار کرتے تھے_

"قال الصادق علیه‌السلام ; لما دخل الناس فی الدین افواجا قال رسول الله صلی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلم اتتهم الازد ارقها قلوبا و اعذبها افواها فقیل: یا رسول الله صلی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلم هذا ارقها قلوبا عرفناه صارت اعذبها افواها ؟ قال انها کانت تستاک فی الجاهلیة"[2]

امام جعفر صادق علیه‌السلام نے فرمایاکہ جب گروہ در گروہ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے تو رسول خدا نے فرمایا: قبیلہ " ازد" کے لوگ اس حالت میں ائے کے وہ دوسرونسے زیادہ نرم دل تھے اوران کے منہ صاف تھے، لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہم نے ان کی نرم دل تو جان لی مگر ان کے منہ کیسے صاف ہوئے؟ آپ صلی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلم نے فرمایا: یہ قوم وہ ہے جو جاہلیت کے زمانہ میں بھی مسواک کرتی تھی_

---

1) (بحارالانوار ج73 ص 133)_

2) (بحارالانوار ج73 ص 137)_

خلاصہ درس

1) اسلامی تہذیب میں گندگی سے جسم کو صاف کرنے اور اسے آراستہ رکھنے کو گناہ کی گندگی سے روح کے پاکیزہ رکھنے اور آب توبہ سے دھونے کے مرادف قرار دیا گیا ہے ۔

2) رسو لخدا ﷺ نے " اسوہ حسنہ" کے عنوان سے اپنے بہت سے اقوال میں نظافت اور صفائی کی تاکید فرمائی ہے آپ ﷺ خود بھی صاف ستھرے ، معطر اور دیکھنے میں خوبصورت نظر آئے تھے۔

3) پیغمبر اکرم ﷺ اگر چہ کم قیمت والا ایسا سادہ لباس پہنتے تھے جو عام افراد استعمال کرتے ہیں اس کے باوجود رنگ لباس اور اسکی ساخت میں آپ ﷺ کا حسن انتخاب ایسا تھا کہ وہ لباس آپ ﷺ کے جسم پر خاص زیبائی دیتا تھا۔

4) آپ ﷺ بہت زیادہ خوشبو استعمال فرماتے تھے اور اس کی خوبیاں اصحاب کی سامنے بیان کرتے تھے۔

5) صفائی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ مسواک کی بھی تعلیم دیتے تھے اور اس کے اچھے اثرات سے لوگوں کو آگاہ کرتے رہے تھے۔

6) آپ ﷺ رات کو تین بار مسواک کرتے تھے ، سونے سے پہلے نماز شب کیلئے بیدارہونے کے بعد اور مسجد میں نماز صبح کیلئے جانے سے پہلے۔

سوالات :

1 _ پیغمبر اکرم ﷺ کی روایت سے صفائی کی اہمیت بیان کیجئے؟

2 _ لباس اور جوتے کے پہننے میں پیغمبر ﷺ کا کیا رویہ تھا؟ اجمالی طور پر لکھیں؟

3 _ آنحضرت ﷺ خوشبو کی بڑی اہمیت دیتے تھے اس سلسلہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت بیان فرمائیں ؟

4 _ رسول ﷺ کی ایک روایت کی ذریعہ مسواک کرنے کی اہمیت بیان کیجئے؟

5_ جو لوگ مسواک نہیں کرتے تھے ان کے ساتھ حضور ﷺ کا کیا سلوک تھا؟

بیسواں سبق:

(کنگھی کرنا اور دیگر امور)

شروع ہی سے رسول خدا ﷺ سر کے بال تو صاف رکھنے پر بہت توجہ دیتے تھے اور اسے بیری کے پتوں سے صاف کیا کرتے تھے_

"کان اذا غسل رأسه و لحیته غسلها بالسدر"

رسول خدا ﷺ اپنے سر اور ڈاڑھی کو سدر (بیری کے پتوں) سے دھوتے تھے_

بالوں کو صاف کرنے کے بعد ان کو سنوارنے اور ترتیب سے رکھنے کی تاکید فرماتے تھے_

"قال رسول الله ﷺ : من کانت له شعرة فلیکرمها"[1]

جس کے بال موجود ہوں اسے چاہے کہ انکا احترام کرے_

---

1) (محجة البیضاء ج1 ص 209)_

"من اتخذ شعراً فليحسن و لايته او ليجذه"[1]

جو بال رکھے اس پر لازم ہے کہ وہ ان کی خوب نگہداشت بھی کرے ورنہ ان کو کٹوا دے_

اچھے اور خوبصورت بالوں کی تعریف کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

"الشعر الحسن من كسوة الله فاكرموه"[2]

خوبصورت بال خدا کی عنایت ہیں ان کا احترام کرو _

(یعنی ان کو سنوار کررکھو) آپ اپنے بالوں کو صاف کرتے اور اس میں تیل لگاتے تھے نیز دوسروں کو اس تعلیم دیتے تھے_

"كان رسول الله ﷺ يدهن الشعر و يرجله غباء و تامره به و يقول : اومنو غباء" [3]

رسول خدا ایک دن ناغہ کرکے سر میں تیل لگاتے اور کنگھی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ : ایک دن چھوڑ کر بالوں میں تیل لگاو_

جب آپ اصحاب سے ملاقات کرنے کے لئے نکلتے تو اس وقت بالوں میں کنگھی کرکے اور ظاہری آرائشے کے ساتھ نکلتے تھے_[4]

---

1) (محجة البيضاء ج1 ص 210)_

2) (ترجمہ مکارم الاخلاق ج2 ص 134)_

3) (محجة البيضاء ج1ص 309)_

4) (محجة البيضاء ج1 ص 309)_

رسول خدا ﷺ آئینہ دیکھ کر بالوں کو صاف کرتے اور کنگھی کرتے ، کبھی پانی میں دیکھ کر بالوں کو صاف کرلیا کرتے تھے،

آپ فرماتے تھے کہ : جب کوئی شخص اپنے دوستوں کے پاس جائے تو اپنے کو آراستہ کرے یہ بات خدا کو پسند ہے_[1]

الجھے ہوئے بالوں اور نامناسب وضع و قطع سے آپ نفرت فرماتے تھے_ ایک شخص آپ نے فرمایا کیا اس کو تیل نہیں ملا تھا جو اپنے بالوں کو سنوار لیتا _ اس کے بعد آپ نے فرمایا : تم میں سے بعض افراد میرے پاس شیطان کی ہیءت بناکر آتے ہیں _

سر کے بالوں کی لمبائی

آپ کے سر کے بالوں کے بارے میں روایت ہے کہ :

آپ کے سر کے بال بڑی ہوکر کان کی نچلی سطح تک پہنچ جاتے تھے_[2]

اس روایت سے معلوم ہوتاہے کہ آپ کے سر کے بال چھوٹے تھے_ امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ آپ کے سر کے بال بھی بڑے ہوا کرتے تھے اور آپ درمیان سے مانگ نکالتے تھے، امام نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا: " لوگ مانگ نکالنا رسول کی سنت سمجھ رہے ہیں حالانکہ یہ سنت نہیں ہے _

---

1) (ترجمہ مکارم الاخلاق ج1 ص67)_

2) (محجۃ البیضاء ج1 ص 309)_

اس شخص نے کہا کہ لوگ تو یہ سمجھتے ہیںکہ پیغمبر ﷺ مانگ نکالتے تھے امام نے فرمایا :پیغمبر ﷺ مانگ نہیں نکالتے تھے(اصولی طور پر) انبیاء کرام بڑے بال نہیں رکھتے تھے_[1]

بالوں میں خضاب لگانا

روایات کے مضمون سے پتہ چلتاہے کہ سر کے بال اگر سفید ہوجائیں تو اسلام کی نظر میں انھیں نورانیت ہوتی ہے اس کے باوجود پیغمبر ﷺ کے اقوال سے پتہ چلتاہے کہ سیاہ اور حنائی بال جوانی کی یاد کو زندہ رکھتے ہیں اور مرد کونشاط و ہیبت عطا کرتے رہتے ہیں ، اسی وجہ سے خضاب کی تاکید کی گئی ہے_

امام جعفر علیہ السلام سے منقول ہے کہ : ایک شخص رسول خدا ﷺ کی خدمت میں آیا، آپ نے اس کی داڑھی کے سفید بال ملاحظہ فرمائے اور فرمایا نورانی ہے وہ جن کے بال اسلام میں سفید ہوجائیں، اس کے لیے یہ سفیدی قیامت میں نورانیت کا سبب ہے ، دوسری بار وہ حنا کا خضاب لگاکر پیغمبر ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا : یہ نورانی بھی ہے اور مسلمان ہونے کی علامت بھی ، وہ شخص پھر ایک دن آپ کی خدمت میں پہنچا اور اس دن اس نے بالوں میں سیاہ خضاب لگا رکھا تھا، آپ نے فرمایا نورانی بھی ہے اور عورتوں کی محبت اور دشمنوں

---

1) (ترجمہ مکارم الاخلاق ج 1 ص 135)_

کے خوف کا سبب ہے_[1]

خضاب کے سب سے اچھے رنگ کے بارے میں آپ نے فرمایا :

"احب خضابکم الی اللہ الحالک"[2]

خداکے نزدیک تمہارا سب سے زیادہ محبوب خضاب سیاہ رنگ کا خضاب ہے_

انگوٹھی

آرائشے کی چیزوں میں حضور رسول اکرم صرف انگوٹھی پہنتے تھے، اسی انگوٹھی سے مہر بھی لگاتے تھے تاریخ میں انگوٹھی کے علاوہ آرائشے کی اور کوئی چیز درج نہیں ہے _ آپ کی انگوٹھی خصوصاً اس کے نگینہ کے بارے میں البتہ مختلف روایتیں ہیں_

مجموعی طور پر آنحضرت اور ائمہ کے اقوال میں : عقیق اور یاقوت کی چاندی کی انگوٹھی تاکید ملتی ہے _

"قال رسول اللہ ﷺ : تختموا بخواتیم العقیق فانه لا یصیب احدکم غم مادام علیه"[3]

عقیق کی انگوٹھی ، پہنو جب تک تمہارے ہاتھوں میں یہ انگوٹھی رہے گی تم کو کوئی غم نہیں پہنچے گا_

---

1) (ترجمہ مکارم الاخلاق ج1 ص 150)_

2) (ترجمہ مکارم الاخلاق" ج1 ص 149)_

3) (مکارم الاخلاق مترجم ص 164)_

"قال رسول الله ﷺ ; التحتم بالیاقوت ینفی الفقر و من تختم بالعقیق یوشک ان یقضی له بالحسنی "[1]

یاقوت کی انگوٹھی پہننے سے فقر دور ہوجاتاہے، جو شخص عقیق کی انگوٹھی پہنتاہے امید کی جاتی ہے خوبیاں اس کے لئے مقدر ہوگئی ہیں _

رسول خدا ﷺ کی مختلف قسم کی انگوٹھیوں کے بارے میں لکھا ہے _

آپ ﷺ چاندی کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے جس کا نگینہ حبشہ سے آیا تھا_ معاذ بن جبل نے آپ ﷺ کو لوہے کی چاندی جیسی ایک انگوٹھی دی تھی اس پر " محمد رسول اللہ" نقش تھا ... وفات کے وقت جو سب سے آخری انگوٹھی آپ ﷺ کے ہاتھوں میں تھی وہ چاندی کی انگوٹھی تھی جس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا یہ ویسی ہی انگوٹھی تھی جیسی لوگ پہنا کرتے ہیں، اس پر بھی " محمدرسول اللہ" لکھا ہوا تھا_ روایت میں ہے کہ انتقال کے وقت آپ ﷺ کے داہنے ہاتھ میں وہ انگوٹھی وجود تھی ، انگوٹھی ہی سے مہر کا کام بھی لیتے اور فرماتے تھے مہر لگاہوا خط تہمت سے بری ہوتاہے _[2]

جسم کی صفائی

رسول خدا ہر ہفتہ ناخن کاٹتے جسم کے زاءد بال صاف کرتے اور مونچھوں کے بال

---

1) (مکارم الاخلاق مترجم ص 165)_

2) (مکارم الاخلاق مترجم ج1 ص72)_

چھوٹے کرتے ، آنحضرت ﷺ اور ائمہ علیہ السلام کے اقوال سے ناخن کاٹنے مونچھوں کے بال چھوٹے کرنے کے طبی اور نفسیاتی فوائد ظاہر ہوتے ہیں ، نیز اس کے ایسے مفید نتائج کا پتہ چلتاہے جو دنیا اور آخرت کی بھلائی کا سبب ہیں ، ان میں سے کچھ اقوال یہاں نقل کئے جارہے ہیں :

"عن النبی ﷺ قال: من قلم اظفارہ یوم الجمعة أخرج اللہ من أناملہ داء و ادخل فیہ شفا"[1]

جو شخص جمعہ کے دن اپنے ناخن تراشے خدا اس کو انگلیوں کے درد سے نجات دیتاہے اور اس میں شفا ڈالتاہے_

"قال رسول اللہ ﷺ : من قلم اضفارہ یوم السبت و یوم الخمیس و اخذ من شار بہ عوفی من وجع الاضراس و وجع العینین"[2]

جو شخص ہفتہ اور جمعرات کے دن اپنے ناخن تراشے اور مونچھوں کے بالوں کو چھوٹا کرے وہ دانتوں اور آنکھوں کے درد سے محفوظ رہے گا _

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ : رسول خدا ﷺ سے وحی منقطع ہوگئی تو لوگوں نے پوچھا کہ وحی کیوں منقطع ہوگئی ؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہ منقطع ہو حالت یہ کہ تم اپنے ناخن نہیں تراشتے اپنے جسم سے بدبو دور نہیں کرتے_

---

1) (ترجمہ مکارم الاخلاق ج 1 ص 123 ، 124)_

2) (ترجمہ مکارم الاخلاق ج1)_

"عن الصادق ﷺ : قال رسول الله ﷺ لا يطولن احدكم شار به فان الشيطان يتخذه مخباء يستتر به "[1]

تم میں سے کوئی اپنی مونچھیں لمبی نہ کرے، اس لئے کہ شیطان اس کو اپنی پناہ گا ہ بناکر اس میں چھپ جاتاہے_

منقول ہے کہ : آنحضرت ﷺ کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی کہ جن کی داڑھی بڑھی ہوئی اور بے ترتیب تھی آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ شخص اپنی داڑھی درست کرلیتا تو کیا حرج تھا آنحضرت ﷺ کا فرمان سننے کے بعد اس نے داڑھی کی اصلاح کرلی اور پھر آنحضرت کے پا س آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اسی طرح اصلاح کیا کرو_[2]

بدن کے زاءد بالوں کو صاف کرنے کی بھی تاکید فرماتے تھے چنانچہ ارشاد ہے:

اگر کوئی شخص اپنی بغل کے بالوں کو بڑھا ہوا چھوڑ دے تو شیطان اس میں اپنی جگہ بنالیتاہے_[3]

تم میں سے مردو عورت ہر ایک اپنے زیر ناف کے بالوں کو صاف کرے _[4]

آنحضرت ﷺ اس پر خود بھی عمل کرتے تھے اور ہر جمعہ کو اپنے جسم کے زاءد بالوں کو صاف

---

1) (ترجمہ مکارم الاخلاق ج1 ص 145)_

2) (ترجمہ مکارم الاخلاق ج 1 ص 128)_

3) (ترجمہ مکارم الاخلاق ج1 ص 128)_

4) (ترجمہ مکارم الاخلاق ج1 ص 115)_

5) (محجۃ البیضاء ج1 ص 327)_

کرتے تھے_[1]

تیل کی مالش

صفائی اور آرائشے کی خاطر آنحضرت ﷺ اپنے جسم پر تیل کی مالش کیا کرتے تھے ، حفظان صحت اور جلد کی صفائی کے بارے میں ڈاکٹروں کے درمیان تیل کی مالش کے فواءد کا ذکر کررہتاہے_

رسول مقبول ﷺ نے جس چیز پر عمل کیا اور جن کو مسلمانوں کے لیے سنت بنا کر یادگار کے طور پر چھوڑا ہے اسکی تاییر اس سلسلہ میں بیان کئے جانے والے دانشوروں کے اقوال سے ہوجاتی ہے_[2]

آنحضرت ﷺ سر اور داڑھی کے بال کی آرائشے کے لیے مناسب روغن استعمال فرماتے تھے اور حمام لینے کے بعد بھی جسم پر تیل ملنے کی تعلیم فرماتے تھے اور اس پر خود بھی عمل پیرا تھے_

" جسم پر تیل ملنے کو اچھا سمجھتے تھے الجھے ہوئے بال آپ کو بہت ناپسند تھے، آپ فرماتے تھے ، تیل سے درد ختم ہوجاتاہے ، آپ جسم پر مختلف قسم کے تیل کی مالش کرتے

---

1) (محجۃ البیضاء ج1 ص 327)_

2) (ملاحظہ ہو کتاب اولین دانشگاہ و آخرین پیامبر)_

تھے، مالش کرنے میں سر اور داڑھی سے شروع کرتے اور فرماتے تھے کہ سر کو داڑھی پر مقدم کرنا چاہیئے، روغن بنفشہ بھی ا-گاتے تھے اور کہتے تھے کہ ; روغن بنفشہ بہت اچھا تیل ہے ، روغن ملنے میں ابرو پہلے مالش کرتے تھے، مونچھوں پر تیل ا-گاتے تھے، پھ-ر ناک سے سونگھتے تھے، پھر سر کو روغن سے آراستہ کرتے تھے، دردسر رفع کرنے کے لئے ابروپرتیل لگاتے تھے_[1]

سرمہ لگانا

سرمہ لگانے سے آنکھوں کی حفاظت ہوتی ہے رسول اکرم ﷺ خود بھی سرمہ لگاتے تھے نیز آپ نے سرمہ ا-گانے کے آداب بھی بیان کئے ہیں منقول ہے کہ :

آنحضرت داہنی آنکھ میں تین سلائی اور بائیں آنکھ میں دو سلائی سرمہ لگاتے تھے اورفرماتے تھے کہ : جو تین سلائی سرمہ لگانا چ-اہے وہ لگاسکتاہے، اگر اس سے کم یا زیادہ لگانا چاہے تو کوئی حرج نہیں ہے ، کبھی حالت روزہ میں بھی سرمہ لگالیتے تھے_ آپ کے پ-اس ایک سرمہ دانی تھی جس سے رات کے وقت سرمہ لگاتے تھے آپ جو سرمہ لگاتے تھے وہ سنگ سرمہ تھا_[2]

---

1) (ترجمہ مکارم الاخلاق ج1 ص 64)_

2) (ترجمہ مکارم الاخلاق ج1 ص67)_

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک صحرائی عرب جن کا نام " قلیب رطب العینین" تھا (قلیب کے معنی تر آنکھیں درد کی وجہ سے اس کی آنکھیں مرطوب رہتی تھیں) پیغمبر کی خدمت میں پہنچا آپ نے فرمایا کہ : اے قلیب تمہاری آنکھیں تر نظر آرہی ہیں تم سرمہ کیوں نہیں لگاتے ، سرمہ آنکھوں کا نور ہے _

ائمہ سے بھی اس بے بیش قیمت ہوتی (آنکھ) کے تحفظ کے لئے ارشادات موجود ہیں_

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ : اگر سنگ سرمہ کا سرمہ لگایا جائے تو اس سے پلکیں آگ آتی ہیں ، بینائی تیز ہوجاتی ہے اور شب زندہ داری میں معاون ہوتی ہے _[1]

امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ جن کی آنکھیں کمزور ہوں وہ سوتے وقت سات سلائی سرمہ لگائے، چار سلائی داہنی آنکھ میں اور تین سلائی بائیں آنکھ میں ، اس سے پلکیں آگ آتی ہیں ، آنکھوں کو جلا ہوتی ہے خداوند عالم سرمہ میں تیس سال کا فائدہ عطا کرتاہے_[2]

---

1) (ترجمہ مکارم الاخلاق ج1 ص 88)_

2) (ترجمہ مکارم الاخلاق ج1 ص88)_

خلاصہ درس

1) نظافت آرائشے اور سر کے بالوں کو سنوارنے کے بارے میں رسول اکرم ﷺ تاکید فرماتے تھے_

2) اصحاب سے ملاقات کے وقت آنحضرت ﷺ بالوں میں کنگھی کرتے او ر ظاہری طور پر آراستہ ہوکر تشریف لے جاتے تھے_

3) روایت سے نقل ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے کسر کے بال چھوٹے تھے_

4) آرائشے کی چیزوں میں رسول اکرم ﷺ صرف اپنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور اسی سے خطوط پر مہر لگانے کا بھس کام لیتے تھے_

5) ہر ہفتہ آپ ﷺ اپنے ناخن کا ٹتے ، جسم کے زاءد بالوں کو صاف کرتے اور مونچھوں کو کوتا ہ فرماتے تھے_

6) صفائی اور آرائشے کے لئے آپ ﷺ جسم پر تیل بھی لگاتے تھے_

7) آنکھوں میں سرمہ لگانے سے آنکھوں کی حفاظت ہوتی ہے _ رسول خدا ﷺ خود بھی سرمہ لگاتے تھے نیہ-ز س-رمہ ا-گانے کے آداب بھی آپ نے بیان فرمائے ہیں _

سوالات :

1_ بالوں کو سنوارنے اور صاف رکھنے کے لئے رسول خدا نے کیا فرمایا ہے ؟

2 _ سر کے کتنے بڑے بال رسول خدا کی سنت شمار کئے جائیں گے _

3 _ سر کے بالوں کے لئے رسول خدا کے نزدیک کس رنگ کا خضاب سب سے بہتر ہے؟

4 _ رسول خدا اپنے ہاتھوں کی آرائشے کے لئے کون سی چیز استعمال کرتے تھے، اس سلسلہ کی ایک روایت بھی بیان فرمائیں ؟

5 _ حفظان صحت کے لئے آنحضرت ﷺ ہر ہفتہ کون سے اعمال انجام دیتے تھے؟

فہرست